وَمَا هُم بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ (البقرۃ ۱۰۲)
جادو
پامسٹری
جنات
قیافہ شناسی
علم نجوم
اعداد و جفر
نام نہاد عاملوں کاہنوں جادوگروں
اور ایذاء دینے والے
جنّات کا پوسٹمارٹم
قرآن وسنّت کی روشنی میں
مؤلّف
الشیخ حافظ مبشّر حسین
نعمانی کتب خانہ
حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

نام نہاد عاملوں، کاہنوں، جادوگروں
اور ایذاء دینے والے

جنّات کا پوسٹمارٹم

قرآن وسنت کی روشنی میں

نام کتاب

نام نہاد عاملوں کاہنوں جادوگروں
اور ایذا دینے والے

جنات کا پوسٹ مارٹم
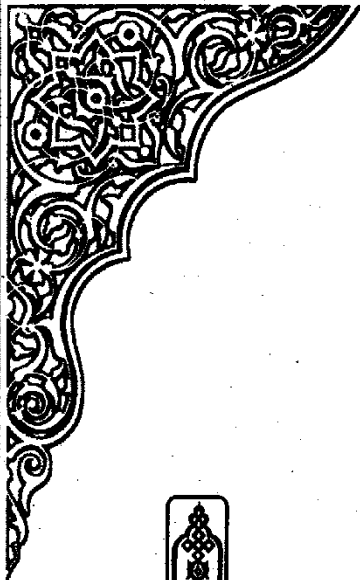
قرآن وسنت کی روشنی

مؤلف
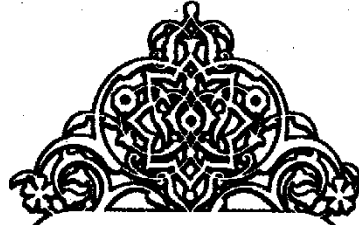
الشیخ حافظ مبشر حسین

سرورق

امجد خلیل

تاریخ اشاعت

اکتوبر ۲۰۰۳ء

مطبوعہ

علی آصف پرنٹرز لاہور

ناشر

نعمانی کتب خانہ

حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

E.mail.nomania2000@hotmail.com

042 - 7321865

وَمَا هُم بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ (البقرة ۱۰۲)

نام نہاد عاملوں کاہنوں جادوگروں
اور ایذاء دینے والے

جنّات کا پوسٹمارٹم

قرآن وسُنّت کی روشنی میں

مؤلّف
الشّیخ حافظ مُبشّر حُسین

فہرست

پیش لفظ

راقم الحروف نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مذکورہ کتاب کے ابتدائی حصہ میں ان تمام علوم جن کے ذریعے غیب دانی کا دعویٰ کیا جاتا ہے، کا قرآن وسنت اور خود ان علوم سے متعلقہ کتابوں کی روشنی میں بھرپور جائزہ لیا ہے اور قرآن وسنت کے نصوص سے ان تخمینی علوم کی ممانعت و قباحت ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ نجومیوں، رملیوں، جفریوں، کاہنوں اور نام نہاد عاملوں وغیرہ کی کتابوں، مقالوں، اشتہاروں، اور ان کے منہ پھٹ دعووں کی روشنی میں ان کی کذب وتضاد بیانیاں پیش کر کے انہیں جھوٹا ثابت کیا ہے۔ وللہ الحمد!

اس سلسلہ میں افراط وتفریط سے بچتے ہوئے بعض جائز صورتوں پر بھی قرآن وسنت کی روشنی میں تفصیلی بحث کی گئی ہے مثلاً قیافہ شناسی کی جائز صورتوں، علم ہیئت کی جائز صورتوں، فنگر پرنٹ، بالوں کے تجزیہ، DNA ٹیسٹ، ایکسرے اور الٹرا ساؤنڈ وغیرہ کے ذریعے اصل مجرم معلوم کرنے کی جائز صورتوں کو بھی دلائل کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے۔

کتاب کے آخری حصہ میں جادو اور جنات کی حقیقت، قرآن وسنت کی روشنی میں ان کا توڑ، آسیب زدہ شخص اور جگہ (مکان وغیرہ) سے جنات بھگانے کا طریقہ اور اس جیسی دیگر چیزوں پر بھی سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ نظر بد، جنون، زہر، پھوڑے پھنسیوں، بخار اور مختلف جسمانی دردوں کے روحانی علاج معالجے کا مکمل طریقہ بھی قرآن وسنت کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے جس کے ذریعے نیک صالح مرد وزن خود بھی روحانی معالج بن سکتے ہیں۔ ان شاء اللہ!

علاوہ ازیں کتاب کے آخر میں بطور ضمیمہ بعض اہم مسائل مثلاً دم اور تعویذ کی شرعی حیثیت، غیر محرم عورتوں کا روحانی علاج اور فتنوں کا سد باب، دم شدہ پانی وغیرہ پر پھونک مارنا، اور روحانی علاج پر اجرت وغیرہ کے حوالہ سے قرآن وسنت کی روشنی میں معتدل اور صحیح موقف پیش کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ راقم کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور لوگوں کی دینی واخروی اصلاح کا ذریعہ بنائے۔ آمین یارب العالمین!

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم
وتب علینا انک انت التواب الرحیم

طالب دعاومحتاجِ اصلاح
حافظ مُبشر حُسین لاہوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمة الكتاب

انسان کی فطرت ہے کہ وہ مستقبل کے حالات و واقعات کو پیشگی معلوم کر لینا چاہتا ہے حالانکہ مستقبل کے جملہ امور پردہ غیب میں ہیں اور قبل از وقوع ان کی کنہ و حقیقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا مگر انسان کو یہ تجسس ضرور رہتا ہے کہ وہ ان غیبی امور کے بارے میں کسی نہ کسی طرح رسائی حاصل کر لے۔ حتیٰ کے حضراتِ انبیا و رُسل، جنہیں اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے وقتاً فوقتاً بہت سے غیبی امور سے مطلع کر دیا کرتے تھے، اس کے باوجود ان میں بھی تجسس کا یہ جذبہ پایا جاتا تھا مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کو لیجیے، آپ کو قطعی طور پر یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو فنا کرنے کے بعد روز قیامت پھر سے انہیں زندہ کر کے ان سے حساب لیں گے مگر انہیں ایک تجسس تھا کہ قبل از وقت یہ دیکھ لیا جائے کہ آخر کس طرح اللہ تعالیٰ انسانوں کو زندہ کریں گے۔ چناچہ اسی مقصد کے لیے وہ اللہ تعالیٰ سے گزارش کرتے ہیں:

﴿وَاِذْقَالَ اِبْرَاهِيمُ رَبِّ اَرِنِي كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ

لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴾ (البقرہ۔۲۶۰)

''اور جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اے میرے پروردگار! مجھے دکھایئے کہ آپ مُردوں کو کیسے زندہ کریں گے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: تمہیں اس پر یقین نہیں ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا: یقین (ایمان) تو ہے لیکن میرے دل کی تسکین ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ چار پرندے لو اور ان کے ٹکڑے کر ڈالو۔ پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک ٹکڑا رکھ دو۔ پھر انہیں پکارو تو وہ (پرندے زندہ ہوکر) تمھاری طرف دوڑتے ہوئے آجائیں گے اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ غالب ہے، حکمتوں والا ہے۔''

گویا پرندوں کو ذبح کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں پھر زندہ کر دکھایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اسی فطرتی جذبے کی تسکین ہوگئی۔

دور حاضر میں اکثر مسلمانوں میں یہ رجحان پایا جاتا ہے کہ وہ اپنے کسی اہم کام مثلاً شادی بیاہ، کاروبار، وغیرہ سے پہلے یہ معلوم کرنے کے شدید خواہاں ہوتے ہیں کہ ان کے لیے اس کام میں فائدہ ہے یا نقصان؟ اگر فائدہ ہے تو اس کام کو کرلیا جائے ورنہ اس کا نعم البدل تلاش کیا جائے یا پھر کون سا وقت اور موسم اس کام کے لئے مفید ہو سکتا ہے تاکہ خاص اس وقت اپنے اس اہم کام کو انجام دیا جائے!

اسی طرح بعض لوگوں کو اپنی قسمت معلوم کرنے کا تجسس ہوتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح یہ معلوم ہوجائے کہ میری قسمت کیسی ہے؟ اچھی ہے یا بری؟ میں مالدار بنوں گا یا نہیں؟ اگر بنوں گا تو مجھے مال کس طرح حاصل ہوگا؟ میری شادی کامیاب ہوگی یا نہیں؟ میرے گھر بیٹا پیدا ہوگا یا بیٹی؟؟ میری عمر کتنی ہوگی؟؟ وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح اگر کسی کے گھر چوری ڈکیتی، یا کوئی اور حادثہ ہوجائے تو انہیں یہ تجسس پیدا ہوجاتا ہے کہ کسی ''غیب دان'' کے ذریعے مجرم تک رسائی حاصل کرلی جائے۔۔۔!

جبکہ تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ بعض کاہن، نجومی، عامل، جادوگر، دست شناس

(پامسٹ) وغیرہ بھی ہمارے معاشرے میں پائے جاتے ہیں جو لوگوں کے اس جذبے کو تسکین بہم پہچانے کے لیے ان کے مطلوبہ معاملات میں ان کی مدد کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ عامل قسم کے لوگ گویا اپنے آپ کو ''غیب دان'' ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی لیے بوقت تشہیر یہ اس طرح کے دعوے کرتے ہیں کہ ..... جو پوچھو سو بتائیں...! قسمت معلوم کریں...!! ستاروں کے بادشاہ...! حالات سنوارنے والے...!! ہر طرح کی کاٹ پلٹ کے ماہر!! محبوب آپ کے قدموں میں.....وغیرہ وغیرہ!!

ان ''غیب دانوں'' نے باقاعدہ کاروبار بنا رکھا ہے اور جاہل عوام کو لوٹنے کے لیے، یہ طرح طرح کے حربے اختیار کرتے ہیں حتی کہ بعض ان میں سے اتنے چالاک اور ہوشیار ہوتے ہیں کہ وہ سمجھدار اور پڑھے لکھے لوگوں پر بھی ہاتھ صاف کر جاتے ہیں۔ اور بعض اپنے اس دھندے کو پھیلانے اور مزید نفع مند بنانے کے لیے قرآن وسنت کے نصوص میں تحریف اور ان کی توہین کا ارتکاب بھی کرتے ہیں...!!

راقم نے ان نام نہاد عاملوں، نجومیوں، کاہنوں اور جادوگروں وغیرہ کا قرآن وسنت کی روشنی میں پوسٹ مارٹم کیا ہے اور خود ان کی کتابوں کے اقتباسات اور دیگر بیانات سے ان کی تضاد بیانیاں واضح کی ہیں۔ نیز حقائق اور واقعات کی روشنی میں ان کی کذب بیانیوں کو بھی آشکارا کیا گیا ہے جس کی تفصیل کتاب ہذا میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے البتہ سر دست یہ بتانا مقصود ہے کہ غیب کا علم صرف اور صرف اللہ کی ذات کے پاس ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ (النمل۔٦٥)

''کہہ دو کہ جو مخلوق آسمانوں اور زمین میں ہے، ان میں سے کوئی بھی غیب کا علم نہیں رکھتا سوائے اللہ تعالیٰ کے!''

غیبی امور کے حصول کے مختلف ذرائع اور ان کی شرعی حیثیت

❶ بذریعہ وحی الٰہی

اللہ تعالیٰ اپنے انبیاو رسل کو وحی کے ذریعے بسا اوقات حسب ضرورت مختلف غیبی امور سے مطلع کر دیا کرتے تھے جیسا کہ قرآن مجید کے درج ذیل دو مقامات پر اس کی صراحت مذکور ہے:

❶ ﴿وما كان اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ على الْغَيْبِ ولكِنَّ اللّٰه يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاءُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ﴾ (آل عمران ۱۷۹)

''اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ تمہیں غیب سے آگاہ کر دے بلکہ (اس مقصد کے لیے) اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے منتخب کر لیتا ہے، اس لیے تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔''

❷ ﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا٥ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا٥ لِيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسَالَاتِ رَبِّهِمْ﴾ (الجن ۲۶ تا ۲۸)

''وہ اللہ تعالیٰ غیب کا جاننے والا ہے اور وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا، سوائے اس پیغمبر کے جسے وہ پسند کرے لیکن اس کے بھی آگے پیچھے پہرے دار مقرر کر دیتا ہے تاکہ وہ جان لیں کہ انہوں نے اپنے رب کے احکام پہنچا دیئے ہیں۔''

ان آیات سے یہ مغالطہ پیدا نہیں ہونا چاہیے کہ انبیاء بھی اللہ تعالیٰ کی طرح غیب دان ہوتے ہیں کیونکہ غیب دان صرف اور صرف اللہ کی ذات ہے البتہ اللہ تعالیٰ بعض اوقات اپنے نبیوں کو بذریعہ وحی کسی غیبی امر سے مطلع فرما دیا کرتے تھے جیسا کہ احادیث میں اس کی بعض مثالیں موجود ہیں اور یہی وحی الٰہی غیبی امور کے حصول کا سب سے مضبوط ذریعہ ہے مگر آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین بنا دینے کے بعد وحی کا یہ سلسلہ منقطع کر دیا

گیا اور آنحضرت ﷺ کو بذریعہ وحی جو کچھ بتا دیا گیا، آپ ﷺ نے اسے من وعن ہم تک پہنچا دیا۔ لہٰذا آپ ﷺ کے بعد یہ ذریعہ اور دروازہ بند کر دیا گیا ہے تاوقتیکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ نازل ہونگے اور ان کی طرف اللہ تعالیٰ اپنی وحی بھیجیں گے۔

❷ شیطانی وحی!

اللہ تعالیٰ آسمانوں پر اس طرح کے فیصلے کرتے رہتے ہیں جن کا تعلق اس کائنات سے ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ فرماتے ہیں تو فرشتے اس حکم کو سننے کی تاب نہ لاتے ہوئے بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ سب سے پہلے حضرت جبرائیل علیہ السلام سر اٹھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی طرف وحی کر کے اپنا فیصلہ سناتے ہیں۔ پھر حضرت جبرائیل پہلے آسمان کے فرشتوں کو اس فیصلہ سے آگاہ کرتے ہیں، پھر وہ فرشتے اپنے سے نیچے دوسرے آسمان کے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کے اس فیصلہ سے آگاہ کرتے ہیں۔ پھر وہ فرشتے اپنے سے نیچے آسمان کے فرشتوں کو اس طرح آخری یعنی دنیاوی آسمان کے فرشتوں تک وہ فیصلہ یا خبر پہنچ جاتی ہے۔

اس طرح آسمان دنیا کے فرشتوں میں اللہ تعالیٰ کا وہ فیصلہ (جو اس کائنات سے تعلق رکھتا ہے) گردش کر رہا ہوتا ہے جبکہ دوسری طرف سے شیطان اس خدائی فیصلے کو چوری کرنے کے لیے زمین سے ایک قطار بنا کر آسمان دنیا تک پہنچے ہوتے ہیں اور وہاں چھپ کر یہ سننے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ فرشتے آپس میں کون سی باتیں کر رہے ہیں اور یونہی شیطانوں کی قطار میں سب سے اوپر والا شیطان کوئی بات سننے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو وہ فوراً اپنے سے نیچے والے شیطان کو اس سے آگاہ کر دیتا ہے اور وہ اپنے سے نیچے والے شیطان کو وہ بات بتاتا ہے اور اس طرح سب سے نیچے زمین پر موجود شیطانوں تک وہ بات

پہنچ جاتی ہے جس کا تعلق اس کائنات کے کسی پیش آمدہ مسئلہ سے ہوتا ہے۔ پھر یہ شیطان بعض انسانوں کو اس خدائی اور غیبی فیصلے سے آگاہ کر دیتے ہیں۔

یاد رہے کہ شیطان یہ باتیں چرا کر ہر انسان کو نہیں بتاتے بلکہ بعض مخصوص لوگوں کو بتاتے ہیں لیکن انہیں بھی تب ہی بتاتے ہیں جب ان سے کفر و شرک کا ارتکاب کروا لیں۔ اس کی تفصیل کتاب ہذا میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے شیطان آسمانوں کا رخ کر کے ایسی بے شمار باتیں چرانے میں با آسانی کامیاب ہو جاتے تھے مگر جب آنحضرت ﷺ مبعوث کیے گیے تو پھر شیطان کے خلاف اللہ تعالیٰ نے رکاوٹیں اور دفاع کا سلسلہ بھی جاری کر دیا یعنی جب شیطان قطار بنا کر آسمانوں کا رخ کرتے تو ان پر آگ کے شعلے گرائے جاتے اور جونہی سب سے اوپر والا شیطان کسی بات کے چرانے میں کامیاب ہوتا ہے تو اسے فوراً دہکتا ہوا آگ کا شعلہ آ کر لگتا ہے اور وہ نیچے والے شیطان کو چرائی ہوئی بات سے آگاہ کرنے سے پہلے ہی جل کر راکھ ہو جاتا ہے لیکن اس کے باوجود بعض اوقات اوپر والا شیطان ہلاک ہونے سے پہلے نیچے والے شیطان کو بات منتقل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

اسی طرح شیطانوں کا یہ سلسلہ آج تک جاری ہے مگر اب انہیں زیادہ تر ناکامی اور ہلاکت ہی کا سامنا کرنا پڑتا ہے مگر اس کے باجود شیطان اللہ تعالیٰ کی باتیں چوری کرنے سے اس لیے باز نہیں آتے کہ اس کے ذریعے وہ کاہنوں اور عاملوں کو کفر و شرک کا مرتکب بنا کر اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور پھر وہ کاہن اور عامل حضرات مزید آگے لوگوں کے ایمان کو برباد کرتے ہیں اور لوگوں کو دائمی جہنمی بنانا ہی ان شیطانوں کا سب سے بڑا مشن ہے جس کے ذریعے وہ جان جوکھوں میں ڈال کر آسمانوں سے خبریں چرا کر لاتے

ہیں اور پھر اپنے دوستوں (عاملوں جادوگروں وغیرہ) کی طرف ان خبروں کو وحی کرتے ہیں جسے ''شیطانی وحی'' کہا جاتا ہے۔

اگرچہ شیطان کے ذریعے بعض غیبی خبروں سے پیشگی آگاہی حاصل کی جاسکتی ہے تاہم قرآن وسنت کی رو سے یہ عمل انتہائی قبیح ہے، جس کی تفصیل مذکورہ کتاب (بالخصوص کہانت وعرافت کے بیان) میں موجود ہے۔

جنات انسانوں کو اصلی شکل میں دکھائی نہیں دیتے جبکہ یہ بھی اسی کائنات میں بستے ہیں جس میں انسان بستے ہیں۔ بعض اوقات اس طرح ہوتا ہے کہ کوئی جادوگر کسی شیطانی جن کو مسخر کر لیتا ہے اور وہ جادوگر (عامل) اپنے شیطانی جن کے ذریعے کسی بستی یا علاقے کے لوگوں کو تنگ کرواتا ہے اور اس جن سے تنگ ہونے والے لوگ مجبوراً اس جادوگر عامل کے پاس جا کر اپنی اس مشکل کا ذکر کرتے ہیں اور اسے منہ مانگے معاوضے پر راضی کر لیتے ہیں۔ چنانچہ وہ عامل اپنے اس جن کو کچھ عرصہ تک ان لوگوں کو تنگ کرنے سے روک دیتا ہے پھر جب اسے مال ودولت کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تو وہ دوبارہ اپنے اس جن کو وہاں بھیج کر ان لوگوں کو تنگ کروانا شروع کر دیتا ہے اور اس طرح سے عامل (جادوگر) کا کام چلتا رہتا ہے۔

دریں اثنا اس طرح بھی ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص اس عامل کے پاس اپنی ضرورت کے لیے آتا ہے تو وہ عامل اپنے جن کے ذریعے پیشگی معلوم کر لیتا ہے کہ 'یہ گاہک' کس جگہ سے آیا ہے۔۔۔، اس کا کاروبار کیا ہے۔۔۔، اس کے بہن بھائی کتنے ہیں۔۔۔، اس کے گھر میں کتنے کمرے اور دروازے ہیں۔۔۔ وغیرہ وغیرہ اور پھر وہ عامل بڑی تکنیک اور رعب کے ساتھ آنے والے شخص کو پوچھے بغیر یہ ساری چیزیں بالکل صحیح صحیح بتانے لگتا ہے اور

آنے والا شخص اس عامل سے متاثر ہو جاتا ہے کہ یہ تو بڑا کمال ہے کہ اس نے پہلے ہی اتنا کچھ بتا دیا اور پھر سب کچھ صحیح بتا دیا۔۔۔!! حالانکہ یہ ساری معلومات اس جن کے ذریعے اس عامل نے حاصل کر لی تھیں!۔۔۔ ضمنی طور پر یہ بھی ایک طرح کی شیطانی وحی ہے۔

وحی الٰہی اور شیطانی وحی میں فرق

وحی الٰہی اور شیطانی وحی میں بنیادی طور پر درج ذیل نمایاں امتیازات پائے جاتے ہیں:

وحی الٰہی	شیطانی وحی
1۔اسے صرف انبیاو رسل ہی کی طرف القا کیا جاتا ہے جو انسانوں میں سب سے نیک سیرت اور پاکدامن نفوس ہوتے ہیں۔	1۔اسے ان غیر انبیاء کی طرف القاء کیا جاتا ہے جو تمام انسانوں میں سے گندے غلیظ، خبیث، جھوٹے اور کفر و شرک میں لتھڑے ہوتے ہیں۔
2۔یہ اکثر و بیشتر فرشتوں کے سردار جناب جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے پہنچائی جاتی ہے۔	2۔یہ شیطانوں کے ذریعے پہنچائی جاتی ہے۔
3۔یہ سلسلہ حضرت محمدؐ کے بعد قیامت تک کے لیے منقطع کر دیا گیا ہے البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے مستثنیٰ ہیں۔	3۔آنحضرت ﷺ کی بعثت کے بعد اس سلسلہ میں اگرچہ کمی واقع ہوئی ہے تاہم قیامت تک اس کا دروازہ کھلا رکھا گیا ہے۔
4۔اس پر عمل کرنا خدا کی رضامندی اور جنت میں داخلے کا ذریعہ ہے	4۔اس پر عمل کرنا آزمائش اور اس پر مرنا جہنم کا باعث ہے۔
5۔یہ ہر قسم کے جھوٹ کی آمیزش اور شیطانی عمل دخل سے پاک ہے۔	5۔اس میں ننانوے فیصد جھوٹ کی آمیزش اور شیطانی عمل دخل ہوتا ہے۔

6۔اس میں اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق زندگی گزارنے اور شرعی احکام پر عمل کرنے کی روح کارفرما ہوتی ہے۔

6۔اس کا تعلق کائنات کے بعض حوادث اور اخبار غیب سے ہوتا ہے۔تاکہ انہیں حاصل کر کے لوگوں کا ایمان فتنے میں ڈالا جائے۔

③ بذریعہ خواب

بنیادی طور پر خواب کی تین قسمیں ہیں:

1۔ اچھا، نیک اور سچا خواب جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔

2۔ نفسیاتی خواب۔

3۔ شیطانی خواب۔[دیکھیے صحیح بخاری (۷۰۱۷) صحیح مسلم (۲۲۶۳)]

❶ پہلی قسم کا تعلق ہمارے موضوع سے ہے اس لیے اسے ہم آخر میں بیان کریں گے۔

❷ نفسیاتی خواب سے مراد وہ خواب ہے، جس میں انسان کو وہی چیزیں نیند میں دکھائی دیتی ہیں جن سے حالت بیداری میں اس کا واسطہ رہتا ہے مثلاً کوئی شخص مخصوص کاروبار کرتا ہے تو اسے خواب میں بھی اس کاروبار میں متعلقہ چیزیں نظر آتی ہیں یا کوئی شخص بیمار ہو تو اسے بیماری سے متعلقہ چیزیں دکھائی دیتی ہیں یا کسی شخص کے ذہن میں کوئی خاص تصور بیٹھ گیا ہو تو خواب میں بھی وہی تصور اور خیال اسے دکھائی دیتا رہتا ہے۔یاد رہے کہ اس طرح کے خواب کا عملی زندگی پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

❸ شیطانی خواب سے مراد وہ ڈراؤنے اور غمزدہ یا خوف طاری کر دینے والے خواب ہیں جن میں خوفناک شکلیں اور عجیب وغریب صورتیں دکھائی دیتی ہیں اور انسان ان سے وحشت کھا کر اٹھ بیٹھتا ہے یا چیخ وپکار شروع کر دیتا ہے۔ایسے خواب شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں۔سوتے وقت آیت الکرسی اور دیگر اذکار کر لئے جائیں اور اگر ایسا کوئی خواب نظر آئے تو تین مرتبہ اعوذ باللہ پڑھ کر بائیں جانب تھوک دیا جائے تو نبی کریم ﷺ کے فرمان

کے مطابق ایسے خواب سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔

پہلی قسم کے خواب جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں ان میں انسان کو کسی بات سے پیشگی مطلع کر دیا جاتا ہے۔ اسی لیے انہیں سچا یا نیک خواب کہا جاتا ہے۔ گویا بنیادی طور پر اس خواب کی دو صورتیں ہوئیں ایک کا تعلق نیک اور اچھے خواب سے ہے، جنکے لیے احادیث میں الرویا الصالحة یا الرویا الحسنه کے الفاظ ملتے ہیں۔ جبکہ دوسری صورت کا تعلق سچے خواب سے ہے جس کے لیے احادیث میں الرویا الصادقه کے الفاظ مذکور ہیں۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ سچا خواب انسان کے لیے نیک اور اچھا بھی ہوسکتا ہے اور اس کے لیے برا اور نقصان دہ بھی ہوسکتا ہے۔ یعنی سچے خواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیشگی اطلاع دے دی جاتی ہے، وہ اطلاع انسان کے لیے اچھی اور فائدہ مند چیز کا اشارہ بھی ثابت ہوسکتی ہے اور اس کے برعکس اس میں کسی نقصان اور پریشانی کی علامت بھی ہوسکتی ہے جبکہ ایسے خواب کا واقع ہونا یقینی ہوتا ہے۔ البتہ الرویا الصالحة یا الرویا الحسنه سے مراد صرف وہی خواب ہوتا ہے جس میں نقصان کی بجائے کسی اچھی اور فائدہ مند چیز ہی کی اطلاع ہوتی ہے۔

بہر صورت اس اجمالی تعارف کے بعد موضوع کی مناسبت سے راقم یہ واضح کرنا چاہتا ہے کہ خواب کے ذریعے بھی منجانب اللہ بہت سی غیبی معلومات منکشف کر دی جاتی ہیں لیکن خواب اور وحی میں درج ذیل فرق پایا جاتا ہے:

وحی	خواب
1۔ وحی الٰہی کا تعلق صرف انبیاء کے لیے خاص ہے۔ غیر انبیا کو الہام تو ہوسکتا ہے وحی ہرگز نہیں۔	1۔ خواب، انبیاء وغیرہ انبیاء سب کے لیے یکساں ہوتا ہے بلکہ اس میں مسلم و غیر مسلم بھی برابر ہیں۔

2۔غیبی معلومات کے حصول کا سب سے مضبوط ذریعہ (وحی الٰہی) ہے۔	2۔غیر انبیا کا خواب غیبی امر کے حصول میں وحی کی نسبت کمزور ذریعہ ہے۔
3۔وحی کے الفاظ معتبر ہوتے ہیں، اس لیے اسے سمجھنے میں کوئی غموض نہیں ہوتا۔	3۔اس کا سمجھنا تعبیر پر موقوف ہوتا ہے اس لیے اس میں اخفا وغموض پایا جاتا ہے۔

4 بذریعہ الہام

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ الہام کے معنی ہیں:

''کسی شخص کے دل میں کوئی بات القا کر دینا لیکن یہ لفظ ایسی بات کے القا کے ساتھ مخصوص ہو چکا ہے جو اللہ تعالیٰ یا ملاء اعلیٰ کی جانب سے کسی شخص کے دل میں ڈال دی جاتی ہے'' (مفردات القرآن بذیل مادہ 'لھم')

الہام کی بنیادی طور پر دو صورتیں ہیں: ایک صورت تو وہ ہے جس میں ہر انسان کے دل میں خیر وشر کو پہچاننے کی صلاحیت ودیعت کی گئی ہے اور یہی صلاحیت واستعداد فطرت کہلاتی ہے جبکہ اس کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کیا جانا الہام کہلاتا ہے، قرآن مجید میں اس الہام کی طرف اس طرح اشارہ کیا گیا ہے:

﴿ونفس وما سوها فالهمها فجورها وتقوها﴾ (الشمس۔٦ تا ٨)

''قسم ہے نفس کی اور اسے درست کرنے کی، پھر اللہ تعالیٰ نے اس نفس کو برائی سے بچنے اور پرہیزگاری اختیار کرنے کی سمجھ عطا فرمائی۔''

الہام کی دوسری صورت یہ ہے کہ بسا اوقات اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی نیک صالح مسلمان کے دل میں کوئی اچھی بات ڈال دی جاتی ہے، جس کا تعلق غیب سے ہونے کیساتھ زمانہ مستقبل سے ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے پیشگی دل میں ڈال دیا جاتا ہے

جبکہ صاحب الہام حالت بیداری میں ہوتا ہے اور اگر یہ الہام انبیا کی طرف کیا جائے تو یہ بمنزلہ وحی شمار ہوتا ہے مگر غیر انبیا کا الہام وحی سے انتہائی کمزور اور خواب کے مشابہ ہوتا ہے یعنی جس طرح سچے خواب کے ذریعے کسی غیبی استقبالی امر سے مطلع کر دیا جاتا ہے اسی طرح بعض اوقات بذریعہ الہام کوئی بات دل میں ڈال دی جاتی ہے اور پھر وہ اس طرح نمودار ہوتی ہے جس طرح اس کے بارے میں خیال (الہام) پیدا ہوا تھا۔

خواب اور الہام میں بنیادی فرق یہ ہے کہ خواب کا تعلق نیند سے ہے اور الہام، حالتِ بیداری میں ہوتا ہے جبکہ خواب اور الہام میں قدر مشترک یہ ہے کہ جس طرح بعض خواب جھوٹے اور شیطانی ہوتے ہیں اسی طرح بعض الہام بھی محض شیطانی وسواس ہو سکتے ہیں۔

5 بذریعہ آثار وقرائن

بعض اوقات کوئی صاحب فہم وبصیرت، مختلف آثار وقرائن اور علامات کی روشنی میں کسی غیبی ومخفی امر تک رسائی حاصل کر لیتا ہے مثلاً کسی مریض کی شدت مرض سے اس کے فوت ہونے کا اندازہ لگا کر پیشگی یہ کہہ دینا کہ اب اس کے بچنے کی امید نہیں یا کسی ملک کی پیداوار، درآمدات برآمدات اور کرنسی وغیرہ کی پوزیشن سے اس کی معیشت کے دیوالیہ ہونے کا پیشگی اعلان کر دینا یا کسی مخصوص پارٹی کی حکومت میں ملک کی بدنظمی اور دیگر وجوہات کی بنا پر یہ اندازہ لگانا کہ اب اس یہ حکومت چند ہی دنوں میں ختم ہو جائے گی یا یہ ملک ٹوٹ جائے گا۔۔۔ وغیرہ وغیرہ

یاد رہے کہ یہ تمام اندازے اور تخمینے ہیں جن کی بنیاد مختلف قرائن وآثار، علامات و نشانات اور اسباب و وجوہات پر ہوتی ہے، اگر یہ بنیادی آثار وقرائن مضبوط ہوں اور اندازہ لگانے والا اس میدان کا ماہر ہو تو پھر وہ اندازہ بھی اکثر بیشتر قوی ہی ثابت ہوتا ہے مگر اس

کے باوجود اسے صرف اندازہ، خیال، اور امکان ہی کہا جاسکتا ہے قطعی اور سو فیصد یقینی پیش گوئی ہرگز نہیں! کیونکہ بعض اوقات قوی آثار وقرائن اور ماہر اندازہ شناس کے باوجود بات غلط ثابت ہو جاتی ہے اور یہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح ابر آلود آسمان کو دیکھ کر کوئی شخص یا محکمہ موسمیات اندازہ لگاتا ہے کہ اب بارش ہوگی، ایسے حالات میں بسا اوقات بارش ہو بھی جاتی ہے اور بسا اوقات بارش کی ایک بوند بھی نہیں گرتی!!

اگرچہ آثار وقرائن کے ذریعے بھی بہت سی مخفی چیزوں کو پیشگی معلوم کر لیا جاتا ہے تاہم یہ ذریعہ پہلے چاروں ذرائع کے مقابلے میں نسبتاً کمزور ہے۔ اسی طرح وحی الٰہی، خواب اور الہام، خداداد عطیہ ہیں جبکہ مذکورہ صورت (نمبر۵) میں کوئی بھی صاحب بصیرت آثار و قرائن کی مدد سے 'کسبی' طور پر کسی مخفی امر تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔

یاد رہے کہ آثار وقرائن کی روشنی میں کسی مخفی امر تک رسائی یا اندازہ لگانا، شرعاً ممنوع نہیں ہے۔ اس کی تفصیل کتاب ہذا میں قیافہ شناسی اور علم اثرات النجوم کے بیان میں دیکھی جاسکتی ہے۔

حاصل بحث

گذشتہ صفحات میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ غیبی معلومات کے حصول کے ذرائع صرف پانچ ہیں، جن میں سے وحی الٰہی (پہلا ذریعہ) انبیا کے لئے خاص تھا اور ہمارے لیے قرآن وسنت میں وہ تمام چیزیں قیامت تک کے لیے محفوظ کر دی گئی ہیں جو وحی کی صورت میں خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوتی رہیں جبکہ دوسرا ذریعہ (یعنی شیطانی وحی) سراسر ضلالت وشیطانیت اور کفر وشرک پر مبنی ہے جس سے اجتناب بہرصورت ضروری ہے۔ تیسرا اور چوتھا ذریعہ یعنی (خواب اور الہام) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت ہوتا ہے۔ اور ان دونوں کا تعلق اکثر وبیشتر کسی پیشگی امر سے ہوتا ہے۔ نیز تیسرا ذریعہ (یعنی

خواب)وحی کے مقابلے میں انتہائی کمزور اور چوتھا ذریعہ (الہام) تیسرے کی نسبت بہت کمزور ہوتا ہے جبکہ پانچواں ذریعہ (آثار و قرائن)ان سب کے مقابلے میں کمزور تر اور 'کسبی' ہوتا ہے۔ نیز آخری تین ذرائع کا تعلق جزوی طور پر مستقبل ہی کے چند واقعات سے ہوتا ہے۔

واضح رہے کہ ان پانچوں ذرائع کے علاوہ دیگر تمام ایسے ذرائع جن کے ذریعے انسانوں یا معاشروں کے حوالہ سے مختلف پیش گوئیوں اور غیب دانیوں کا دعویٰ کیا جاتا ہے سراسر جھوٹ فریب اور دھوکہ دہی پر مبنی ہیں ۔خواہ ان کا تعلق (ستاروں یعنی نجوم و جوتش) سے ہو یا علم جفر (اعداد و حروف) سے ہو یا علم رمل، یوگا اور مراقبہ سے ہو یا دست شناسی اور چہرہ شناسی وغیرہ سے ہو!

اسی طرح یہ بات بھی یاد رہے کہ اگر کسی موقع پر مذکورہ بالا ذرائع، وحی الٰہی سے متصادم ہو رہے ہوں، تو وہاں وحی الٰہی جو قران و سنت کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے، ہی کو بہر صورت ترجیح دی جائے گی ۔ بلکہ کسی بھی خواب، الہام کو پرکھنے کے لئے وحی الٰہی ہی کو بطور کسوٹی استعمال میں لایا جائے گا۔

باب 1

علم نجوم اور علم ھیئت کی شرعی حیثیت

- علم النجوم ر تعریف، تاریخ و پس منظر
- علم ھیئت اور علم النجوم میں فرق
- اجرامِ فلکی اور ان کے مقاصدِ سہ گانہ
- علم ھیئت اور علم نجوم کے ذریعے پیش گوئیاں
- ستاروں کی تاثیر تسلیم کرنا واضح کفر ہے!
- نجومیوں اور ان کے دلائل کا پوسٹ مارٹم

علم نجوم کیا ہے؟

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اس علم کی تعریف میں رقمطراز ہیں کہ

" هو الاستدلال بالاحوال الفلكية على الحوادث الارضية "[1]

"یعنی اجرام فلکی کی حرکت وگردش سے زمین کے حادثات وواقعات کا کھوج لگانا علم نجوم کہلاتا ہے"

مشہور مؤرخ ابن خلدون علم نجوم کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

"بعض لوگوں کی رائے ہے کہ حواس کو معطل کیے بغیر بھی غیب کی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں مثلاً نجومی تاروں کے اثرات سے، فلکی اوضاع سے، عناصر میں تاروں کے گہرے اثرات سے اور تاروں کے باہمی تناظر وغیرہ سے جو عناصر کے طبعی امتزاج پر اثر انداز ہوتے ہیں، کے ذریعے غیب کی باتیں معلوم کر لیتے ہیں۔ حالانکہ نجومی غیب سے قطعی نابلد ہوتے ہیں۔ یہ جو کچھ بتاتے ہیں محض گمان وقیاس اور صرف اندازے ہوتے ہیں جو تاروں کے فرضی اثرات پر مبنی ہوتے ہیں۔۔۔۔ بالفرض اگر علم نجوم ثابت بھی ہو تو بجز اٹکل وقیاس اور گمان ووہم کے کچھ بھی نہیں"[2]

اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں علم نجوم کے ضمن میں مقالہ نگار رقمطراز ہے کہ

"مسلمانوں کے ہاں اس علم کا اصطلاحی نام 'علم (یا صناعۃ) احکام

(۱)[مجموع الفتاوی (۱۸۔۱۰۵) فتح المجید (ص ۲۵۵)]

(۲)[(مقدمہ ابن خلدون ص۔۱۔۳۲۱)]

(یا قضایا) النجوم" ہے یا مختصراً اسے" علم صناعۃ الاحکام" کہا جاتا ہے۔ تیسری صدی عیسوی اور اس سے بعد کے بعض عرب مصنفین نے اس کے لیے 'علم النجامۃ' کا نام بھی استعمال کیا ہے۔ اس کے برعکس علم النجوم 'صناعۃ النجوم ،علم صناعۃ النجوم ،علم التنجیم کے الفاظ بلا امتیاز، علم احکام نجوم یا علم ہیئت (فلکیات) یا بیک وقت ان دونوں علوم کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔ علم نجوم کے جاننے والے کو احکامی یا نجومی کہا گیا ہے لیکن آخرلذکر نام ہیئت دان ،یا فلکی (مہندس فلکیات) کے لیے بھی استعمال ہوتا رہا ہے۔ انیسویں صدی عیسوی ہی میں جا کر منجم اور فلکی (ہیئت دان) کے درمیان کسی صحیح امتیاز کا پتہ چلتا ہے۔

اکثر فلسفی نیز فہارس کتب اور موضوعات کے مولف علوم کی اس تقسیم کا لحاظ رکھتے ہوئے جو ارسطو کے پیروؤں نے کی ہے، علم نجوم کو علوم طبیعی کی سات یا نو فروع میں شمار کرتے ہیں اور اسے علم الطب، علم القیافہ، علم الکیمیا، علم تعبیر الرؤیا وغیرہ کے ساتھ جگہ دیتے ہیں۔ اس کے برعکس منجمین ہیئت کے تتبع میں علم نجوم کو علم ہیئت یا فلکیات ہی کی ایک شاخ سمجھتے ہیں۔

علم نجوم کی بنیاد اس اصول پر ہے کہ عالم تحت القمر یا ارسطا طالیسی، عالم لکون و الفساد، میں جتنی تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں، ان سب کا اجرام سماوی کے مخصوص طبائع اور حرکات سے قریبی تعلق ہے۔ انسان جو عالم اصغر ہونے کی حیثیت سے پورے عالم اکبر کے ساتھ گہرا تعلق رکھتا ہے بالخصوص ستاروں کی تاثیرات کے تابع ہے"۔ (۱)

علم نجوم کا پس منظر

بلاشبہ سورج، چاند اور ستارے دیگر مخلوقات کی طرح، اللہ تعالیٰ کے تخلیق کردہ اجرام

(۱)[(ج ۱۴ص ۳۰۴۔۳۰۵)]

فلکی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے دیگر اشیا ہی کی طرح خاص مقاصد کے لیے پیدا فرمایا ہے اور اگر قدرے غور کیا جائے تو ان اجرام فلکی کے چند ایک نمایاں مقاصد واضح دکھائی دیتے ہیں مثلاً سورج کے ذریعے روشنی اور حرارت کا حصول، سمتوں اور اوقات کا تعین، دن اور رات کا فرق معلوم کیا جاتا ہے۔

اسی طرح چاند کے ذریعے ماہ وسال، وقت اور تاریخ کے تعین میں مدد ملتی ہے۔ علاوہ ازیں سمندروں کے مدوجزر اور پھلوں کی مٹھاس وغیرہ میں دیگر عوامل کر طرح چاند بھی ایک موثر عامل بنایا گیا ہے۔ اس طرح ستاروں کی مدد سے سمتوں کا تعین، آسمان کی زیب و زینت اور شیطانوں کو مار بھگانے کے لیے ہتھیار کا کام لیا جاتا ہے۔ (ان کی تفصیل آگے آرہی ہے)

اللہ تعالیٰ نے ازل ہی سے اجرام فلکی کی رفتار و حرکات کیساتھ مندرجہ چیزوں کو مربوط کر رکھا ہے اور جب انسانوں نے ان سیاروں اور ستاروں کی حرکات کا بغور مشاہدہ کرنا شروع کیا تو انہوں نے انسانی تاریخ کے آغاز ہی میں دن رات کا فرق، دنوں کی تقسیم، ماہ و سال کا اندازہ، سمتوں کا تعین، موسموں کی تقسم وغیرہ جس بنیادی چیزوں کو طے کر لیا اور پھر جیسے جیسے ان فلکی اجرام کے گہرے مشاہدے کیے گئے، ویسے ویسے ہی انسان ان اجرام سے متعلقہ ایسی بہت سی چیزوں کا ادراک کرتا گیا جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے تخلیقی مقاصد میں شامل کر رکھا تھا اور بلا شبہ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت و اذن ہی سے ممکن ہوا۔

انہی معلومات کو علم فلکیات، علم ھیئت، علم النجوم، علم صناعۃ التنجیم وغیرہ ناموں سے موسوم کیا جاتا رہا۔ لیکن پھر آہستہ آہستہ لوگوں نے ان اجرام فلکی کیساتھ بہت سی ایسی چیزوں کو مربوط کرنا شروع کر دیا جنکا ان اجرام سے قطعی طور پر کوئی تعلق نہ تھا مثلاً ان اجرام فلکی کی حرکت و رفتار کیساتھ لوگوں کی قسمت کے فیصلے کیے جانے لگے، انسانی زندگی میں عروج وزوال، صحت وسقم، فقر و غنیٰ غمی و خوشی، کامیابی و ناکامی، فتح و شکست، ترقی

وزوال، وغیرہ جیسی بہت سی چیزوں میں بھی ان اجرام کو قطعی موثر سمجھا جانے لگا۔ ان کی حرکت وگردش کیساتھ غیب کے دعوے اور مستقبل کی خبریں دی جانے لگیں۔ پھر رفتہ رفتہ توہم پرست انسان نے اپنی زندگی کے ہر معاملے کو دینی ومذہبی تعلیمات کی بجائے انہی اجرام سے وابستہ کرلیا اور نوبت ایں جاں رسید کہ انہیں (معاذاللہ) خدائی کا درجہ دیا جانے لگا!!

ان کی ایک ادنی سے مثال یہ بھی پیش کی جاسکتی ہے کہ ہفتہ کے دنوں کے نام انہی اجرام فلکی سے منسوب کر کے رکھے گئے جیسے انگریزی زبان میں اتوار کو سنڈے (Sunday) سے موسوم کیا جاتا ہے جس کا ترجمہ ہے سورج کا دن یعنی اس دن کو سورج دیوتا کا دن قرار دیا گیا۔ سوموار کو منڈے (Monday) کہا جاتا ہے یعنی چاند کا دن۔ گویا سورج کی طرح چاند کو بھی دیوتا تسلیم کیا گیا ہے اور اس دن کو چاند کی طرف منسوب کیا گیا۔

منگل کو ٹیوزڈے (Tyuesday) سے موسوم کیا گیا ہے یعنی ٹیو، دیوتا کا دن اور یہ ٹیو دراصل مریخ سیارے کے دیوتا کا نام ہے جسکی طرف اس دن کی نسبت کی گئی ہے۔ اسی طرح بدھ کو وینس ڈے (Wednesday) سے موسوم کیا گیا ہے اور (Weden) دراصل عطارد سیارے کے دیوتا کا نام ہے جسکی طرف یہ دن منسوب ہے۔ اسی طرح کہا جاتا ہے کہ (Weden) دیوتا کے ایک بیٹے کا نام (Thor) ہے جو رعد (گرج کڑک) کا دیوتا تھا اسے سیارہ مشتری کا دیوتا قرار دے کر اس کے نام سے جمعرات کو (Thursday) سے موسوم کیا جاتا ہے۔

اور weden دیوتا کی بیوی کا نام فرگ (Frigg) یا (Friga) تھا جو زہرہ سیارے کی دیوی تھی اور اسی مناسبت سے جمعہ کو (Friday) یعنی فرگ دیوی کا دن کہا جانے لگا۔ ہفتہ کو سیچر ڈے (Saturday) کہا جاتا ہے اور (Satur) دراصل زحل

سیارے کا نام ہے اور یہی اس کا دیوتا ہے۔ چنانچہ اسی سیارے کی طرف ہفتہ کا دن منسوب کر دیا گیا۔

اسی طرح ہندوؤں کے ہاں بھی ہفتہ کے دنوں کو مختلف سیاروں کی طرف منسوب کیا گیا ہے مثلاً اہل ہند زہرہ سیارے کو 'شکر' کہتے ہیں اور اسی مناسبت سے جمعہ کو 'شکروار' سے موسوم کیا جاتا ہے اور زحل کو سینچر نام سے پکارتے ہیں اور اسی نسبت سے ہفتہ کو سینچر وار سے پکارتے ہیں۔ اسی طرح انگریزی مہینوں کے نام بھی مختلف سیاروں کی طرف منسوب کر کے رکھے گئے ہیں مثلاً پہلا انگریزی مہینہ (January) کہلاتا ہے اور یہ لفظ (جنوری) اہل مغرب کے معتقدات کے مطابق، جینس نامی رومن دیوتا کی چونکہ یاد تازہ کرتا ہے لہٰذا اسی دیوتا کر طرف اس مہینے کو منسوب کر دیا گیا۔

مذکورہ ہندی یا انگریزی (عیسائی) تقویم میں ہفتہ وار دنوں کے نام چونکہ دیوی دیوتاؤں اور سیاروں، ستاروں، کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے شرک کا پہلو نمایاں کرتے تھے۔ اس لیے اسلام نے شرک کی بیخ کنی کرتے ہوئے ان دنوں کی نسبت کسی بھی مخلوق کی طرف کرنے کی بجائے، محض عدد پر ان کی بنیاد رکھی تاکہ ان میں شرک کا شائبہ تک نہ ہو۔ اسلامی تقویم کے مطابق ہفتہ وار دنوں کے نام حسب ذیل ہیں:

(۱) یوم الجمعہ (جمعہ)

(۲) یوم السبت (ہفتہ)

(۳) یوم الاحد (اتوار)

(۴) یوم الاثنین (سوموار)

(۵) یوم الثلثاء (منگل)

(۶) یوم الاربعاء (بدھ)

(۷) یوم الخمیس (جمعرات)

علم ھیئت اور علم نجوم میں فرق

گذشتہ بحث اور پس منظر کو مد نظر رکھتے ہوئے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اجرام سماوی سے متعلقہ علم بنیادی طور پر دو طرح سے مشہور ہوا۔ ایک علم ھیئت، جو ریاضیات ہی کی ایک شاخ ہے اور دوسرا علم اثرات النجوم۔

علم ھیئت کی تعریف میں علامہ ابن خلدون رقمطراز ہیں کہ

''علم ھیئت میں ثابت متحرک اور متحیر سیاروں کا مطالعہ کیا جاتا ہے اور ان مختلف حرکات سے جو ان سے لازمی طور پر پیدا ہوتی ہیں افلاک کی اشکال واضاع پر براہین ہندسہ کے ذریعے سے استدلال کیا جاتا ہے''(۱)

نواب صدیق حسن خان قنوجیؒ "مدینة العلوم" کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ

''ھو علم یعرف منه احوال الاجرام البسیطة العلویة والسلفیة واشکالها واوضاعها ومقادیرها وابعادها''(۲)

''یعنی علم ھیئت ایک ایسا علم ہے جس میں تمام اجرام سماوی کے احوال گردش اور ان اجرام کی شکلیں، صورتیں، کیفیتیں، اور مسافتیں معلوم کی جاتی ہیں''۔

چونکہ اس علم میں کوئی ایسی بات نہ تھی جسے خلاف شرع کہا جا سکتا ہو اس لیے علماء نے اسے جائز، شریف، مستحسن، جلیل القدر، اور عظیم المنفعت، علم قرار دیا ہے۔(۳)

علاوہ ازیں تاریخی طور پر بھی یہ بات ثابت ہے کہ مسلمان سائنسدان اس علم ھیئت میں خصوصی دلچسپی لیتے رہے ہیں حتیٰ کہ عباسی دور میں مسلمانوں نے علم ھیئت کو بامِ عروج تک پہنچا دیا اور اس علمی ترقی کے لیے بڑی بڑی رصد گاہیں تیار کی گئیں، وسیع بنیادوں پر

[(۱) مقدمہ ابن خلدون (ج ۲ ص ۳۹۰)]

[(۲) (ابجد العلوم ج ۲ ص ۵۷۶)]

[(۳) (حوالہ سابقہ)]

تجربات کیے گئے، اجرام فلکی کی حرکت و گردش معلوم کرنے کے لے جدید اور نہایت قیمتی آلات تیار کیے گئے، طاقتور دوربینیں ایجاد کی گئیں، ستاروں کے نام اور فہرستیں تیار کی گئیں، ان کی رفتار، روشنی، حرکت، زمین سے دوری، اور خسوف وکسوف پر روشنی ڈالی گئی، ماہ وسال کی مدت معین کی گئی دنیا کا بہترین کیلنڈر تیار کیا گیا۔ علاوہ ازیں علم ھیت پر مسلمان سائنس دانوں نے گراں قدر کتابیں تصنیف کیں جو آج بھی یورپ و امریکہ کی یونیورسٹیز میں پڑھائی جاتی ہیں۔ (۱)

قرآن وسنت کی روشنی میں اگر اس علم ھیت کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے اس پر کسی قسم کی کوئی قدغن نہیں لگائی بلکہ اس کے حصول کی طرف رغبت دلائی ہے جیسا کہ درج ذیل دلائل سے معلوم ہوتا ہے:

❶ ﴿هو الذی جعل الشمس ضیاء ا والقمر نورا وقدره منازل لتعلموا عدد السنین والحساب ماخلق الله ذلک الا بالحق یفصل الایات لقوم یعلمون﴾ (یونس۔٦)

''اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا اور چاند کو نورانی بنایا اور اس کے لیے منزلیں مقرر کیں تا کہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کر لیا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں بے فائدہ پیدا نہیں کیں۔ وہ یہ دلائل ان کو صاف صاف بتا رہا ہے جو علم ودانش رکھتے ہیں۔''

❷ ﴿والشمس تجری لمستقرلها ذلک تقدیر العزیز العلیم o والقمر قدرنه منازل حتیٰ عاد کالعر جون القدیم o لا الشمس ینبغی لها ان تدرک القمر ولا اللیل سابق النهار وکل فی فلک یسبحون﴾ (یٰس ٣٨ تا ٤٠)

---

(۱)[تفصیل کی لیے ملاحظہ ہو''تاریخ آف فیتھ (ص ۲۲۱) بحوالہ یورپ پر اسلام کے احسانات (ص ۲۲۲-۲۲۳)]

''اور سورج کے لیے جو مقرر راہ ہے، وہ اسی پر چلتا ہے یہ اندازہ ہے (ٹھہرایا ہوا اس) غالب، باعلم اللہ تعالیٰ کا۔ اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر رکھیں ہیں یہاں تک کہ وہ لوٹ کر پرانی ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے۔ نہ آفتاب کی یہ مجال ہے کہ چاند کو پکڑے اور نہ رات دن پر آگے بڑھ جانے والی ہے اور یہ سب کے سب آسمان پر تیرتے پھرتے ہیں''۔

3 ﴿ يسئلونک عن الاهلة قل هی مواقيت للناس والحج﴾

''لوگ آپ ﷺ سے چاند کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ یہ لوگوں کی (عبادت) کے وقتوں اور حج کے موسم کے لیے ہے''۔ (البقرہ ۱۸۹)

4 ﴿ فالق الاصباح وجعل اليل ساكنا ولشمس ولقمر حسبانا ذلک تقديرلعزيز العليم ﴾

''وہ صبح کا نکالنے والا ہے اور اس نے رات کو راحت کی چیز بنایا۔ شمس وقمر کو (مقررہ) حساب سے رکھا۔ یہ ایسی ذات کی طے کردہ بات ہے جو بڑی قادر اور علم والی ہے''۔ (الانعام ۹۶)۔

5 ﴿والشمس والقمر والنجوم مسخرت بامره الا له الخلق والا مر تبارک الله رب العلمين﴾ (الاعراف۔۵۴)

''سورج، چاند اور دوسرے ستارے کو پیدا کیا، ایسے طور پر کہ سب اس کے حکم تابع ہیں اور یاد رکھو اللہ ہی کے لیے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا۔ بڑی خوبیوں والا ہے اللہ تعالیٰ، جو تمام عالم کا پروردگار ہے''۔

6 ﴿وسخرالشمس ولقمر کل يجری لاجل مسمی ﴾

''اسی اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو ماتحتی میں لگا رکھا ہے۔ ہر ایک میعاد معین پر گذشت کر رہا ہے''۔ (الرعد۔۲۔ فاطر۔۱۳۔ الزمر۔۵)

❼ ﴿الشمس والقمر بحسبان﴾ (الرحمٰن۔۵)

'''سورج اور چاند (مقررہ) حساب سے ہیں''۔

ان آیات سے واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ لوگوں کو دنیاوی معاملات مثلاً کاروبار شادی بیاہ، سفر، جنگ، صلح، وغیرہ سے ان اجرام ساوی کا کوئی تعلق نہیں البتہ ان فلکی اجرام کا ماہ وسال، اوقات، موسم وغیرہ سے تعلق ہے جیسا کہ مندرجہ بالا آیات میں مذکور ہے کہ چاند کی منزلیں مقرر ہیں۔ پھر ھیئت دانوں نے تجربہ ومشاہدہ سے بالآخر یہ معلوم کر لیا کہ چاند کی اٹھائیس (28) منزلیں ہیں اور ہر رات چاند ایک منزل طے کرتا جاتا ہے۔ پہلی منزلوں میں وہ چھوٹا اور باریک دکھائی دیتا ہے، پھر بتدریج بڑا اور واضح دکھائی دینے لگتا ہے حتیٰ کہ چودہویں منزل پر وہ مکمل اور پرنور، بدرِ کامل بن جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد دوبارہ سکڑنا اور باریک ہونا شروع ہو جاتا ہے حتیٰ کہ آخر میں ایک یا دو راتیں غائب رہنے کے بعد پھر ہلال کی صورت میں طلوع ہو جاتا ہے جبکہ سورج میں اس طرح کی کمی بیشی والی صورت نہ مشاہدے میں آئی ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف کوئی اشارہ کیا ہے (البتہ سورج کی طبعی گردش سے ھیئت دانوں نے شمسی تقویم بھی تیار کر رکھی ہے) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قمری تقویم فطرت کے زیادہ قریب، آسان، زیادہ واضح اور غلطی کے امکان سے زیادہ بعید ہے۔

ان آیات سے دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ ھیئت دانوں کا اجرام فلکی کی حرکت و گردش کی مناسبت سے چند بظاہر پیچیدہ معلومات جمع کر لینا غیب دانی ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ اجرام فلکی تو ازل ہی سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع فرمان ہو کر، اپنے اپنے مداروں اور منزلوں میں اپنا سفر طے کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے زمینی موسموں کا تغیر اور وقتوں کا تعین ان کی حرکت وگردش سے اس طرح مربوط کر رکھا ہے کہ اس کی یہ عظیم مخلوق (اجرام فلکی) اس سے سر مو انحراف نہیں کر سکتی اور انسان کا کمال بس یہی ہے کہ اس نے روزمرہ کے مشاہدے

اوران طبعی حقائق کی بنیاد پر اپنے حسابی تقویمی نظریات جاری کردیئے ہیں۔ اس لیے اسے غیب دانی سے تعبیر کرنا حماقت ونادانی ہے بلکہ اگر تاریخ پر نگاہ ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ انسان ان طبعی حقائق کو سمجھنے میں اکثر و بیشتر غلط فہمی کا شکار بھی ہوتا رہا ہے جیسا کہ ان علوم سے متعلقہ کتابوں میں سائنس دانوں اور ھیئت دانوں کے نظری وعملی اختلافات کی مثالیں اس حقیقت کو آشکارا کرتی ہیں۔

یہاں ایک اور اہم بات بھی پیش نظر رہے ہیں "علم ھیئت" کی تاریخی ارتقاء کے ساتھ ساتھ بہت سی ذیلی شاخیں اور فروعی قسمیں متعارف ہوتی چلی آئی ہیں [جیسا کہ طاش کبریٰ زائدہ نے اپنی کتاب "مفتاح السعادة" (ص ۱۵۷ تا ۳۶۷) میں علم ھیئت کی تقریباً تیں ذیلی اقسام کا تذکرہ کیا ہے جو سو صفحات پر پھیلا ہوا ہے] اگرچہ ان اقسام کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے لیکن چند اصول وقواعد کی بنیاد پر انہیں ایک دوسرے سے جدا بھی تصور کیا جاتا ہے۔ ان میں سے اکثر و بیشتر اقسام کی بنیاد اگرچہ طبعی حقائق (یعنی Facts and Figures) پر ہے اور شرعی طور پر ان سے مستفید ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں مثلاً

علم آلات الساعة (وقت معلوم کرنے کے آلات کا علم)

علم مواسم السنة (سال بھر کے مختلف موسموں کا علم)

علم کتابة التقویم (کیلنڈر تیار کرنے کا علم)

علم خواص الاقالیم (مختلف علاقہ جات کی سردی گرمی، آب وہوا وغیرہ سے متعلقہ علم)

علم المواقیت (اوقات معلوم کرنے کا علم) وغیرہ۔

لیکن علم ھیئت کی بعض قسموں کی بنیاد محض تخمینوں اور اندازوں پر ہے مثلاً ایک علم الملاحم ہے جس میں قوموں اور ملکوں کے درمیان ماضی یا مستقبل میں ہونے والی جنگوں

کا تعین کیا جاتا ہے۔ اس علم میں قرائن کی بنیاد پر ماضی کی جنگوں کی تاریخ کا تعین تو منع نہیں البتہ مستقبل کی جنگوں کا محض اندازوں سے تعین کرنا قابل اعتراض ہے۔ اس لیے کہ یہ براہ راست غیب سے تعلق رکھنے والی چیز ہے اور غیب کا علم بجز خدائے واحد کے کوئی نہیں رکھتا۔

البتہ اللہ تعالیٰ چونکہ انبیاء کو بسا اوقات غیبی معلومات بذریعہ وحی پہنچا دیا کرتے تھے اور آنحضرت ﷺ کو بھی بذریعہ وحی قیامت سے پہلے کچھ بڑے بڑے فتنوں اور جنگوں کے بارے میں آگاہ کر دیا گیا تھا اور آپ ﷺ نے وہ ساری معلومات اپنی امت کو بیان کر دی ہیں جو احادیث کی کتابوں میں محفوظ ہیں اور ان صحیح احادیث کی روشنی ہی میں ایسے کئی مسائل پر بحث و تحیص کی گنجائش ہے بصورت دیگر ہرگز نہیں۔

علم اثرات النجوم

علم فلکیات میں علم ھیئت اور اس کی بہت سی ذیلی اقسام بلاشبہ شریعت کی نظر میں جائز بلکہ مستحب ہیں البتہ علم اثرات النجوم ایک ایسی قسم ہے جس کی شریعت سخت مذمت کرتی ہے کیونکہ اس میں کفر و شرک پر مبنی عقائد پائے جاتے ہیں مثلاً ستاروں کو اس کائنات کی تبدیلیوں میں ایک مؤثر عامل سمجھنا، انسانی زندگی کے مدوجزر، عروج وزوال، فتح وشکست، نفع ونقصان، کامیابی ونا کامی وغیرہ کو ستاروں کی حرکت وگردش سے مربوط سمجھنا، ان کے ذریعے مستقبل کی خبریں اور پیش آنے والے واقعات کا کھوج لگانا اور اسی نوع کی دیگر تمام چیزیں انسان کو کفر تک لے جاتی ہیں کیونکہ یہ ستارے تو خود بندھے ہوئے ہیں اور کائنات کی تبدیلیوں میں انہیں کوئی حیثیت حاصل نہیں بلکہ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو مدبر و مؤثر خیال کرنا تو صریح شرک ہے لیکن انسان ہمیشہ سے اس آسمانی مخلوق کے بارے میں عجیب وغریب توہمات کا شکار رہا ہے اور انبیاء بھی ہمیشہ ان کے باطل اوہام اور غلط خیالات کی تردید کرتے رہے ہیں۔ آیئے اب ہم دین اسلام کی روشنی میں ''نجوم

پرستی'' کا جائزہ لیتے ہیں۔

ستاروں کے مقاصد سہ گانہ

قرآن وسنت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو بنیادی طور پر تین مقاصد کے لیے پیدا فرمایا ہے:

1. رستوں اور سمتوں کی معلومات کے لیے
2. آسمان کی زیب وزینت کے لیے
3. شیطانوں کو مار بھگانے کے لیے۔

ان مقاصد ثلاثہ کی تفصیل درج ذیل ہے:

1 راستوں اور سمتوں کے تعین کے لیے

قرآن مجید کی درج ذیل آیات سے اس کے بارے میں معلومایت حاصل ہوتی ہیں:

(1) وهو الذی جعل لکم النجوم لتهتدوا بها فی ظلمٰت البر والبحر قد فصلنا الایات لقوم یعلمون ۝ (الانعام۔۹۷)

''اور اسی ذات باری تعالیٰ نے تمہارے لیے ستاروں کو پیدا فرمایا تا کہ تم ان کے ذریعے سے اندھیروں میں، خشکی میں اور دریا میں راستہ معلوم کرو بلاشبہ ہم نے دلائل خوب کھول کھول کر بیان کردیے ہیں؛ ان لوگوں کے لیے جو فہم وشعور رکھتے ہیں۔''

(2) والقی فی الارض رواسی ان تمید بکم وانهارا و سبلا لعلکم تهتدون ۝ وعلامات وبالنجم هم یهتدون ۝ افمن یخلق کمن لایخلق افلا تذکرون ۝ (النحل ۱۵تا۱۷)

''اور اس اللہ تعالیٰ نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیے تا کہ (وہ زمین) تمہیں ہلا نہ

دے اور نہریں اور راہیں بنا دیں تا کہ تم منزل مقصود کو پہنچو اور بھی بہت سی نشانیاں مقرر فرمائیں اور ستاوں سے بھی لوگ راہ حاصل کرتے ہیں۔ تو کیا وہ جو پیدا کرتا ہے، اس جیسا ہے جو پیدا نہیں کر سکتا؟ کیا تم بالکل نہیں سوچتے"۔

(3) هو الذی جعل الشمس ضیاء و القمر نورا و قدره منازل لتعلموا عدد السنین و الحساب ما خلق الله ذلک الا بالحق یفصل الایات لقوم یعلمون ٥ (یونس ٦)

"اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا اور ماہتاب کو منور بنایا اور اس کے لیے منزلیں مقرر کیں تا کہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کر لیا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں بے فائدہ پیدا نہیں کیں"۔

یاد رہے کہ ستاروں اور دیگر اجرام فلکی کے تخلیقی مقاصد میں سے یہی ایک مقصد انسانوں کے لیے مختلف چیزوں کی معلومات کے لیے مفید اور مشروع (جائز) ہے اور یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ اس کا تعلق بھی علم ھیت کی ان مختلف شاخوں سے ہے جنکے ذریعے ماہ وسال کا تعین، اوقات کا تقرر، کیلنڈروں کی تیاری اور سمتوں کے تعین وغیرہ میں فائدہ حاصل کیا جاتا ہے جبکہ لوگوں کی تقدیر، کامیابی و ناکامی، فتح و شکست، وغیرہ جیسی غیبی باتوں میں ان ستاروں اور سیاروں کا کوئی عمل دخل نہیں بلکہ ان معاملات میں انہیں مؤثر سمجھنا شرک ہے جیسا کہ آئندہ سطور سے واضح ہوگا۔

❷ آسمان کی زیب وزینت کے لئے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(1) انا زینا السماء الدنیا بزینة الکواکب ٥ (الصافات۔ ٦)

"ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں سے آراستہ کیا"۔

(2) ولقد زينا السماء الدنيا بمصابيح ٥(الملك ـ ٥)

”بے شک ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے زینت والا بنا دیا“۔

(3) ولقد جعلنا في السماء بروجا و زينها للنظرين ٥(الحجر ١٦)

”یقیناً ہم نے آسمان میں برج بنائے اور دیکھنے والوں کے لئے اسے سجا دیا گیا“

(4) وزينا السماء الدنيا بمصابيح وحفظا ٥(فصلت ١٢)

”اور ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے زینت دی اور نگہبانی کی“۔

3 شیطانوں کو مار بھگانے کے لئے

قرآن مجید میں ستاروں کی تخلیق کا تیسرا مقصد یہ بیان کیا گیا ہے کہ انہیں ان شیطانوں کے خلاف بطور ہتھیار استعمال کیا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی آسمانی مجلس سے کوئی بات چرانے کے لیے عالم بالا کا رخ کرتے ہیں، اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) انا زينا السماء الدنيا بزينة الكواكب ٥وحفظا من كل شيطان مارد ٥لا يسمعون الى الملاء الأعلىٰ ويقذفون من كل جانب ٥دحورا و لهم عذاب و اصب ٥الا من خطف الخطفة فاتبعه شهاب ثاقب ٥(الصافات ٦ تا ١٠)

”یقیناً ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں کی زینت سے آراستہ کیا اور سرکش شیطان سے عالم بالا کے فرشتوں (کی باتوں) کو سننے کے لئے وہ کان بھی نہیں لگا سکتے بلکہ ہر طرف سے ان پر (شہاب) مارے جاتے ہیں تا کہ وہ بھاگ کھڑے ہوں اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے۔ تاہم اگر کوئی ایک آدھی بات لے اڑے تو فوراً اس کے پیچھے دہکتا ہوا شعلہ لگ جاتا ہے۔“

(2) ولقد زينا السماء الدنيا بمصابيح وجعلنها رجوما للشيطين

واعتدنا لهم عذاب السعير (الملک۔۵)

''بے شک ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے زینت والا بنادیا اور انہیں شیطانوں کے مارنے کا ذریعہ بنادیا اور شیطانوں کے لئے ہم نے (دوزخ کا جلانے والا) عذاب تیار کر رکھا ہے''۔

(3) قرآن مجید میں خود جنوں کا اعتراف موجود ہے کہ ستارے ہم پر شعلہ بن کر برستے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ۔

وانا لمسنا السمآ الدنیا فوجدناها ملئت حرسا شدیداً وشهبا o وانا كنا نقعد منها مقاعد للسمع فمن يستمع الآن يجد له شهابا رصدا o وانا لا ندری اشر ارید بمن فی الارض ام اراد بهم ربهم رشدا o وانا ظننا ان لن نعجز الله فی الارض ولن نعجزه هربا o (الجن۔۸تا۱۲)

''اور ہم نے آسمان کو ٹٹول کر دیکھا تو اسے سخت چوکیداروں اور سخت شعلوں سے پُر پایا۔ اس سے پہلے ہم باتیں سننے کے لیئے آسمان میں جگہ جگہ بیٹھ جایا کرتے تھے اب جو بھی کان لگاتا ہے وہ ایک شعلہ کو اپنی تاک میں پاتا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ زمین والوں کے ساتھ کسی برائی کا ارادہ کیا گیا ہے یا انکے رب کا ارادہ انکے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہے اور یہ کہ بے شک بعض تو ہم میں نیکوکار ہیں اور بعض اس کے برعکس بھی ہیں۔ ہم مختلف طریقوں سے بٹے ہوئے تھے اور ہم نے سمجھ لیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کو زمین میں عاجز نہیں کرسکتے اور نہ ہم بھاگ کر اسے ہرا سکتے ہیں''۔

(4) ولقد جعلنا فی السماء بروجا و زینا ها لنظرین o وحفظنها من كل شیطن الرجیم o الا من استرق السمع فاتبعه شهاب مبین o (الحجر ۱۶ تا ۱۸)

"یقیناً ہم نے آسمان میں برج بنائے ہیں اور دیکھنے والوں کے لیئے اسے سجا دیا اور اسے ہر مردود شیطان سے محفوظ رکھا ہے۔ مگر جو چوری چھپے سننے کی کوشش کرے اسکے پیچھے دھکتا ہوا کھلا شعلہ لگتا ہے"۔

(5) وما تنزلت به الشياطين o وما ينبغي لهم وما يستطيعون o انهم عن السمع لمعزولون o (الشعراء ۲۱۰۔۲۱۲)

"اس قرآن کو شیطان لے کر نہیں آئے۔ یہ بات نہ ان کے لیے لائق ہے اور نہ وہ ایسا کر سکتے ہیں۔ وہ تو اسے سننے سے بھی دور رکھے گئے ہیں"۔

ستاروں کے اس تیسرے مقصد کی تائید و توضیح اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اذا قضى الله الامر في السماء ضربت الملئكة با جنحتها خضعانا لقوله كأنه سلسلة على صفوان فاذا فزع عن قلوبهم قالوا ماذا قال ربكم؟ قالوا: للذى قال الحق وهو العلى الكبير، فيسمعها مسترق السمع ومسترق السمع هكذا بعضه فوق بعض، ووصف سفيان بكفه فحرفها وبدد بين اصابعه، فيسمع الكلمة فيلقيها الى من تحته حتىٰ يلقيها على لسان الساحر او الكاهن فربما ادرك الشهاب قبل ان يلقيها وربما القها قبل ان يدركه فيكذب معها مائة كذبة فيقال اليس قد قال لنا يوم كذا وكذا كذا وكذا فيصدق بتلك الكلمة التى سمع من السماء "[1]

"جب اللہ تعالیٰ آسمان پر کسی بات کا فیصلہ کرتا ہے تو فرشتے اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو سن کر جھکتے ہوئے، عاجزی کرتے ہوئے اپنے بازو (یعنی پر) پھڑ پھڑاتے ہیں۔

(۱) [(بخاری کتاب التفسیر: باب قولہ حتی اذا فزع عن قلوبھم ....) رقم (۴۸۰۰)]

اللہ کا فرمان انہیں اس طرح سنائی دیتا ہے جیسے صاف چکنے پتھر پر زنجیر چلانے سے آواز پیدا ہوتی ہے۔ پھر جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو وہ آپس میں پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ حق بات کا حکم فرمایا ہے اور وہ بہت اونچا، سب سے بڑا ہے۔ پھر انکی یہی گفتگو چوری چھپے سننے والے شیطان سن کر بھاگتے ہیں۔ یہ شیطان ایک دوسرے کے اوپر اس طرح قطار باندھے ہوئے ہوتے ہیں۔۔۔ سفیان راوی نے اپنی ہتھیلیاں موڑ کر انگلیاں الگ الگ کر ان کی کیفیت بتائی ۔۔۔ پھر وہ شیطان کوئی ایک بات سن لیتے ہیں اور اپنے سے نیچے والے کو بتاتے ہیں، اس طرح وہ بات جادوگر یا کاہن تک پہنچ جاتی ہے۔ کبھی تو ایسے ہوتا ہے کہ اس سے پہلے کہ وہ بات اپنے سے نیچے والے کو بتائے، آگ کا گولا اسے آدبوچتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جب وہ آگے بات بتا دیتا ہے، تو پھر آگ کا شعلہ اسے لگتا ہے۔ پھر وہ کاہن اس میں سو جھوٹ ملا کر لوگوں کو بتاتا ہے (جب اس کاہن کی ایک بات صحیح ہو جاتی ہے تو اس کے ماننے والوں کی طرف سے اس کی تصدیق کرتے ہوئے) کہا جاتا ہے کہ فلاں دن فلاں کاہن نے بالکل اسی طرح ہم سے نہیں کہا تھا؟ اسی ایک بات کی وجہ سے جسے آسمانوں سے شیاطین نے سنا تھا (پھر کاہنوں اور جادوگروں کو بتائی تھی) کاہنوں وغیرہ کو لوگ سچا سمجھنے لگتے ہیں''۔

ستاروں اور سیاروں کی تاثیر تسلیم کرنا صریح کفر و شرک ہے

گذشتہ دلائل سے معلوم ہوا کہ ستاروں کی تخلیق کے تین ہی مقاصد ہیں اور ان مقاصد سہ گانہ کے علاوہ ان کا کوئی مقصد نہیں اور نہ ہی انسانی زندگی کی تبدیلیوں یا مستقبل کی باتوں (پیشگوئیوں) سے ان کا تعلق ہے البتہ ستاروں کے پہلے مقصد یعنی راستوں اور

سمتوں کے تعین میں ان سے مدد لی جاتی ہے اور علم ھیئت فی الحقیقت اسی مقصد کے حصول کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے۔ علم ھیئت میں جتنی بھی ترقی کی جائے ہرگز مذموم نہیں۔ لیکن اگر ستاروں کو کائنات کا مؤثر عامل (Factor) سمجھا جانے لگے اور ان کی بنیاد پر مستقبل کی غیبی خبروں کے حصول کے دعوے کئے جانے لگیں تو پھر اسے نہ علم ھیئت سے موسوم کیا جا سکتا ہے اور نہ اس کی کوئی قطعی حقیقت ہے اور نہ ہی شریعت اس کی اجازت دیتی ہے بلکہ ایسی صورت میں شریعت اس کی سخت مذمت کرتی ہے جیسا کہ درج ذیل دلائل سے ثابت ہے:

(1) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من اقتبس علما من علم النجوم اقتبس شعبة من السحر زاد ما زاد (۱)

''جس شخص نے علم نجوم حاصل کیا اس نے جادو کا ایک حصہ سیکھا وہ جتنا زیادہ علم نجوم سیکھے گا اتنا ہی زیادہ جادو میں مبتلا ہوتا جائے گا۔''

(2) حضرت قتادہ تابعیؒ فرماتے ہیں کہ

خلق هذه النجوم الثلاث جعلها زينة للسماء ورجوما لشياطين وعلامات يهتدى بها فمن تاول فيها بغير ذلك اخطا واضاع نصيبه وتكلف مالا علم له به (۱)

''ان ستاروں کو تین مقاصد کے لیے پیدا کیا گیا ہے ایک تو اللہ تعالیٰ نے انہیں آسمان کی خوبصورتی کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ دوسرا شیاطین کو مار بھگانے کے لیے اور تیسرا انہیں راستہ معلوم کرنے کے لیے نشانی بنایا ہے۔ لہذا جس شخص نے ان (تین مقاصد) کے سوا دیگر باتیں کہیں تو اس نے غلطی کی اور اپنا حصہ تباہ کر لیا اور جو

(۱)[ابوداؤد کتاب الطب: باب فی النجوم (۵-۳۹)]
(۲)[کتاب البخاری بدء الخلق: باب فی النجوم]

بات غیب کی معلوم نہیں ہو سکتی تھی اسے معلوم کرنے میں تکلف کیا"۔

(3) حضرت زید بن خالد جہنیؓ فرماتے ہیں کہ

صلی لنا رسول اللہ ﷺ صلاۃ الصبح بالحدیبیۃ علی اثر سماء کانت من اللیلۃ فلما نصرف اقبل علی الناس فقال: اصبح من عبادی مومن بی و کافر فاما من قال فطرنا بفضل اللہ ورحمتہ فذلک مومن بی و کافر بالکوکب واما من قال (فطرنا) بنوء کذا وکذا فذلک کافر بی ومومن بالکوکب[1]

حضرت زید بن خالد جہنیؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حدیبیہ میں ہم کو صبح کی نماز پڑھائی۔ رات کو بارش ہو چکی تھی نماز کے بعد آپ ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا معلوم ہے تمہارے رب نے کیا فیصلہ کیا ہے؟ لوگ بولے: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ خوب جانتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ پروردگار فرماتا ہے آج میرے دو طرح کے بندوں نے صبح کی۔ ایک مومن اور ایک کافر۔ جس نے کہا اللہ کے فضل ورحم سے بارش ہوئی وہ تو مجھ پر ایمان لایا اور ستاروں کا منکر ہوا اور جس نے کہا فلاں تارے کے فلاں جگہ آنے سے بارش ہوئی تو اسی نے میرا کفر کیا اور وہ تاروں پر ایمان لایا۔

(4) حضرت ابو مالک اشعریؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اربع فی امتی من امر الجاھلیۃ لا یترکونھن؛ الفخر فی الحساب والطعن فی الانساب والاستسقاء باالنجوم والنیاحۃ"

"میری امت میں دور جاہلیت کی چار چیزیں ایسی ہیں جنہیں یہ نہیں

(۱)[(بخاری کتاب الاذان، باب یستقبل الامام الناس اذا سلم (۸۴۶)۔(۱۰۳۸) مسلم، کتاب الایمان (۷۱) احمد (۴۔۱۱۷) موطا (۱۔۱۹۲)]

چھوڑیں گے: (۱) اپنے حسب نسب پر فخر (۲) حسب نسب پر طعن کرنا (۳) تاروں سے بارش طلب کرنا (۴) نوحہ کرنا"۔ [۱]

(5) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ عہد رسالت میں ایک مرتبہ بارش ہوئی تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

"اصبح من الناس شاکرا ومنھم کافر قالوا: ھذہ ھذہ رحمة اللہ وقال بعضھم لقد صدق نوء کذا وکذا قال فنزلت ھذہ الایة: فلااقسم بمواقع النجوم.... حتی بلغ وتجعلون رزقکم انکم تکذبون"[۲]

"لوگوں نے اس حال میں صبح کی کہ ان میں سے بعض شکر گزار ہوئے اور بعض ناشکرے (اللہ تعالیٰ کے شکر گزاروں نے کہا) یہ اللہ کی رحمت سے بارش ہوئی اور بعض ناشکروں نے کہا کہ یہ بارش تو فلاں فلاں ستارے (پچھتر) کے ذریعے ہوئی ہے راویٔ حدیث فرماتے ہیں کہ اس ضمن میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں:

فلا اقسم بمواقع النجوم .....وتجعلون رزقکم انک تکذبون

"میں ستاروں کے محل وقوع کی قسم کھاتا ہوں.....اور اس میں اپنا حصہ تم نے یہ رکھا ہے کہ تم اسے (یعنی اللہ تعالیٰ کو) جھٹلاتے ہو!" (اللہ کو جھٹلانے کا کیا معنی ہے اس کے لئے روایت نمبر ۱۰ ملاحظہ فرمائیں)

(6) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"الم تروا الی ماقال ربکم عزو جل؟ قال: مانعمت علی عبادی

---

(۱)[(مسلم۔کتاب الجنائز: باب التشدید فی النیاحة (۹۳۴)۔ابن ماجہ (۱۵۸۱) ابن حبان (۳۱۴۳) احمد (۵۔۳۴۲) حاکم (۱۔۳۸۳) عبدالرزاق (۶۶۸۶)]

(۲)[(مسلم کتاب الایمان۔باب بیان کفر من قال فطرنا بالنوء۔(۷۳)]

من نعمة الا صبح فریق منهم بها كافرين يقولون: الكواكب وبالكواكب"[1]

"کیا تم دیکھتے نہیں کہ تمہارا رب کیا کہتا ہے؟ تمہارا رب یہ کہتا ہے کہ اپنے بندوں پر میں نے جب بھی کوئی انعام کیا ان میں سے ہمیشہ ایک فریق نے صبح کے وقت اس سے انکار کیا اور کہنے لگے کہ تارے تارے۔ (یعنی بارش کی نعمت تاروں کے وجہ سے حاصل ہوئی نعوذ باللہ)۔

(7) حضرت ابوہریرہ ہی سے مروی ہے ایک دوسری روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ما انزل الله من السماء من بركة الا اصبح فريق من الناس بها كافر بن ينز ال الله الغيث فيقولون الكوكب كذا وكذا "(ایضاً)

"اللہ تعالیٰ نے جب بھی آسمان سے کوئی برکت (بارش کی شکل میں) نازل فرمائی تب ہی لوگوں میں ایک فرقے نے اس نعمت و برکت پر کفر کیا۔ بارش تو اللہ تعالیٰ برساتے ہیں جبکہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ فلاں فلاں تارے کے ڈوبنے یا طلوع ہونے سے بارش ہوئی"۔

(8) حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اخاف علی امتی خصلتين تكذيباً بالقدر و ايمانا بانجوم"[2]

"مجھے اپنی امت کے بارے میں دو چیزوں کا اندیشہ ہے: ایک، تقدیر کی تکذیب کا اور دوسرا، نجوم پر ایمان لانے کا"۔

---

(۱)[(مسلم کتاب الایمان)(۷۲)]

(۲)[(ابویعلی (۳۹۱۱) مجمع الزوائد (۳-۱۲) امام ھیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں امام سیوطیؒ نے بھی اس راویت کو حسن کہا ہے بحوالہ فتح المجید (ص ۲۵۷)]

(9) حضرت ابو محجنؓ سے مروی روایت میں تین چیزوں کا ذکر ہے یعنی اس میں ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا:

"اخاف علی امتی ثلاثا حیف الائمة وایمانا باالنجوم وتکذیبا بالقدر (۱)

"مجھے اپنی امت کے بارے میں تین چیزوں کا خطرہ ہے:
(۱) امراء و حکام کا ظلم (۲) تاروں پر ایمان (۳) تقدیر کی تکذیب۔"

(10) حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ اس آیت ۔۔۔۔۔ وتجعلون رزقکم انکم تکذبون (تم اپنی شکر گزاری یہی پیش کرتے ہو کہ تم اللہ کو جھٹلاتے ہو؟! سورۃ الواقعہ) ۔۔۔۔ کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

تقولون مطرنا بنوء کذا و کذا بنجم کذا و کذا (۲)

"تم یہ کہتے ہو کہ ہمیں فلاں فلاں تارے کی وجہ سے بارش نصیب ہوئی!" (گویا یہ اللہ کی نعمت یعنی بارش کی ناشکری ہے)

علم اثرات النجوم اور محقق علماء کی آراء

مذکورہ احادیث میں ستاروں کی تاثیر کو تسلیم کرنے کو، کفر و شرک اور جہالت کے زمرہ میں داخل کیا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ علماء اسلام نے ہمیشہ علم ھیئت کے سوا علم اثرات النجوم کی سخت مذمت کی ہے۔ آئمہ سلف میں سے چند ایک کے اقوال درج ذیل ہیں:

امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

"من قال مطرنا بنوء کذا و کذا علی ما کان بعض اهل الشرک

---

(۱) [(رواہ ابن عساکر وحسنہ السیوطی بحوالہ فتح المجید ص (۲۵۷) مسند احمد]
[(احمد ۱-۱۰۸) تفسیر ابن کثیر (۴-۳۲۲)]

یعنون من اضافة المطر الی انه مطر نوء کذا فذلک کفر کما قال رسول اللہ ﷺ لان النوء وقت والوقت مخلوق لا یملک لنفسه ولا لغیره شیئا ومن قال مطرنا بنوء کذا علی معنی مطرنا فی وقت کذا فلا یکون کفرا"[1]

"جس شخص نے مشرکوں کی طرح یہ کہا کہ فلاں فلاں تارے کیوجہ سے بارش ہوئی اور بارش کو کسی تارے کا مرہون منت خیال کیا، تو یہ کفر ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے کفر قرار دیا ہے اس لیے کہ تاروں کا طلوع وغروب وقت کے ساتھ ہے اور وقت مخلوق ہے۔ مخلوق اپنے یا دوسرے کے نفع یا نقصان کی مالک ہرگز نہیں لیکن اگر کسی شخص نے کہا کہ فلاں فلاں تارے سے بارش ہوئی اور اس کی مراد یہ ہو کہ فلاں وقت میں بارش ہوئی تو پھر یہ کفر نہیں"۔

امام احمد بن حنبلؒ:

امام احمد بن حنبلؒ سے کاہنوں، عرافوں، نجومیوں، جادوگروں وغیرہ کے بارے میں دو فیصلے منقول ہیں ایک تو یہ کہ انہیں قتل کر دیا جائے اور دوسرا یہ کہ جب تک یہ توبہ نہ کرلیں، انہیں قید ہی میں ڈالے رکھا جائے۔[2]

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے علم نجوم کے حوالے سے کئی مقامات[3] پر بحث کی ہے جس کا ملخص یہ ہے کہ شیخ موصوف کے نزدیک علم نجوم کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم کا تعلق ماہ و سال کے تعین، خسوف و کسوف اور سمتوں کی معلومات وغیرہ یعنی علم ھیئت

(۱)[(فتح الباری ۲۔۵۲۳)]

(۲)[(تفصیل کے لیے دیکھئے: المغنی لابن قدامہ ج ۱۲۔ص ۳۰۴ تا ۳۰۶)]

(۳)[مثلاً دیکھئے: مجموع الفتاوی (ج ۳۵۔ص ۱۰۲ تا ۱۲۰) (ج ۲۴۔ص ۱۳۹ تا ۱۴۲) (ج ۲۵۔ص ۱۰۸ تا ۱۱۰)

پر موقوف ہے اور موصوف نے اسے جائز قرار دیا ہے مثلاً سورج گرہن اور چاند گرہن کا پیشگی معلوم کر لینے کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ

''واما لعلم بالعادة فی الکسوف والخسوف فانما یعرفه من یعرف حساب جریا نهما ولیس خبر الحاسب بذلک من باب علم الغیب ولا من باب مایخبربه من الاحکام التی یکون کذبه فیها اعظم من صدقه فان ذلک قول بلا علم ثابت وبناء علی غیر اصل صحیح''(۱)

''ہر وہ شخص جو شمس وقمر کی گردش کا حساب جانتا ہے، وہ ان کے گرہن کی پیشگی معلومات حاصل کر سکتا ہے۔ ھیئت دان کا شمس وقمر کے گرہن کی خبر دینا علم غیب نہیں اور نہ ہی اسکی خبر اس نجومی کی طرح ہے جو ستاروں کے اثرات کی خبریں دیتا ہے اور اسکی خبریں اکثر و بیشتر جھوٹی ہوتی ہیں کیونکہ (ہیئت دان کے برعکس) اس نجومی کا علم بلا دلیل اور بے بنیاد ہے۔''

شیخ الاسلام ستاروں کی تاثیر کے قائل لوگوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

"واعتقاد المعتقد ان نجما من النجوم السبعة هو المتولی لسعده ونحسه اعتقاد فاسد وان المعتقدانه هو المدبر له فهو کافر وکذلک ان انضم الی ذلک دعاؤه والاستعانة به کان کفرا وشرکا محضا (۲)

''یعنی اگر کوئی سات ستاروں میں سے کسی ستارے کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ ستارہ اس کی سعادت وشقاوت (تقدیر) کا والی وارث ہے تو اس کا یہ

(۱)[(ایضاً ۲۴۔۱۴۰)]

(۲)[(ایضاً ۳۵۔۱۰۸)]

عقیدہ فاسد ہے اور اگر وہ شخص اس ستارے کو اپنا مدبر و منتظم سمجھے تو وہ کافر ہے۔اسی طرح اگر وہ اس سے دعا اور مدد مانگے تو یہ بھی صریح کفر و شرک ہے"۔

حافظ ابن قیمؒ

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے شاگرد رشید حافظ ابن قیمؒ نے بھی اس موضوع پر خاصی مفید بحث سپرد قلم فرمائی ہے حتیٰ کہ اپنی کتاب مفتاح دار السعادہ میں موصوف نے تقریباً سو صفحات نجومیوں کی عقلی و نقلی تردید میں صرف کئے ہیں۔اسی طرح اپنی دوسری مایہ ناز کتاب "زاد المعاد" میں رقمطراز ہیں کہ

"اللہ تعالیٰ نے شمس و قمر کی گردش اور انکے اختلاف مطالع کو موسموں کی تبدیلی کا سبب بنایا ہے اور موسموں کی تبدیلی سردی، گرمی اور مختلف آب و ہوا وغیرہ کا سبب بنتی ہے اور جو شخص ان اجرام فلکی کی حرکت و گردش اور اختلاف مطالع سے واقف ہو، وہ ان کے ذریعے نباتات و حیوانات وغیرہ میں آنے والے تغیر کو معلوم کر لیتا ہے۔اور یہ ایسی سادہ اور عام فہم چیز ہے کہ کسان، زمیندار اور ماہی گیر وغیرہ بھی ان معلومات وغیرہ تک رسائی رکھتے ہیں۔۔۔(اس کے موصوف نجومیوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ) کاہنوں اور نجومیوں وغیرہ کو انکے شیطان دوستوں سے مدد ملتی ہے اور ان کا کام صحیح نہیں خواہ ان میں سے کوئی نجومی کتنا ہی سچا نیک اور دینداری کیوں نہ دکھائی دیتا ہو بلکہ یہ جادوگروں کی طرح ہیں۔ان میں سے کوئی شخص جتنا جھوٹا، گنہگار اور اللہ، اس کے رسول اور دین سے دور ہوگا اتنا ہی اسکا جادو زور آور اور پرتاثیر ہوگا جبکہ دین و شریعت کا معاملہ یہ ہے کہ دیندار شخص جس قدر نیک سچا اور باعمل ہوگا اتنا ہی اس کا خواب قوی ہوگا اور یہ اللہ کی توفیق سے ہے"۔[1]

---

(۱)[(زاد المعاد ج ۵۔ص ۶۹۹۔۷۰۰)]

موصوف مزید فرماتے ہیں کہ

"ولا ریب ان الایمان بما جاء به محمدﷺ وبما یجی به هؤ لا ء ،لا یجتمعان فی قلب واحد" (ایضاً ۷۹)

''اس میں ہرگز کوئی شک نہیں کہ حضرت محمدﷺ کے لائے ہوئے دین پر ایمان لانا اور ان نجومیوں ،کاہنوں،وغیرہ کی باتوں کو تسلیم کرنا، ایک ہی دل میں یہ دونوں متضاد چیزیں جمع نہیں ہوسکتیں۔یعنی یا تو انسان آنحضرتﷺ کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے ان علوم کو سیکھنے اور نجومیوں ،کاہنوں،وغیرہ کے پاس جانے سے اجتناب کرے گا یا پھر ان چیزوں کا رتکاب کرے گا تو دین محمدی سے اس کا کوئی تعلق نہیں رہے گا''۔

حافظ ابن کثیرؒ

حافظ ابن کثیرؒ اس آیت۔۔۔فلا اقسم بما واقع النجوم۔۔۔کے تحت ستاروں کی عدم تاثیر سے متعلقہ روایات ذکر کرنے کے بعد رقمطراز ہیں کہ

لا ان ذلک النوء مؤثر بنفسه فی نزول المطر فان هذا هو المنهی عن اعتقاده"[1]

''ستاروں کا طلوع وغروب بذات خود بارش برسانے میں مؤثر نہیں بلکہ یہی تو وہ چیز ہے جس کا عقیدہ رکھنے سے اسلام میں ممانعت ہے''۔

حافظ ابن حجرؒ

جس روایت میں ستاروں کی تاثیر تسلیم کرنے والے کو کافر کہا گیا ہے، اس کی شرح میں حافظ ابن حجرؒ رقمطراز ہیں کہ

(۱)[(تفسیر ابن کثیر۴۔۲۶۷)]

یحتمل ان یکون المراد بالکفرھنا کفر الشرک بقرینة مقابلة بالایمان ویحتمل ان یکون المراد به کفر النعمة ....وعلی الاول حمله کثیر من اھل العلم" (۱)

"یہ احتمال ہے کہ یہاں کفر سے مراد شرک اکبر (اور کفر صریح) ہو کیونکہ اسکے مقابلے میں ایمان کا قرینہ موجود ہو۔ (پھر اس موقف کی تائید میں مزید احمد کی ایک حدیث ذکر کی ہے) اور یہ بھی احتمال ہوسکتا ہے کہ یہاں کفر سے کفران نعمت مراد ہو۔۔۔لیکن اکثر اہل علم نے پہلے معنی ہی مراد لیے ہیں۔"

ابن حجرؒ مزید رقمطراز ہیں کہ

"عہد جاہلیت میں لوگ یہ خیال کرتے تھے کہ نزول بارش تاروں کا مرہون منت ہے۔ یا تو ان کے گمان میں تارے بذات خود بارش برساتے ہیں یا پھر وہ تاروں (طلوع وغروب) کو بارش کی علامت سمجھتے تھے تو شریعت اسلام نے انکے خیالات کو باطل قرار دیا اور اسے اس صورت میں کفر قرار دیدیا کہ جب کوئی ان تاروں کو بذات خود بارش برسانے والا خیال کرے اور یہ کفر وشرک ہے اور اگر کوئی بطور تجربہ یہ بات کہے (کہ فلاں تارے کے غروب ہونے اور فلاں کے طلوع ہونے سے بارش ہوئی) تو یہ اگرچہ شرک اکبر نہیں لیکن اس پر کفران نعمت کا اطلاق ضرور ہوتا ہے"۔ (ایضاً)

امام نوویؒ:

امام نووی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ

"فاختلف العلما فی کفر من قال مطرنا بنوء کذا علی قولین

(۱)[(فتح الباری۔۲۔۵۲۳)]

احدهما هو كفر باالله تعالىٰ سالب لاصل الايمان مخرج من ملة السلام قالوا وهذا فيمن قال ذلك معتقدا ان الكوكب فاعل مدبر منشئ للمطر كما كان بعض اهل الجاهلية يزعم،ومن اعتقد هذا فلا شك في كفره وهذا القول هوالذى ذهب اليه جماهير العلماء والشافعي منهم وهو ظاهر الحديث قالوا وعلى هذا لو قالوا امطرنا بنوء كذا معتقدا انه من لله وبرحمته وان النوء ميقات له وعلامة اعتبار العادة فكانه قال مطرنا في وقت كذا فهٰذا لا يكفر واختلفوا في كراهته والاظهر كراهته تنزيه لا اثم فيها"(1)

"اہل علم کا اس بات میں اختلاف ہے کہ جو شخص یہ بات کہے کہ ہمیں فلاں فلاں تارے سے بارش نصیب ہوئی کیا وہ کافر ہے یا نہیں؟ ایک قول کے مطابق یہ کفر اکبر ہے جو ایمان کو ختم اور اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔لیکن علما کا یہ موقف اس شخص کے بارے میں ہے جو ستاروں کو مدبر و منتظم اور نزول مطر کا مالک و فاعل سمجھتا ہے جیسا کہ جاہلوں کا یہ خیال ہوا کرتا تھا۔لہذا جو شخص یہی اعتقاد رکھے،اس کے کفر میں کوئی شک باقی نہیں ۔جمہور علما اور امام شافعی کا یہی موقف ہے اور حدیث کا متبادر مفہوم بھی اسی کی تائید کرتا ہے۔علماء کا کہنا ہے کہ اگر کوئی یہ جملہ اس نیت کیساتھ کہے کہ بارش تو اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت سے ہوئی ہے مگر یہ تارے بارش کا وقت اور علامت ہیں اور اسکی بنیاد عام عادت (مشاہدہ) ہے تو گویا ایسی نیت کیساتھ اس جملے کے قائل کو کافر قرار نہیں دیا جا سکتا۔البتہ اس کے باوجود،اس کی کراہیت میں اختلاف ہے۔اور زیادہ واضح بات یہ ہے کہ یہ کراہت تنزیہی ہے اور اس میں کوئی گناہ نہیں"۔

(۱)[(شرح مسلم للنووی ج۲۔ص۲۴۸)]

امام قرطبیؒ:

لیس المنجم ومن ضاهاه ممن یضرب بالحصی وینظر فی الکتاب ویزجر بالطیر ممن ارتضاه الله تعالیٰ من رسول فیطلعه علی ما یشاء من غیبه بل هو کافر بالله مفتر علیه بحدسه و تخمینه و کذبه"(۱)

"نجومی، کاہن، عامل، اور فال گیری کرنے والے ....وغیرہ کسی پیغمبر کی طرح نہیں جسے اللہ تعالیٰ نے منتخب فرما کر جس غیبی معاملے سے چاہے باخبر کردے بلکہ یہ نجومی وغیرہ تو اللہ کے ساتھ کفر کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر اپنے اندازوں، تخمینوں اور جھوٹ کیساتھ تہمت باندھتے ہیں"۔

علامہ ابن رجبؒ:

"والماذون فی تعلمه التسییر لاعلم التاثیر فانه باطل محرم قلیله وکثیره واما علم التسییر فیتعلم ما یحتاج الیه من الا هتدا ومعرفة القبلة والطرق جائز عندالجمهور"(۲)

"جمہور علماء کے نزدیک وہ علم نجوم جس سے انسان اپنا سفر صحیح طور پر جاری رکھ سکے یا جس سے جہت قبلہ یا راستہ معلوم ہو سکے، جائز اور مباح ہے۔لیکن وہ علم نجوم جس سے ایک دوسرے پر اثر مرتب ہونا ثابت کیا جائے وہ خواہ کم ہو یا زیادہ، حرام اور باطل ہے"۔

امام خطابیؒ:

---

(۱)[(تفسیر قرطبی ج۱۹۔ص۲۸)]

(۲)[(فتح المجید ص ۲۵۷)]

امام خطابیؒ فرماتے ہیں کہ

"وہ علم جس کی کتاب وسنت میں ممانعت کی گئی ہے، وہ یہ ہے کہ نجومی یہ دعویٰ کرے کہ آنے والے فلاں دن یا فلاں مہینے میں حادثہ رونما ہوگا۔ یا اس قسم کی ہوا چلے گی یا فلاں وقت بارش ہوگی یا فلاں چیز مہنگی ہوگی یا فلاں چیز سستی ہوگی وغیرہ وغیرہ۔۔۔ اس قسم کی پیشگوئی سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ فلاں ستارہ جب فلاں برج میں داخل ہوتا ہے یا فلاں فلاں ستارے جب جمع یا الگ ہوجاتے ہیں تو انکی وجہ سے زمین پر اس قسم کے انقلابات وتغیرات ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ نجومیوں کا یہ دعویٰ حقیقت میں علم غیب کا دعویٰ ہے حالانکہ علم غیب صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے"۔ (۱)

نیز فرماتے ہیں کہ

"وہ علم نجوم جس سے تجربہ ومشاہدہ کے بعد زوالِ شمس اور سمتِ قبلہ وغیرہ معلوم کی جاتی ہے، اس کا حاصل کرنا ممنوع نہیں ہے کیونکہ اسمیں صرف یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ جب تک سایہ کم ہوتا رہے گا، سورج مشرقی کنارہ سے وسط آسمان کی طرف بڑھتا جائے گا اور جب سایہ زیادہ ہونے لگے گا تو وسط آسمان سے سورج مغربی کنارے کی طرف گرنا شروع ہوجائے گا اور یہ ایک صحیح علم ہے جسکا ادراک مشاہدے سے ہوتا ہے۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ اس فن کے جاننے والوں نے ایسے آلات ایجاد کر لیے ہیں جنکی وجہ سے آدمی سورج کی رفتار کا ہر وقت معائنہ کرنے کا محتاج نہیں رہا اور جنکے مطالعہ سے ایسے اہل علم نے قوانین وضع کیے ہیں جن کے دینی شغف اور معرفت اسلام میں ہمیں کوئی شک نہیں اور ہم اسے اس معاملے میں سچا سمجھتے ہیں"۔ (۲)

(۱) [(فتح المجید ص ۲۵۵)]

(۲) [(ایضاً ص ۲۵۷)]

امام غزالیؒ:

ابن عابدین، امام غزالیؒ کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ

''علم نجوم کی ممانعت کی تین وجوہات ہیں:

(۱) لوگوں کی اکثریت کے لیے یہ مضر علم ہے کیونکہ جب انہیں یہ بتایا جائیگا کہ فلاں فلاں ستاروں کی گردش کی وجہ سے فلاں فلاں تغیر و تبدل رونما ہوتا ہے تو عامہ امت ستاروں کو مؤثر سمجھ بیٹھے گی۔

(۲) دوسری وجہ ممانعت یہ ہے کہ نجومی اس علم کیساتھ محض اندازے اور تخمینے ہی لگاتے ہیں کوئی یقینی بات نہیں کر سکتے۔ اور حضرت ادریس علیہ السلام کے حوالے سے جو بیان کیا جاتا ہے تو وہ انکا معجزہ تھا جو اٹھا لیا گیا۔

(۳) اور تیسری وجہ یہ ہے کہ ان اندازوں کا بھی کوئی فائدہ نہیں کیونکہ جو تقدیر میں لکھا جا چکا ہے وہ لا محالہ ہو کر ہی رہے گا، خواہ انسان اس سے بچنے کی لاکھ کوششیں کر لے''۔ (۱)

علم ھیئت کے ذریعے پیش گوئی

علم ھیئت اور علم نجوم کی حدود و شرائط اور افتراق و امتیاز کے بعد اب ہم یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ علم ھیئت اور علم نجوم کے ذریعے کی جانے والی پیشگوئیوں میں بھی فرق ہے۔ پہلے علم ھیئت کے حوالے سے بحث کیجاتی ہے:

دراصل پیش گوئی کے اگر لغوی معنی کو مدنظر رکھیں تو اسکے مطابق کسی بھی چیز کی پیشگی خبر کو پیشگوئی کہا جا سکتا ہے خواہ اصطلاحی طور پر وہ پیش گوئی کہلانے کی مستحق ہی کیوں نہ ہو مثلاً اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ فلاں گاڑی میں ایک لیٹر ایندھن (پٹرول) ڈالنے سے چالیس

---

(۱) [(حاشیہ ابن عابدین۔ا۔۳۰)]

(40) کلومیٹر کا سفر با آسانی طے کیا جا سکتا ہے اور اس بنیاد پر جب وہ دیکھے گا کہ اس گاڑی میں دو لیٹر پٹرول موجود ہے تو وہ اپنا علمی سکہ منوانے کے لیے کہے کہ میں پیشگوئی کرتا ہوں کہ یہ گاڑی اسی (80) کلومیٹر سفر طے کرنے سے پہلے بند نہ ہوگی۔ مگر اسی کلومیٹر کے بعد حتمی طور پر یہ بند ہو جائے گی۔ اب کوئی وقوف جاہل تو اس سے دھوکا کھا سکتا ہے مگر کوئی صاحب بصیرت خود دھوکے میں مبتلا ہونے کی بجائے ایسے شخص کی پیشگوئی پر ماتم ہی کرے گا۔ کیونکہ یہ تو ایک مشاہدے اور تجربے کی بات ہے اور جو چیز اس طرح پہلے ہی مشاہدے میں ہو اس کی پیش گوئی نہیں کی جاتی اور نہ ہی یہ اصطلاحاً پیش گوئی کے زمرے میں داخل ہے۔

اسے مزید آسانی کے لیے ایک اور مثال سے سمجھئے کہ کوئی شخص کہے کہ میں پیش گوئی کرتا ہوں کہ دو اور دو کو جب بھی جمع کرو گے تو نتیجہ چار ہی نکلے گا! تو ایسی پیشگوئی کرنے والے کی بات سے علمی دنیا میں کوئی تہلکہ برپا نہیں ہو جائے گا!!

اگر یہ مثالیں سمجھ آ جائیں تو پھر علم ھیئت کی بنیاد پر کی جانے والی پیشگوئیوں کی حقیقت از خود سمجھ میں آ جاتی ہے کیونکہ ان کی بنیاد بھی اسی طرح روزمرہ کے تجربات و مشاہدات پر ہوتی ہے۔ اس کی مزید وضاحت کے لیے ہم مولانا عبد الرحمٰن کیلانی مرحوم کی معروف کتاب 'الشمس و القمر بحسبان' سے چند ایسے اقتباسات پیش کیے دیتے ہیں جن میں مرحوم نے علم ہیئت کی بنیاد پر مختلف اوقات و سنین معلوم کرنے کے سائنٹفک قاعدے پیش کیے ہیں:

سن عیسوی کی کسی معینہ تاریخ کو دن معلوم کرنے کے طریقے کے عنوان میں دن معلوم کرنے کا طریقہ بتاتے ہوئے مولانا رقم طراز ہیں کہ

''موجودہ عیسوی کیلنڈر میں ہفتے کا پہلا دن سوموار اور آخری دن اتوار قرار دیا گیا ہے۔ نیز یہ کہ یکم جنوری 1ء کو سوموار کا دن تھا۔ گویا یکم جنوری 1ء ہفتے کا پہلا دن تھا۔ لہٰذا ہم

کسی معینہ تاریخ کو دن معلوم کرنے کے لیے درج ذیل اقدامات اختیار کریں گے:

(1) ہر چار سو سال کے دن 146097 ہوتے ہیں اور یہ عدد (7) پر پورا تقسیم ہو جاتا ہے اور 20871 مکمل ہفتے بن جاتے ہیں، گویا ہر 400 سال کا آخری دن اتوار ہوگا اور 400 سال کے لیے صفر کا ہندسہ لیں گے۔

(2) ہر عام صدی کے لیے 36524 دن ہوتے ہیں۔ 7 پر تقسیم کرنے سے 5217 ہفتے بنتے ہیں اور 5 دن بچ جاتے ہیں۔لہذا ہر عام صدی کے لیے 5 کا ہندسہ لیں گے۔

(3) ہر عام سال کے لیے 365 دن ہوتے ہیں 7 پر تقسیم کرنے سے 52 ہفتے بنتے ہیں اور ایک دن بچتا ہے۔لہذا ہر سال کے لیے ایک کا ہندسہ لیا جائے گا اور ہر سال لیپ کے لیے ایک کا ہندسہ مزید جمع کیا جائے گا۔

(4) اسی طرح رواں سال کے گزشتہ مہینوں کے دنوں کا شمار اسی طریق سے ہو گا۔جنوری کے لیے 3 دن (31 کو 7 پر تقسیم کرنے سے 3 باقی بچتا ہے) فروری، عام سال، لیپ کا سال، 1 دن مارچ 3 دن، اپریل 2 دن، علی ہذا القیاس مطلوبہ دن تک شمار کیا جائے گا۔

(5) بعد ازاں ان سب مدات سے بچے ہوئے دنوں کو جمع کر کے پھر 7 پر تقسیم کیا جائے۔ اگر ایک بچے تو سوموار کا دن ہوگا۔اب مندرجہ بالا طریق کی رو سے درج ذیل مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

مثال نمبر 1: 16 فروری 1382ء کو کون سا دن تھا؟

حل: (1) یہ تو ہم جانتے ہیں کہ ہر 400 سال کے لیے (۰) دن شمار ہوگا لہذا 1200 سال کے لیے = (۰) دن۔

(2) اب صرف ایک صدی (تیرہویں) باقی رہتی ہے اور ہر عام صدی کے لیے 5 دن شمار کرنے ہیں۔ 100 سال کے لیے=5 دن۔

(3) 81 گذشتہ سالوں کیلئے

ایک دن فی سال کے حساب سے=81 دن۔

اور درمیانی لیپ سال کے حساب سے=20 دن (کل 101 دن)

7 پر تقسیم کرنے کے بعد باقی=(3 دن)

(4) ماہ جنوری کے 31 دن 7 پر تقسیم کرنے کے بعد باقی=3 دن۔

ماہ فروری کے 16 دن۔ 7 پر تقسیم کرنے کے بعد باقی=2 دن۔

کل دن=13

(5) 7 پر تقسم کرنے سے باقی 6 دن بچتے ہیں لہذا مطلوبہ تاریخ کو ہفتہ کا دن ہو گا''(۱)

مذکورہ تقویم سے جس طرح ماضی کے دن معلوم کیے جاتے ہیں اسی طرح مستقبل کے دن اور تاریخ بھی متعین کی جاسکتی ہے۔ اور کیلنڈروں بھی اسی طرح تیار کئے جاتے ہیں۔

اسی طرح موصوف ''ہجری تقویم میں دن معلوم کرنے کے مختلف طریق'' بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

''یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ قمری تقویم میں ہفتے کا پہلا دن جمعہ ہوتا ہے اور آخری دن جمعرات۔ اگر مجموعہ ایام کو 7 پر تقسیم کرنے سے ایک باقی بچے تو جمعہ ہوگا۔ دو بچیں تو ہفتہ ہو گا اور تین بچیں تو اتوار۔ علی ہذا القیاس اگر صفر بچے تو جمعرات کا دن ہو گا۔ مندرجہ بالا تصریح کے بعد اب ہم کسی معینہ ہجری تاریخ کا دن معلوم کرنے کے نکات پیش کرتے ہیں:

(۱) [الشمس و القمر بحسبان، (ص 157 تا 159)]

(1) ہر دور کبیر 7 دور صغیر یا 7x10631 کا دن ہوتا ہے اور سات پر تقسیم کرنے سے 10631 ہفتے بنتے ہیں اور باقی صفر بچتا ہے لہذا ہر دور کبیر کے لیے صفر کا ہندسہ لیا جائے گا۔

(2) دور صغیر 10631 دن کا ہوتا ہے۔7 پر تقسیم کرنے سے 1518 ہفتے بنتے ہیں اور پانچ باقی بچتے ہیں۔لہذا ہر دور صغیر کے لیے پانچ کا ہندسہ لیا جائیگا۔

(3) ہر عام سال کے لیے 354 دن ہوتے ہیں۔7 پر تقسیم کرنے سے 50 ہفتے بنتے ہیں اور چار باقی بچ جاتے ہیں۔لہذا ہر پورے اور عام سال کے لئے 4 کا ہندسہ لیا جائے گا اور لیپ کے سالوں کے لیے جو 355 دن ہوتے ہیں۔ایک کا ہندسہ مزید جمع کرنا ہو گا۔یاد رہے کہ لیپ کے سال یہ ہیں۔2-5-7-10-13-16-18-21-24-26-29

(4) رواں سال کے مہینوں کی گنتی معینہ تاریخ تک اس ترتیب سے کیجئے۔محرم کیلیے 30 کی بجائے 2 (کیونکہ 30 کو 7 پر تقسیم کرنے سے باقی 2 بچتا ہے ۔) صفر کے لیے ایک۔ربیع الاول کے لیے دو۔علی ہذالقیاس تا معینہ تاریخ۔

(5) مندرجہ بالا چار اقدامات سے باقی ہندسوں کو جمع کر لیجئے۔اگر سات سے زیادہ ہیں تو سات پر تقسیم کر لیجئے،باقی اگر ایک بچے تو جمعہ ہوگا۔دو بچیں تو ہفتہ ہوگا۔علی ہذالقیاس اور یہی مطلوبہ دن ہوگا۔"(1)

پھر موصوف نے مختلف مثالوں کے ساتھ اس کی مزید توضیح سپرد قلم فرمائی ہے جو یقیناً لائق مطالعہ ہے۔

سورج گرہن، چاند گرہن اور دم دار ستارے وغیرہ کے متعلق پیشگی خبر دینا

سورج بذات خود روشن ہے جبکہ زمین اور چاند کی اپنی کوئی روشنی نہیں ہوتی بلکہ یہ اس وقت ہی روشن ہوتے ہیں جب ان پر سورج کی روشنی پڑتی ہے۔نیز سورج اور چاند دونوں

(1)[(تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو الشمس والقمر بحسبان ص ۱۳۵ تا ۱۳۶)]

ٹھوس وجود رکھتے ہیں جسکی وجہ سے سورج کی روشنی کے شعاعیں جب ان پر پڑتی ہیں تو ان میں سے گزر نہیں پاتیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب کبھی چاند گردش کرتے ہوئے سورج اور زمین کے بالکل درمیان میں آ جاتا ہے تو پھر سورج کی روشنی چاند تک محدود ہو کر زمین پر نہیں پہنچنے پاتی، جسکے نتیجے میں زمین سے سورج کا رنگ تانبے کے رنگ کی طرح نظر آتا ہے۔ سورج کی اسی بدلی ہوئی کیفیت کو سورج گرہن کہا جاتا ہے۔

اسی طرح جب کبھی زمین حرکت کرتے ہوئے سورج اور چاند کے درمیان آ جاتی ہے تو سورج کی شعاعیں چاند تک نہیں پہنچ پاتی اور ایسی حالت کو چاند گرہن سے موسوم کیا جاتا ہے۔ چاند اور سورج گرہن کی بنیادی وجہ چونکہ زمین یا چاند کا سورج کی روشنی کے درمیان آنا ہے، اس لیے ماہر فلکیات اور ھیئت وان جو سالہا سال سے اجرام فلکی کی حرکت وگردش کے بارے میں تجربات کرتے آئے ہیں، انہوں نے مسلسل جدو جہد کے بعد کائنات کے اس فطری نظام کے بارے میں حقیقت کو پالیا ہے کہ گرہن لگنے کی وجوہات کیا ہیں اور کتنے دنوں مہینوں اور سالوں کے بعد دوبارہ وہی صورتحال پیدا ہو جاتی ہے اور جب بارہا تجربات سے انہیں ان چیزوں کا یقین ہو گیا تو انہوں نے لوگوں کو بھی اس دریافت سے باخبر کرنا شروع کر دیا۔

اسی طرح اجرام سماوی کی حرکت و گردش کا مسلسل مطالعہ کرنے کے بعد ماہرین فلکیات نے دیگر بہت سے حقائق کو آشکارہ کیا مثلاً انہوں نے یہ معلوم کر لیا کہ ایک مخصوص وقت کے بعد دم دار ستارہ زمین کے قریب سے گردش کرتے ہوئے گزرتا ہے۔ اسی لیے ھیئت دان گرہن کی طرح دم دار ستارے کے بارے میں بھی پیشگی اطلاع دے دیتے ہیں۔ اور ان کی اطلاع کبھی جھوٹی ثابت نہیں ہوتی۔ لیکن اس کا یہ معنی ہر گز نہیں کہ ھیئت دان غیب دان ہوتے ہیں بلکہ ان چیزوں کا تعلق انسانی دریافت (Invention) سے ہے یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہماری زمین اور پانیوں کی تہہ میں مختلف معدنیات رکھی

ہوئی ہیں اور زمین اور پانی کے نمونے حاصل کر کے سائنس دان یہ معلوم کر لیتے ہیں کہ یہاں فلاں فلاں قسم کی معدنیات ہوسکتی ہیں اور پھر عملی تجربات کے بعد وہاں سے اسی قسم کی معدنیات حاصل ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ یہ معدنیات چھپی ہوئی اور مدفون تھیں مگر سائنس دان انہیں دریافت کر لیتے ہیں، اسی طرح عالم سماوی میں بھی اللہ تعالیٰ نے اجرام فلکی کا ایک طبعی نظام جاری کر رکھا ہے یعنی سورج کا مخصوص وقت پر طلوع وغروب ہونا، موسموں کا تبدیل ہونا، سیاروں کا گردش کرنا، اور شمس وقمر کو گرہن لگنا وغیرہ اور ہیئت دان مسلسل مشاہدات و تجربات کے بعد اسی جاری وساری نظام میں بعض چیزوں کو دریافت کر لیتے ہیں اور یہ دریافت بھی صرف اس وقت اور اس چیز کے بارے میں ممکن ہوتی ہے، جس وقت اور جس چیز کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہو چکا ہو، ورنہ سینکڑوں ہزاروں چیزیں آج تک ان تمام ماہرین کی نگاہ سے اوجھل رہی ہیں اور لاکھوں کروڑوں چیزیں ہمشہ ہمیشہ کے لیے پردہ غیب میں رکھی گئی ہیں!!

علم نجوم کے ذریعے پیشگوئیوں کی حقیقت اور نجومیوں کا پوسٹ مارٹم

علم ھیئت کے حوالے سے یہ واضح ہو چکا ہے کہ اس میں اجرام سماوی کی مدد سے سمتوں کا تعین، ماہ و سال کی تقسیم، موسموں کے اندازے، سورج اور چاند گرہن کی حقیقت و تاریخ اور اس جیسی دیگر معلومات حاصل کی جاتی ہیں۔ جبکہ علم نجوم اس سے بالکل جدا ہے کیونکہ اس کی بنیاد نہ قطعی حقائق پر ہے اور نہ ہی مشاہدات و تجربات پر۔ بلکہ اس میں محض اٹکل پچو اور فضول قیاس آرائیاں ہی کی جاتی ہیں کیونکہ نجومی ستاروں کی گردش اور ان کے ایک مدار، منزل، یا برج سے دوسرے برج میں داخل ہونے کی تاریخوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ دیکھا کرتے تھے کہ اس دورانیہ میں دنیا میں کس کس طرح کے واقعات رونما ہوتے رہے ہیں، پھر چند ایک واقعات کی بنیاد پر یہ تسلیم کر لیتے کہ فلاں مخصوص ستارے کی فلاں مخصوص گردش کے دوران فلاں خطے، علاقے، یا نسل کے لوگوں کے فلاں فلاں اچھے یا برے معاملات متوقع ہیں۔ پھر انہی پر اعتماد کرتے ہوئے پیش گوئیاں اور غیب کے دعوے کرنے لگتے اور بظاہر لوگوں کی خیر خواہی کے لیے انہیں مشورے دیتے کہ اپنے کاروبار، شادی، سفر، یا دیگر معاملات میں ہم سے راہنمائی ضرور لو، تا کہ ہم زائچے بنا کر ستاروں کی مدد سے یہ بتا سکیں کہ آپ کے مطلوبہ کام کے لیے کون سا وقت اور تاریخ سازگار ہو سکتی ہے حتی کہ کاروبار، شادی، یا سفر، وغیرہ میں ناکامی یا نقصان کی وجہ بھی یہی بتائی جانے لگی کہ ہم سے پیشگی معلومات حاصل کرنے کے لیے رابطہ نہیں کیا گیا تھا، اسی لیے یہ خمیازہ بھگتنا پڑا ہے!!

بنیادی طور پر نجومیوں کا علم اور ان کے دعوے، چار نکات میں تقسیم کیے جا سکتے ہیں:

❶ اٹکل پچو!

نجومیوں کی پیشگوئیاں دراصل اٹکل پچو، تخمینے، اور اندازے پر مبنی ہوتی ہیں جیسا کہ مؤرخ ابن خلدونؒ نے اسکی اس طرح وضاحت کی ہے کہ

''بالفرض اگر علم نجوم ثابت بھی ہو جائے تو یہ بجز اٹکل وقیاس اور گمان ووہم کے اور کچھ بھی نہیں''۔ (۱)

اب ہم شرعی نکتہ نگاہ سے اس کا جائزہ پیش کرتے ہیں:

سب سے پہلے تو یا بات مدنظر رہے کہ اگر کسی چیز کا جواب دو صورتوں میں سے کسی نہ کسی طرح ایک صورت سے متعلق ہو تو وہاں ہر انسان کا ندازہ غلط یا صحیح میں سے ایک تو ضرور ہوگا مثلاً اگر کسی چیز کا جواب ہاں یا نہ میں ہو تو محض اندازے سے جواب دینے میں درستگی یا غلطی میں سے ہر پہلو کا امکان ہے کیونکہ اس کے علاوہ تیسری کوئی صورت ہی نہیں۔ اسی طرح ہر شخص کی شادی کامیاب یا ناکام دونوں میں سے کسی ایک کی طرف ضرور لوٹتی ہے، کاروبار میں فائدہ یا نقصان دو پہلوؤں میں سے ایک بہر حال ضرور سامنے آتا ہے اور اسی طرح دیگر معاملات کی حالت ہے۔ چونکہ یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ ایسے معاملات میں ہر انسان کا اندازہ صحیح بھی ہوسکتا ہے اور غلط بھی۔ لہذا یہ اندرہ لگانے والا خواہ، نجومی ہو یا کاہن یا وہ انسان بذات خود بہر صورت اس میں کوئی قطعیت نہیں بلکہ محض وقت کا ضیاع ہے۔ اور اگر اس اندازے کے حصول کے لیے کسی پیشہ ور نجومی کی خدمات حاصل کی جائیں تو وقت کے ساتھ مال کا ضیاع بھی یقینی ہے! یہی وجہ ہے کہ قرآن وسنت میں ایسے فضول اٹکل، پچوؤں، اور اندازوں اور تخمینوں سے منع کر دیا گیا ہے۔ جیسا کہ درج ذیل دلائل سے ثابت ہوتا ہے:

---

(۱)[(مقدمہ ابن خلدون۔۱۔۴۲۱)]

(1) **ولا تقف مالیس لک به علم** (الا سراء ۔ ۳۶)

''جس بات کی تجھے خبر ہی نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑو۔''

(2) **یا ایھا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم** (الحجرات ۔ ۳۶)

''اے ایمان والو بہت بدگمانیوں سے بچو یقین مانو کہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں''۔

(3) **ومالھم به من علم ان یتبعون الا الظن** o (النجم ۔ ۲۸)

''حالانکہ انہیں اس کا علم نہیں وہ صرف اپنے گمان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں''۔

(4) **ان یتبعون الا الظن وان ھم الا یخرصون** o (النساء ۔ ۱۵۷)

''وہ محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں اور بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں''۔

(5) **ومایتبع اکثرھم الا ظنا ان الظن لا یغنی من الحق شیأ** o

''اور ان میں سے اکثر لوگ صرف گمان پر چل رہے ہیں یقیناً گمان حق کی معرفت میں کچھ بھی کام نہیں دے سکتا!'' (سورہ یونس ۔ ۳۶)

❷ علم غیب

نجومیوں کی پیش گوئی میں دوسرا بنیادی نکتہ علم غیب کا دعویٰ ہے جبکہ عقل ونقل (اسلام) سے اس چیز کی بھی تردید ہوتی ہے کہ آپ بطور تجربہ کسی نجومی کے پاس جائیں اور اپنا جوتا ہاتھ میں پکڑ کر اس سے پوچھیں کہ بتاؤ تمہارا علم نجوم اس بارے میں کیا کہتا ہے کہ میں اپنا جوتا تمہارے سر پر ماروں گا یا نہیں؟ اول تو وہ آپکے اس سوال سے بوکھلا جائے گا اور آپکی منت سماجت کرنے لگے گا کہ بھائی میری دوکان خراب نہ کرو! اگر بالفرض وہ کچھ جرأت کر کے ہاں یا نہ میں جواب دے تو آپ اس کے برعکس اقدام کریں۔

شرعی نکتہ نگاہ سے اگر دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ غیب کی معلومات بجز

خدائے واحد کے کسی کے پاس نہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

(1) قل لا یعلم من فی السموٰت والارض الغیب الا اللہ وما یشعرون ایان یبعثون (النمل ـ ۵۶)

”اے نبی ﷺ آپ فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی شخص بھی آسمانوں اور زمین کے غیبوں کو نہیں جانتا اور انہیں تو یہ بھی علم نہیں کہ کب یہ اٹھائے جائیں گے“۔

(2) وعندہ مفاتیح الغیب لا یعلمھا الا ھو (الانعام ـ ۵۹)

”اور اسی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی شخص بھی آسمانوں اور زمین کے غیبوں کو نہیں جانتا“۔

(3) ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء (الاعراف ـ ۱۸۸)

”آپ ﷺ فرمادیں کہ اگر میں غیب دان ہوتا تو میں بہت سی خیر (مال و دولت) جمع کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی“۔

اس آیت میں خاتم النبین، سید الاولین والآخرین جناب محمد کریم ﷺ اعلان فرما رہے ہیں کہ میں غیب دان نہیں ہوں جبکہ ان نجومیوں کا دعویٰ غیب دانی سے کم نہیں! اس آیت میں یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ جو غیب دان ہوگا وہ لامحالہ کسی تکلیف کا شکار نہیں ہوگا جبکہ یہ نجومی اور کاہن اپنے تئیں بیماری، فقیری محتاجی، وغیرہ کا شکار ہوتے رہتے ہیں۔ اور اگر انہیں واقعی غیب کا علم ہوتا تو یہ اس طرح فٹ پاتھوں اور سڑکوں پر خاک نہ پھانکتے!!

③ کہانت اور جادو سے مدد

نجومیوں کی پیش گوئی میں تیسری بنیادی بات یہ سمجھ آتی ہے کہ بعض نجومی، کاہنوں، جادوگروں اور شیطانوں سے بھی معلومات حاصل کرتے ہیں مثلاً جب کوئی شخص ان نجومیوں کے پاس جاتا ہے تو وہ شیطانوں (جنوں) اور اپنے دیگر چیلے چانٹوں کے

ذریعے آنے والے شخص کے گھریلو حالات، افرادِ خانہ کی تعداد، کاروبار کی صورتحال اور اس جیسی بعض دوسری ضروری چیزوں کی معلومات پہلے ہی حاصل کر لیتے ہیں اور پھر سائل کو متاثر کرنے کے لیے ان چیزوں کا اس طرح اظہار کرتے ہیں کہ گویا وہ اپنے علم کے ذریعے یہاں بیٹھے بٹھائے ہی ان ساری چیزوں سے باخبر ہیں اور اسطرح وہ سائل کو اپنا گرویدہ بنا کر اپنی دوکانداری خوب چمکاتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ اسکے باوجود انکی پیشگوئیاں اکثر و بیشتر جھوٹی ہی نکلتی ہیں (جیسا کہ آگے اس کی تفصیل اور مثالیں آ رہی ہیں) لیکن عوام جہالت و توہم کی وجہ سے ان کا شکار ہوتے رہتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے کاہنوں کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ انکا حق سے کوئی تعلق نہیں۔ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ لوگ ہمیں جو باتیں بتاتے ہیں وہ کبھی کبھار بالکل درست نکلتی ہیں ،تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایسی بات ہوتی ہے جو جن (آسمانوں سے جا کر) چراتا ہے اور اپنے دوست کے کان میں ڈال دیتا ہے اور وہ دوست کاہن اس میں سو جھوٹ ملا لیتا ہے''۔[1]

صحیح مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

فلا تاتوا لکھان / کاہنوں کے پاس نہ جایا کرو۔ (مسلم:۵۳۷)

ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ اگرچہ جنوں اور شیطانوں کے ذریعے یہ کاہن اور نجومی کسی صحیح بات تک بھی پہنچ جاتے ہیں مگر پھر اس میں بھی وہ سو جھوٹ ملاتے ہیں اور سو جھوٹوں میں ایک سچ پوشیدہ ہوتا ہے جو کسی ایک 'گاہک' ہی کے حصہ میں آتا ہے لیکن آنحضرت ﷺ نے اس سے بھی ہمیں منع فرما دیا۔ بلکہ دیگر روایات میں اس ممانعت کی خلاف ورزی کرنے والوں کو کافر قرار دیا گیا! (اس مسئلہ کی مزید تفصیل ''کہانت و عرافت'' کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیے)

---

(1) [صحیح مسلم: کتاب السلام (۲۲۲۸)]

نجومیوں کی چالاکیاں اور تضاد بیانیاں!

عوام کو متاثر کرنے اور گاہکوں کو رام کرنے کے لیے نجومی حضرات نہایت چالاکی اور ہوشیاری سے کام لیتے ہیں۔ یعنی اپنی پیشگوئی میں ایک طرف سائل کے فائدے کی نشان دہی کریں گے تو دوسری طرف اسی سائل کے لیے غیر محسوس انداز میں نقصان کا اندیشہ بھی ظاہر کر دیں گے اور اگر اس سائل کو فائدہ پہنچے تو فوراً اپنا لوہا منوانے کے لیے کہیں گے کہ ہم نے کہا نہیں تھا کہ تمہیں اس کام میں ضرور فائدہ ہوگا اور اگر خدانا خواستہ نقصان ہو جائے تو پھر بھی ان نجومیوں نے اپنا رستہ کھلا رکھا ہوتا ہے اور جھٹ کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اس سفر یا شادی وغیرہ میں نقصان کا اندیشہ ہے!!

گویا اس طرح یہ دونوں صورتوں میں سچے ثابت ہونے کی کوشش کرتے ہیں اور جاہل عوام ان کی چالاکی اور تضاد بیانی کو سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ اگرچہ ہفتہ وار میگزینوں ،رسالوں ،اور اخبار و جرائد میں نجومیوں کے مضامین، سوالوں کے جوابات اور انکی پیش گوئیوں وغیرہ کو ذرا گہرائی سے سمجھنے یا انکے ریکارڈ کو محفوظ کرنے سے یہ حقیقت بخوبی سمجھی جاسکتی ہے یا پھر خود ایسے دوکانداروں کے پاس جا کر یا ان کا شکار ہونے والے گاہکوں سے مل کر بھی ان کی چالاکیوں اور غلط بیانیوں کے بارے میں تسلی و تشفی حاصل کی جاسکتی ہے لیکن اس ترقی یافتہ دور میں بھی عوام ایسی جہالت اور توہم پرستی کا شکار ہے کہ ان حقائق کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہی نہیں! بہر صورت ہم اپنے دعوتی و تبلیغی فریضہ سے عہدہ برآ ہوتے ہوئے چند ایک مثالوں کے ذریعے اس حقیقت کو مزید آشکارا کیے دیتے ہیں:

میرے سامنے اس وقت روزنامہ جنگ کا سنڈے میگزین (28 اپریل تا 4 مئی 2002) ہے جسمیں برج حمل (21 مارچ تا 21 اپریل) کے پس منظر میں ایک نجومی اس طرح پیشگوئی کرتا ہے کہ

''کسی جذباتی لغزش کے باعث رسوائی کا اندیشہ ہے محتاط رہیں۔سفر کے حسب منشاء نتائج حاصل ہوسکیں گے۔کاروباری پوزیشن قدرے غیر مستحکم رہے گی۔خاندان کے بزرگوں سے وابستہ توقعات پوری ہونے کا امکان نہیں ہے۔گھریلو ماحول خوشگوار رہے گا۔ٹریفک قوانین پر سختی سے عمل کریں۔اس ہفتے کا موافق عدد چار ہے''۔

قارئین کرام! اگر عدل وانصاف کیساتھ برج حمل کے پس منظر میں اسی پیش گوئی کا ملک بھر کے دیگر نام نہاد نجومیوں کی برج حمل سے متعلقہ اسی سال کی پیشگوئیوں سے تقابل کریں تو عجیب اتفاق ہوگا کہ کسی ایک نجومی کی پیش گوئی بھی دوسرے سے میل نہیں رکھتی۔حالانکہ پورے ملک میں فٹ پاتھوں سے لیکر اعلی دفتروں میں بیٹھے ایسے سینکڑوں ہزاروں نجومی، پیش گوئیاں کرنے والے موجود ہیں۔بہرصورت ان کی تضاد بیانیاں واضح کرنا ایک تفصیل طلب کام ہے،اس وقت صرف ایک نجومی کی پیش گوئی (جو اوپر بیان کی گئی ہے) میں موجود تضاد بیانیوں کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔اس پیش گوئی میں نجومی نے نفع ونقصان دونوں پہلوؤں کو ایک ساتھ بیان کیا ہے حالانکہ یہ ایک بدیہی بات ہے کہ ہر انسان کو نفع یا نقصان دونوں صورتوں میں سے ہر وقت کسی نہ کسی شکل میں ضرور واسطہ پڑتا ہے۔اب اس پیش گوئی میں ایک طرف یہ ہے کہ ''کسی جذباتی لغزش کے باعث رسوائی کا اندیشہ ہے''۔اور دوسری طرف اس کے برعکس یہ دعوی بھی ہے کہ ''گھریلو ماحول خوشگوار رہے گا''۔حالانکہ یہ دونوں صورتیں متضاد ہیں۔اس لیے کہ اگر کسی انسان کی معاشرے میں عزت ہی نہ رہے اور اسے ہر سو رسوائی کا سامنا رہے تو اس کا گھریلو ماحول خوشگوار کیسے رہ سکتا ہے؟!

اسی طرح ایک طرف تو پیش گوئی کی جارہی ہے کہ ''سفر کے حسب منشاء نتائج حاصل ہوسکیں گے''اور دوسری طرف یہ بھی اطلاع ہے کہ'' کاروباری پوزیشن قدرے غیر مستحکم رہے گی''!

اس میں تضاد یہ ہے کہ ایک طرف سفر کی کامیابی کا دعوی ہے اور وہ سفر کاروبار کی غرض سے بھی ہوسکتا ہے بلکہ اکثر و بیشتر سفر کاروبار ہی کی غرض سے کیے جاتے ہیں۔ اور کاروبار میں نفع ہی بنیادی طور پر مطلوب ہوتا ہے۔ یعنی اس پیشگوئی کے مطابق نفع ضرور حاصل ہوگا اور دوسری طرف سے نقصان کا اندیشہ اس میں اس طرح سے کردیا گیا کہ ''کاروباری پوزیشن قدرے غیر مستحکم رہے گی'' اور غیر مستحکم کا معنی ہے کہ نقصان ہوگا۔ اب خود ہی فیصلہ کر لیجیئے کہ ایک طرف فائدے کی طرف اشارہ ہے اور ساتھ ہی نقصان کا اندیشہ بھی ذکر کر دیا۔ اور ظاہر ہے کہ نفع یا نقصان میں سے ایک پہلو تو ضرور سامنے آئے گا، اور جو پہلو بھی سامنے آئے گا، یہ نجومی اپنے آپ کو سچا منوانے کی کوشش کریں گے!۔

یہ پیش گوئی کہ ''سفر کے حسب منشاء نتائج حاصل ہونگے'' اس میں ایک اور چالا کی ہے کہ یہاں اس بات کی وضاحت نہیں کی گئی کہ اس سفر سے مراد کون سا سفر ہے۔۔۔ تعلیمی، تجارتی، تفریحی، یا کوئی اور سفر مراد ہے؟۔ یہ وضاحت اس لیے نہیں کی کہ مذکورہ سفروں میں سے اگر کسی میں نقصان ہو یا مطلوبہ نتائج حاصل نہ ہوسکیں تو ایسی صورت میں اپنی حقیقت اور کذب بیانی کو چھپانے کیلیے کم از کم نجومی صاحب یہ تو کہہ سکیں گے کہ اس سفر سے میری مراد تفریحی سفر تھا جبکہ آپ نے تجارتی سفر کیا ہے لہذا میں اس کا ذمہ دار نہیں ہوں!! اور اس کے برعکس اگر آپ نے تفریحی سفر میں نقصان اٹھایا ہے تو نجومی کے پاس یہ جواب تیار ہوگا کہ کامیابی کی امید تو اس سفر میں تھی جو تفریح کے علاوہ ہو!!

اسی طرح یہ پیش گوئی کہ ''کاروباری پوزیشن قدرے غیر مستحکم رہے گی''۔۔۔ اس پیش گوئی میں لفظ ''قدرے'' قابل غور ہے یعنی نہ تو واضح طور پر نقصان کی پیشگوئی ہے اور نہ ہی نفع کی۔ اب اگر نجومی کے گاہک کو کاروبار میں بالفرض نقصان پہنچ جائے تو اس کا ایسے نجومی پر یقین و اعتماد بڑھ جائے گا اور اگر اسے کاروبار میں نفع ہو تو اس کی بھی اس عبارت

میں گنجائش موجود ہے کیونکہ 'قدرے غیر مستحکم کاروبار' کا واضح طور پر نفع یا نقصان سے کوئی تعلق نہیں، اب ایک شخص کو کاروبار میں نفع ہوتا ہے مگر وہ نفع اصل سرمائے میں ڈھل جانے یا ادھار حالت میں ہونے کی وجہ سے تاجر کے ہاتھ میں نقدی کی صورت میں نہیں ہوتا اور مال کو مال کھینچتا ہے کے فارمولے کے تحت تاجر کے پاس جتنی زیادہ نقدی ہوگی اسے اتنا ہی مالی فائدہ اور ترقی حاصل ہوگی اور اسے اس صورت میں اپنا کاروبار مستحکم ہوتا نظر آئے گا جبکہ مذکورہ دو صورتوں (سرمائے میں مشترک ہو جانے یا ادھار ہو جانے) کے نفع کو تاجر لوگ عموماً نفع شمار ہی نہیں کرتے اور ان کی زبان سے اکثر و بیشتر یہ الفظ سننے کو ملیں گا کہ کاروبار ٹھپ ہیں ۔۔۔دوکانداری مندی ہے ۔۔۔یا اسے نجومی کی زبان میں " کاروبار غیر مستحکم ہے" بھی کہا جاسکتا ہے جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے مگر نجومی دونوں صورتوں میں ہوشیاری دکھاتا ہے!!

قارئین! یہ سچ ہے کہ نجومیوں کی پیشگوئیوں میں تقریباً اسی طرح کے دھوکے بازیاں، چالاکیاں اور فریب کاریاں پنہاں ہیں جنہیں ذرا غور و فکر سے سمجھا جاسکتا ہے مگر افسوس کہ ہمارے سادہ لوح عوام اس طرف مطلق توجہ نہیں دیتے اور نجومیوں کی پیدا کردہ گمراہیں دن بدن بڑھتی جارہی ہیں۔ اور شاید یہی وجہ ہے کہ انہی گمراہیوں کے انسداد کے لیے ہماری شریعت نے مطلق طور پر ان نجومیوں، کاہنوں، عاملوں، اور جادوگروں کے پاس جانے ہی سے روک دیا تا کہ عام امت کہیں ان سے متاثر ہو کر راہ ہدایت سے بھٹک نہ جائے۔

مذکورہ مثال سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ یہ لوگ اپنے تئیں جھوٹا ثابت کرنے والوں کے لیے لاکھوں روپے کے انعام اور چیلنج کیوں کرتے ہیں؟ اس لیے کہ انہوں نے کمال ہوشیاری کے ساتھ اپنے دعووں میں ایسی باتیں رکھی ہوتی ہیں جنکے ذریعے یہ اپنے آپ کو جھوٹا ثابت ہی نہیں ہونے دیتے!!

نجومیوں کی کذب بیانیاں اور جھوٹی پیشگوئیاں، مثالوں کے ساتھ

مزید وضاحت اور قارئین کی تسلی کے لیے اب ہم چند مشہور نجومیوں کی پیش گوئیاں ذکر کرنے کے بعد یہ ثابت کریں گے کہ یہ پیش گوئیاں سو فیصد جھوٹی نکلیں۔ اس سلسلہ میں مجلۃ الدعوہ (اگست۔ 2000 شمارہ نمبر 8 جلد نمبر 11) کی ایک تحقیقی رپورٹ ہمارے سامنے ہے۔ ازراہ افادہ ہم اسے من وعن قارئین کے لیے پیش کیے دیتے ہیں:

غیر ملکی نجومیوں کی پیشگوئیاں

☆ بھارت کے ہندو راہنما 'مہاتما گاندھی' جو ایک ماہر نجومی بھی تھے، انہوں نے 1948ء میں اپنی ڈائری میں کئی پیش گوئیاں کیں۔ انہوں نے لکھا۔ 23 مارچ 1998 کو دنیا کے بڑے بڑے ملکوں کے اعلیٰ ترین رہنما قتل کر دیئے جائیں گے جس کے نتیجے میں ایٹمی جنگ شروع ہوگی۔ اس سال 3 جون 98 کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور ہو گا۔ فروری 99 میں زیر زمین لاوے کھولیں گے جس کی حدت سطح زمین پر بھی محسوس ہوگی۔ اس سال جولائی 99 میں دنیا بھر میں موسم اچانک ٹھنڈا ہو جائے گا جس کے نتیجے میں کروڑوں لوگ ٹھٹھر ٹھٹھر کر ہلاک ہو جائیں گے۔ 14 جون 2000 میں خط استوا کے ارد گرد زبردست زلزلے آئیں گے جس کے نتیجے میں زمین ایک ایک میل دھنس جائے گی۔ (نوائے وقت 18-5-97)

آنجہانی گاندھی کا جس طرح پاکستان نہ بننے کا خواب پورا نہ ہوا اس طرح ان کی دیگر تمام پیش گوئیاں بھی سو فیصد غلط ثابت ہوئیں۔

☆ جریدہ ورلڈ نیوز کے مطابق پادری لائیڈ نے 1998ء میں انکشاف کیا کہ 666 مسیحیوں کے لیے منحوس ہے۔ 666 میں اسلام کا ظہو رہوا۔ اس کے دو گنا 1332 میں ترکی نے ہمیں ناکوں چنے چبوائے اور اب 666 کے 3 گنا 1998ء بھی

مسیحیوں کے لئے سہ گنا منحوس ثابت ہوگا (خبریں-6-3-98)

تو جناب لائیڈ صاحب! 1998 تو مسیحیوں کے لیے کوئی خاص منحوس ثابت نہیں ہوا۔ یہ درست ہے کہ اسلام کی مقبولیت مغرب میں بڑھ رہی ہے۔ اور مسیحیت زوال پذیر ہے لیکن یہ رجحان 98 سے پہلے کا چل رہا ہے۔ مسیحیت پر کاری ضرب لگنے کا وقت ابھی آنا ہے اور وہ قریب ہے جس قدر تمہارا ظلم بڑھے گا اسی قدر جلد جہادی لشکر تمہارے سر پہنچ کر تمہیں خوب سبق سکھائیں گے۔

☆ 5 مئی 2000 کو نظام شمسی کے دو ستارے ایک لائن میں آنے لگے تو نجومیوں نے پوری دنیا میں یہ پیش گوئیاں کیں کہ اس سے دنیا میں بڑی تبدیلیاں پیدا ہونگی۔ اور کوئی بڑا واقعہ رونما ہوگا لیکن ایسا کچھ بھی نہ ہوا اس سے پہلے 19 جون 1385 اور 19 فروری 1524 کو پانچ اور چھ ستاروں کا قران ہوا تو طوفان نوح کی پیش گوئیاں کی گئیں مگر ایک بوند بھی بارش نہ پڑی۔ (نوائے وقت 2000-5-5)

☆ فرانس کے ماہر نجومی نیسٹر وڈامس نے 1999 میں اور امریکی خاتون جین ڈکسن نے 1982 میں تیسری عالمی جنگ کی پیش گوئی کی لیکن ان کی یہ پیش گوئیاں پوری نہ ہوئیں (جنگ 20/5/98)۔

☆ فرانس کے مشہور نجومی نوسٹرڈیمز نے پیش گوئی کی کہ 1998 میں امریکہ میں سخت ترین گرمی پڑے گی جس سے لاکھوں امریکی مرجائیں گے۔ (روز نامہ آزاد 22/6/98) لیکن اس سال ایسی کوئی قابل ذکر گرمی پڑی نہ اتنی ہلاکتیں ہوئیں۔

☆ اسی طرح اس نجومی نے 9/7/99 کو کمپیوٹر کریش سے دنیا بھر کا الیکٹرکل سسٹم فیل ہوجانے اور دنیا کی تباہی کی پیش گوئی کی۔ قارئین کو معلوم ہوگا کہ کمپیوٹرز میں Y2k کے مسئلہ کی وجہ سے پوری دنیا میں یہ پروپیگنڈہ ہوا تھا کہ 99ء کے آخر میں ایٹمی ہتھیار چل پڑیں گے۔ 2000ء شروع ہوتے ہی عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور ہوجائے گا۔ کیونکہ اس وقت

عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کو 2000 سال ہو جائیں گے اور اب وہ دوبارہ ظہور پذیر ہو جائیں گے ۔اس سلسلے میں کٹر عیسائیوں کی بڑی تعداد 1999 کے آخر میں بیت المقدس میں پہنچ گئی کیونکہ ان کا خیال تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام یہیں دوبارہ نزول کریں گے لیکن ایسا کچھ نہ ہوا۔اس سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے 1000 برس پورے ہونے پر بھی ایسی پیش گوئیاں کی گئیں تھیں ۔لیکن وہ بھی پوری نہ ہوئیں اور ان شاء اللہ عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور اسی وقت ہوگا جب اللہ کو منظور ہوگا کیونکہ اللہ کا اعلان ہے:

وعنده مفاتيح الغيب لا يعلمها الا هو o ''غیب کی کنجیاں فقط اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں غیب کی باتوں کو اللہ کے سوا کوئی (مخلوق یعنی جن، انسان، نبی، ولی، وغیرہ) نہیں جانتا''۔(الانعام 59-)

اللہ نے اپنے نبی کے زبانی بھی کہلوا دیا کہ

قل لا املك لنفسي نفعاً ولا ضراً الا ماشاء الله ولو كنت اعلم الغيب لا ستكثرت من الخير o (الاعراف۔188)

''(اے نبی ﷺ!) آپ کہہ دیجیئے کہ میں تو اپنے نفع ،نقصان کا مالک نہیں ہوں مگر جو کچھ اللہ چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت سی بھلائیاں اکٹھی کر لیتا۔''

پاکستانی نجومیوں کی غیب دانیاں

اب ذرا اپنے ملک کے نجومیوں کی غیب دانیوں کی حقیقت ملاحظہ فرمائیں۔

☆20 فروری 97 کے 'خبریں' لاہور میں آسٹرو پامسٹ ایس ایم ملک نے پرویز الٰہی کے ہاتھ کی لکیریں دیکھتے ہوئے پیش گوئی کی کہ پرویز الٰہی 53 سال کی عمر میں وزیر اعلیٰ بنیں گے۔انہوں نے کہا کہ پرویز الٰہی کی اس وقت عمر 51 سال ہے۔ابھی وزیر اعلیٰ بننے کے لیے انہیں دو سال انتظار کرنا پڑے گا۔

قارئین اس پیش گوئی کے مطابق پرویز الٰہی کو 99 میں وزیر اعلیٰ بننا چاہیے تھا لیکن 99 کب کا ختم ہو گیا۔ انہوں نے وزیر اعلیٰ تو کیا بننا تھا وہ سرے سے حکومت سے ہی ہاتھ دھو بیٹھے!!

☆97 کے الیکشن کے بارے میں نجومی طاہر شیخ نے دعوی کیا کہ یہ ملتوی ہو سکتے ہیں۔ پروفیسر فضل کریم کا اصرار تھا کہ الیکشن مقررہ وقت پر نہیں ہوں گے۔ لیکن الیکشن ایک دن بھی لیٹ نہ ہوئے۔ جبکہ یہ فضل کریم صاحب چند ماہ بعد اپنے نجوم خانے میں ایک عورت سے زیادتی کی کوشش میں جیل پہنچ گئے۔ (روزنامہ پاکستان 24/9/97)

اسی طرح قاضی حسین احمد کے متعلق کہا کہ وہ اپنی نشست پر کامیابی حاصل کریں گے۔ لیکن انہوں نے اس مرتبہ الیکشن ہی نہیں لڑے!

پرویز اللہ (نجومی) نے دعوی کیا تھا 97ء، بیوروکریٹس اور ٹیکنو کریٹس کا سال ہوگا یعنی نواز شریف وغیرہ آؤٹ ہو جائیں گے۔ لیکن وہ ڈھائی سال تک حکومت کرتے رہے (خبریں 19/3/97)

☆ہفت روزہ حرمت (27 اپریل تا 4 مئی 97ء) نے صفحہ 43 پر شہ سرخی لگائی کہ "اس سال کچھ ممالک تباہ ہو جائیں گے، دنیا کے بہت سے ممالک میں عوامی انقلاب آئے گا" عالمی شہرت یافتہ ماہر نجوم پرفیسر جی ایچ راجہ کی پیش گوئیاں

چنانچہ ان کی یہ پیش گوئیاں درج کی گئیں۔

"میاں محمد نواز شریف کی حکومت اپنی آئینی مدت پوری کرے گی۔ اور ملک کو اقتصادی بحران اور کرپشن کے عذاب سے ایک سال کے اندر نکالنے میں کامیاب ہو جائے گی۔ آئندہ دو سال کے اندر اندر پاکستان اس قابل ہو جائے گا کہ اسے آئی ایم ایف سے قرضہ لینے کی ضرورت ہی نہ رہے گی۔ 1998ء میں کالا باغ ڈیم کے منصوبے کا آغاز ہو جائے گا، اس سے زلزلے اور سیلاب جیسی قدرتی آفات کا دنیا کو سامنا کرنا پڑے

گا۔اوزون کی تہہ میں تبدیلیوں کی وجہ سے ممکن ہے کچھ ممالک تباہ ہو جائیں۔''

قارئین کرام! اب آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان میں سے کون سی پیش گوئی پوری ہوئی۔نواز شریف اپنی آئینی میعاد تو کیا پوری کرتے وہ آئینی مدت کے پورا ہونے سے ڈھائی سال پہلے ہی جیل کی کال کوٹھڑیوں میں پہنچا دیئے گئے۔قرضوں کے معاملے میں بھی پاکستان پہلے سے زیادہ جکڑا گیا ہے۔کالا باغ ڈیم 98 میں تو کیا بننا شروع ہوتا 99 بھی گزر گیا اور یہ شروع نہ ہو سکا (بلکہ آج تک نہ بن سکا!) اسی طرح 97 میں دنیا کے کچھ ممالک کے تباہ ہونے کی بات بھی نرا جھوٹ ثابت ہوئی۔اوزون کی تہہ میں بتدیلیوں کی وجہ سے بھی کوئی ملک تباہ نہ ہوا!!

ہفت روزہ ''حرمت'' نے اپنے قارئین کو اس عالمی شہرت یافتہ نجوم کی پیش گوئیوں کی مہارت سے مزید مرعوب کرنے کے لیے آخر میں بڑا زور دے کر لکھا:

''واضح رہے کہ عالمی شہرت یافتہ ماہر نجوم اور پامسٹ پروفیسر جی ایچ راجہ نے ماضی میں جتنی بھی پیش گوئیاں کی ہیں وہ ہو بہو صحیح ثابت ہوئیں ہیں اور مبصرین ماہرین پروفیسر راجہ کی موجودہ پیش گوئیوں کو غیر معمولی اہمیت دے رہے ہیں''۔

اب پتہ نہیں راجہ صاحب کی ماضی کی وہ کون سی پیش گوئیاں تھیں جو ہو بہو صحیح ثابت ہوئیں۔فی الحال تو جو ہمارے سامنے ریکارڈ ہے اس میں ان کی ماضی کی تمام پیش گوئیاں ہو بہو الٹ ثابت ہوئی ہیں۔انٹرویو کرنے والے کے پاس چونکہ اس وقت اس سے پہلے ان کی پیش گوئیوں کا ریکارڈ نہ ہو گا اس لیے جیسا نجومی صاحب کہتے رہے ان پر ایمان لاتے رہے۔ورنہ ان تمام نجومیوں کی پیش گوئیوں کا ریکارڈ ذرا سامنے رکھ کر ان سے بات کی جائے تو وہ ایسے دعوے کرنے کی جرات نہ کریں۔اب آیئے ذرا اور آگے چلتے ہیں---

☆نواز شریف دور کے مشہور ماہر علم نجوم اسسٹنٹ آڈٹ آفیسر محمد یاسین وٹو نے بھی 97ء میں یہ دعویٰ کیا تھا کہ نواز شریف حکومت اپنی آئینی مدت پوری کرے گی۔اس سلسلے

میں ان کی تمام پریشانیاں اور مشکلات اگلے سال 20 اپریل 98ء تک پوری ہو جائیں گی۔اسی طرح 5 اپریل 99ء کے نوائے وقت میں یاسین وٹو نے یہ دعویٰ کیا کہ رواں سال کے آخر میں امریکہ کے صدر بل کلنٹن امریکہ کی صدارت سے محروم ہو جائیں گے۔اور واجپائی پر 27 اکتوبر کے بعد قاتلانہ حملہ ہوگا۔ان میں سے بھی ان کی کوئی بات صحیح ثابت نہ ہوئی!!

☆ورلڈ کپ کے بارے میں خبریں لبرٹی فوم میں نجومی بادشاہ غازی جلال، پروفیسر دلبر حسین، پروفیسر ایم اے کوکب اور دیگر کئی نجومیوں نے پیش گوئی کی کہ پاکستان ورلڈ کپ جیت جائے گا۔(خبریں 5-6-99)

لیکن ان کی یہ پیش گوئی بھی غلط ثابت ہوئی اور پاکستان ورلڈ کپ ہار گیا!!

☆1999ء میں 5 سال بعد دمدار ستارہ نمودار ہوا تو ایک ستارہ پرست نجومی ابواعتصام نے اعلان کیا کہ

''اس سال دمدار ستارے کی بدولت ملک کی معیشت میں زبردست استحکام پیدا ہو گا۔جبکہ 1999ء کے آخر میں عام انتخابات کے نتیجے میں مخلوط حکومت بنے گی جو دو سال بعد ختم ہو جائے گی''۔

حالانکہ 99ء میں ملکی معیشت تو کیا مضبوط ہوتی ،خود حکومت ہی زبردست بحران کا شکار ہو کر ختم ہو گئی۔عام انتخابات کی بجائے فوجی حکومت قائم ہو گئی اور نئے سربراہ جنرل مشرف کو خزانہ بھرنے کے لیے عرب ممالک کے دورے کرنے پڑے اور مغربی ممالک اور عالمی مالیاتی اداروں سے قرضے ری شیڈول کرانا پڑے!!

کراچی کے مشہور عالم نجومی نے اپنی سردار عالم جنتری 1998ء میں بڑی شہ سرخی سے لکھا تھا کہ

"1998ء پوری دنیا کے لیے بڑا تباہ کن ثابت ہوگا۔ مشرق وسطی ایٹمی ہتھیاروں کی تجربہ گاہ بن جائے گا"۔

ایسا ہوا یا نہیں وہ تو ساری دنیا کے سامنے ہے کہ 1998ء میں اگر کوئی چھوٹی چھوٹی تباہیاں ہوئیں بھی، تو وہ اس طرح کی تھیں جیسے اس سے پہلے سالوں میں ہوتی آئی ہیں۔ 1998ء میں گزشتہ سالوں کی نسبت کوئی منفرد اور بڑی تباہی کہیں بھی نہیں ہوئی۔ اسی طرح مشرق وسطی کے ایٹمی ہتھیاروں کی تجربہ گاہ کا ذکر بھی محض لاف زبانی سے زیادہ نہیں۔ اگر اسرائیل نے ایٹمی ہتھیار بنائے ہیں تو یہ کوئی آج کی بات نہیں۔ اس کے پاس بہت عرصہ پہلے سے یہ صلاحیت موجود ہے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان عامل صاحب کو 98 کو کیوں تباہ کن نظر آ رہا تھا۔ انہوں نے اپنے رسالے میں اس کی جو وجوہات لکھیں ان کا خلاصہ ملاحظہ کریں:

"ان کے حساب کے مطابق 98ء کا بادشاہ سیارہ زہرہ ہے اور چونکہ اس دفعہ نوروز کا وقت آدھی رات کے بعد کا ہے چنانچہ اس طرح سیارہ زحل کو بھی یہ فلکیاتی اختیار مل جاتا ہے کہ وہ بھی بادشاہ سال کی حیثیت سے سیارہ زہرہ کا ساتھی بن جائے۔ چونکہ 98ء میں یہ دونوں اکٹھے حکمران ہوتے ہیں اس لیے ان کے نزدیک نحوست دگنی ہو جاتی تھی چنانچہ یہ نجومی صاحب خود بھی گھبرا گئے اور دوسروں کو بھی خوفزدہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ دونوں فلکیاتی بادشاہ اس دنیا کے باسیوں کو کن حالات سے دوچار کریں گے اس کا بہتر اندازہ تو چند ماہ گزرنے کے بعد ہی ہو سکے گا۔ سردست تو ہم آپ کو یہ بتانا چاہیں گے کہ یہ دونوں بادشاہ اپنی اپنی کارکردگی کا مظاہرہ کس کس انداز میں کر سکتے ہیں۔ سیارہ زہرہ کو ماہرین نجوم، رنگین مزاجی، راگ و رنگ، جذباتی حرکات، خوبصورتی، حرص و لالچ، اور پامالی عقل کا موجب قرار دیتے ہیں۔ اور پھر ایسی صورت میں جبکہ یہ سیارہ نوروز کے موقع پر

بخانہ زحل ہمراہ یورینس قیام پذیر ہے۔ یہ رنگینی کے ساتھ ساتھ تخریبی جذبوں کو بھی ابھارنے کا سبب بن سکتا ہے اور لطف کی بات تو یہ ہے کہ سیارہ مشتری جو کہ فلکیاتی نظریئے سے زہرہ کا دشمن ہے، اس کی بارگاہ میں بصورت سپہ سالار ہاتھ باندھے کھڑا ہے"۔

علم نجوم میں سیارہ مشتری خیر و برکت کا موجب سمجھا جاتا ہے اب ان نجومی صاحب کے نزدیک سیارہ مشتری تو دنیا کو اچھی راہ پر چلا سکتا تھا لیکن چونکہ اس دفعہ وہ خود سیارہ زہرہ کی بارگاہ میں بصورت سپہ سالا ہاتھ باندھے کھڑا ہے، اب صرف برائیاں اور تباہیاں ہی پھیلیں گی۔ اسی طرح سیارہ زحل بھی جو اس دفعہ سیارہ زہرہ کے ساتھ نحوست میں شریک ہے یعنی، یک نہ شد دو شد، اس کے بد اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے عامل لیاقت منجم نے لکھا:

"زحل سیارہ جو ازل ہی سے نحوست کی بدترین علامت سمجھا گیا تمام برائیوں اور تخریبی کاموں کا موجب اسے قرار دیا جاتا ہے۔ اچھے سے اچھے اور انتہائی نیکوکار انسان کو بھی چند لمحوں میں بدی کی راہ پر گامزن کر دینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ سیارہ زحل جیسے فلکیاتی اصول کے مطابق ساتویں آسمان کا مالک کہا گیا ہے، اپنے اثرات انتہائی سست رفتاری کے ساتھ مگر بہت گہرے پیدا کرتا ہے۔ یہ جب بھی کسی فرد یا ملک پر تنہا یا کسی اور سیارے کے ہمراہ غالب آ جائے تو پھر اس کا اللہ ہی حافظ ہوتا ہے کوئی لاکھ چاہے مگر اس کی نحوست کسی نہ کسی طرح متعلقہ شخص یا ملک کو ضرور لے ڈوبتی ہے۔۔۔۔ اسی طرح سیارہ زحل کے پر طاقت ہونے کا مطلب یہی ہوگا کہ صرف اس کی نحوست میں کئی گنا اضافہ ہو جائے گا اور پوری قوت کے ساتھ اپنی نحوستوں کا جال پھیلا کر پل بھر میں پھیلی ہوئی نیکیوں اور اچھائیوں کو ہڑپ کر جائے گا اور پھر اس سال تو وزیر اعظم سیارہ قمر بھی اس کے اشاروں پر ناچنے کے لیے تیار بیٹھا ہے"۔

قارئین کرام! یہ جھوٹ، کذب بیانی، اور ضعف الاعتقادی کا مرقع علم نجوم عامل لیاقت منجم اپنی گزشتہ پیش گوئیوں کے بارے میں دعوی کرتا ہے کہ میرے اندازے 80 فیصد

درست نکلے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ تم سمیت تمام عاملوں' نجومیوں، کے ملا کر بھی اندازے 80 فیصد درست نہیں۔ بلکہ 80 فیصد سے زائد غلط ہیں شیطان تم کو ایک آدھ بات سچ بتا دیتا ہے اور پھر تم اس میں جھوٹ ملا کر لوگوں میں اپنا کاروبار پھیلاتے رہتے ہو۔ پھر ایک موضوع پر ایک نجومی بات کرتا ہے تو دوسرا اس کے متضاد! فرض کیا ایک کہتا ہے کہ فلاں شخصیت یا ملک کو نقصان ہو گا۔ دوسرا کہتا ہے نہیں ہو گا۔ اب ایک کی بات تو سچی ہونی ہے پس جس کی بات سچی ہو جائے تو وہ اپنی اس بات کا خوب پروپیگنڈہ کرتا ہے اسی طرح کسی دوسرے موقع پر دوسرے کی بات سچی ہو جائے تو اب اسے اپنی غیب دانی کا رعب جمانے کا موقع مل جاتا ہے۔ اس طرح ان سب کا کاروبار چلتا رہتا ہے۔ پھر ان پیش گوئیوں کا سب سے قابل نفرت پہلو یہ ہے کسی کے بارے میں جب مایوس کن پیش گوئی کی جاتی ہے کہ یہ سال مہینہ یا ہفتہ تمہارے لیے اچھا نہیں ہے تو تم جو بھی کام کرو گے اس کا اچھا نتیجہ نہیں نکلے گا۔ وہ ہمت ہار کر بیٹھ جائے گا مایوسی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں اتر جائے گا۔ معاشرے کا عضو معطل بن جائے گا۔ جبکہ اسلام نے انسانوں کو ایسی راہ ہدایت دکھائی ہے کہ کسی بھی حالت میں مایوسی کو کفر قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"لاتقنطوا من رحمة الله / اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا" (الزمر۔53)

اللہ کی رحمت کسی وقت بھی ہو سکتی ہے۔ یہ علم نجوم والے لوگوں کا سن وفات تک نکال کر دیتے ہیں۔ بتائیے اگر کسی کو معلوم ہو جائے کہ ایک ماہ یا ایک سال بعد تم مر جاؤ گے تو اس پیش گوئی کی صداقت پر قطع نظر خود اس کی زندگی پر کیا اثر ہو گا؟ یا تو وہ دنیا کے کاموں کو چھوڑ کر گھر بیٹھ جائے گا یا کسی کی کسی سے ذاتی دشمنی ہو گی تو وہ کہے گا کہ مرتو میں نے ویسے بھی جانا ہے کیوں نہ ہو کہ اپنے چند دشمنوں کو ہی مار جاؤں۔ اس طرح کوئی دشمن ملک کسی دوسرے ملک پر حملہ کرے گا۔ اس طرح جس ملک پر حملہ ہو اس ملک کے نجومی اپنے حکمران کو بتائیں گے کہ فی الحال یہ ہفتہ آپ کے لیے نحس ہے اس لیے اس ہفتے یا اس ماہ اس حملے کا جواب نہ

دو۔تو بتایئے ایک ہفتہ یا ماہ بعد اس حکمران کا جواب دینے تک اس کے ملک کا کیا حال ہوگا؟ دشمن اس کے ملک پر قابض ہو کر اس کی حکومت کا مکمل صفایا نہیں کرے گا؟؟

اس لیے نبی ﷺ نے اپنی امت کو واضح طور پر تنبیہ کردی جو شخص کاہن، نجومی، دست شناس، جادوگر وغیرہ کے پاس آئے اور اس کی باتوں کی تصدیق کرے تو اس نے محمد ﷺ کی شریعت کا انکار کیا۔(مسلم)

زید بن خالد جہنیؓ سے روایت ہے کہ ایک دن حدیبیہ میں رات بارش ہوئی، اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ جانتے ہو تمہارے رب نے کیا کہا؟ صحابہ نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ نے کہا ہے کہ میرے بندوں نے صبح کی تو کچھ مومن تھے اور کچھ کافر۔ جس نے کہا کہ اللہ کے فضل اور رحمت سے بارش ہوئی وہ مجھ پر ایمان لائے اور تاروں کے ساتھ کفر کیا اور جس نے کہا کہ فلاں فلاں سیارے/نچھتر سے بارش ہوئی، اس نے میرے ساتھ کفر کیا اور تاروں پر ایمان لایا (بخاری ومسلم)

گویا اللہ نے ستاروں کے سعد یا منحوس اثرات پر ایمان رکھنے والوں کو کافر قرار دیا۔ لیکن یہ نجومی حضرات رات دن لوگوں کو اسی چکر میں مبتلا رکھتے ہیں کہ تمہارے لیے فلاں ستارہ سعد ہے اور فلاں ستارہ، فلاں ساعت اور فلاں دن یا ہفتہ تمہارے لیے نحس ہے۔ مسلمان کہلا کر بھی ستاروں کو نفع نقصان کا مالک سمجھنے والے ان نجومیوں نے لوگوں کے مال اور ایمان کو لوٹنے کے کئی دھندے بنا رکھے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

نوروز کی خرافات

نجومیوں کے ہاں نوروز کا تہوار بڑا مقدس ہے جو ہر سال مارچ میں آتا ہے وہ نوروز کی رات کو دعاؤں اور عملیات کی قبولیت کے لیے بڑی افضل رات قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ یہ

نجومی حضرات ہر سال مارچ کے مہینے میں نوروز کے نام پر نقش بنا کر دیتے ہیں اور دعوی کرتے ہیں کہ یہ نقش رکھنے سے آپ کی ہر دعا اور مراد قبول ہوگی۔ عامل لیاقت منجم اپنی سردار عالم جنتری 1998ء میں لکھتا ہے کہ

"اگر کوئی صاحب خود نقش تیار کرنے سے قاصر ہوں تو وہ عمل کے اخراجات مبلغ چار سو پچاس روپے بذریعہ منی آڈر بھیج کر مجھ سے تیار کروا سکتے ہیں۔"

اب نوروز اصل میں کیا ہے جس کے نام پر یہ لوٹ مار ہو رہی ہے۔ یہ خالص یونانیوں ، مجوسیوں ، اور ستارہ پرستوں کا تہوار ہے جو ابراہیم علیہ السلام سے بھی پہلے کا چلا آرہا ہے۔ یہ دن ان کے ہاں بڑا متبرک ہوتا تھا۔ ان کے عقیدے کے مطابق سورج اس دن برج حمل میں داخل ہوتا ہے۔ اس سے انسانی زندگی میں خوشیوں اور بہار کا موسم شروع ہو جاتا ہے ان کے نزدیک زہرہ کے ان درجوں پر فائز ہونے سے جو تاثیر پیدا ہوتی ہے، وہ شرف کہلاتی ہے حالانکہ اللہ کے بنائے ہوئے موسموں کے مطابق ماہ مارچ میں موسم بہار شروع ہوتا ہے لیکن ان ستارہ پرست ضعیف الاعتقاد لوگوں نے یہ عقیدہ بنالیا کہ دراصل جب ہمارا دیوتا دیوی ہم پر مہربان ہوتے ہیں تو بہار اور خوشیوں کا موسم آجاتا ہے۔ چنانچہ وہ ان دنوں بہار دیوی یا بسنت دیوتا کی خصوصی پوجا کرتے ہیں۔

ابراہیم علیہ السلام کو قوم نے جس دن میلے پر لے جانے کی کوشش کی تھی وہ بھی نوروز کا دن تھا۔ جب کافروں نے آپ کو نوروز کے میلے پر لے جانے کے لیے زیادہ اصرار کیا تو آپ نے ان سے جان چھڑانے کے لیے ایک ترکیب اختیار کی۔ آپ نے ستاروں پر ایمان اور ان کے ایمان اور ضعف الاعتقادی کی نفسیاتی حالت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے متعلق پیش گوئی کے انداز میں کہا:

"فنظر نظرۃ فی النجوم ☆ فقال انی سقیم" ☆

"اب ابرہیم علیہ السلام نے نگاہ ستاروں کی طرف اٹھائی اور کہا کہ میں تو بیمار ہوں۔" (الصافات۔ 89\88)

ابراہیم علیہ السلام کی ستاروں کی طرف دیکھنے سے قوم کو یہ شائبہ ہوا کہ شاید ابراہیم علیہ السلام بھی ان کرطرح ستارہ پرستی کی راہ پر معاذ اللہ چل پڑے ہیں۔ جیسا کہ آج بھی یہ ظالم نجومی اپنے علم کے حق میں یہی پیش کرتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے معاذ اللہ علم نجوم سے راہنمائی لے کر پیش گوئی کی تھی۔ اس سلسلے میں مشہور عامل نجومی انتظار حسین شاہ زنجانی کے ماہنامہ آئینہ قسمت (مارچ 96) صفحہ نمبر 11 پر باقاعدہ اس آیت کو دلیل بنایا گیا ہے! حالانکہ اگر ابراہیم علیہ السلام ستاروں کی تاثیرات اور ان کے نفع نقصان کے مالک ہونے کے کچھ بھی قائل ہوتے تو پھر کیا بات ہے کہ اس آیت سے پہلے قرآن کی دیگر آیات میں بھی ابرہیم علیہ السلام کا ستاروں کی طرف دیکھنا بیان کیا گیا ہے ۔لیکن وہاں آپ جس ستارے کی طرف بھی دیکھتے تو بالآخر اسے غروب ہوتا دیکھ کر اس کے نفع نقصان کے مالک ہونے اور معبود ہونے کا انکار کر دیتے۔ اور ستارہ پرستی اور نجوم پرستی کی زبردست مذمت کرتے۔ اس سلسلے میں سورۃ الانعام کی آیات۔ 76 تا 80 ملاحظ کی جاسکتی ہیں۔ ابرہیم علیہ السلام نے جہاں ستاروں کی طرف دیکھ کر اپنے بیمار ہونے کا اعلان کیا تو وہ محض اپنی قوم سے جان چھڑانے کے لیئے آپ کا ایک انداز تھا اور ترکیب تھی۔ مولانا عبدالرحمٰن کیلانی اپنی کتاب 'الشمس والقمر بحسبان' میں (ص 27 پر) ابراہیم علیہ السلام کے اس انداز کو ایک ترکیب قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> یہی ایک ترکیب ان لوگوں کی نظر میں کامیاب ہوسکتی تھی چنانچہ یہ لوگ چارو ناچار آپ کو پیچھے چھوڑ کر میلے پر چلے گئے۔ بعد میں وہی کچھ ہوا جس کا انہیں خطرہ تھا۔ آپ نے تبر (کلہاڑا) لے کر تمام دیوتاؤں (جو مختلف سیاروں کے ہی مجسمے تھے) پاش پاش کر دیا۔ ابراہیم علیہ السلام کی تو ساری مہم ہی ان ستارہ پرستوں کے خلاف تھی لیکن آج کا ظالم نجومی پھر بھی کہہ رہا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام علم نجوم اور ستارہ پرستی کے قائل تھے۔ یہ معاذ اللہ ابراہیم علیہ السلام تو نوروز کے شرکیہ تہوار سے بچنے کے لیے ترکیبیں کرتے رہے

لیکن آج کا نجومی کافروں کے اس تہوار کا تقدس مسلمانوں کے دلوں میں بٹھا رہا ہے اور نو روز کی رات کو سال کی سب راتوں سے مقدس قرار دے رہا ہے کہ اس رات ہر عمل اور دعا قبول ہوتی ہے۔ اللہ نے لیلۃ القدر کو سب سے مبارک رات قرار دیا اور پھر اس میں مختلف قرآنی وظائف بھی بتائے ہیں، تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ کافروں کا تہوار ہے، گویا یہ اسلام کے ملمع میں غیر مسلموں کے تہواروں اور ان کے شرکیہ علوم کو مسلمانوں پر مسلط کرنے کی گہری سازش ہے جس کا شکار یہ نجومی حضرات دانستہ یا نہ دانستہ چلے آرہے ہیں اور دوسرے مسلمانوں کو بھی اس کا شکار کرتے چلے آرہے ہیں حالانکہ یہ نجومی حضرات خود بھی مانتے ہیں کہ یہ مسلمانوں کا تہوار نہیں۔ مشہور منجم انتظار حسین شاہ زنجانی اپنے ماہنامہ آئینہ قسمت (مارچ 96 ص 6) پر لکھتا ہے:

''قدیم زمانہ سے رواج چلا آرہا ہے جب شمس برج حمل میں صفر درجہ دقیقہ پر داخل ہوتا ہے تو اہل یونان اس وقت کو نہایت متبرک اور معتبر جانتے تھے کیونکہ سال کی ابتدا اسی وقت ہوتی تھی اور مہینوں کے نام بھی ان ہی بارہ بروج سے مشتق و منسوب تھے۔''

چنانچہ سب کچھ جاننے اور ماننے کے باوجود بھی نو روز کافروں کا تہوار ہے پھر بھی اسے یہ مقدس مانتے ہیں اور اپنے سب سے زیادہ عملیات اسی رات کرتے ہیں۔ پھر نو روز کے نام پر سینکڑوں روپے کے نقش بنا کر لوٹتے ہیں یہ نقش بھی کیسا ہے ایسے ایک نقش کا نمونہ آئینہ قسمت (مارچ 96ء ص 31) پر دیا گیا ہے اس کے اندر مربع خانوں میں مختلف اعداد درج کیے گئے ہیں جبکہ اس کے باہر چاروں طرف یا علی یا علی لکھا گیا ہے۔ اور ساتھ اس کا فائدہ لکھا گیا ہے کہ اس نقش کو لکھ کر اپنے پاس رکھیں تو تمام سال جملہ امراض و بلیات، غم و صدمات سے محفوظ رہیں گے۔ دشمن مقہور ہوگا مقاصد پورے ہونگے۔

اس نقش میں واضح طور پر سیدنا علیؓ کو یا علی یا علی کہہ کر مدد کیلئے پکارا گیا ہے دراصل جیسا

کہ ہم پہلے واضح کر چکے ہیں کہ یہ دھندا ہی ایسا ہے کہ جب تک کوئی کفر وشرک نہ کرے یہ جادوئی عملیات کر ہی نہیں سکتے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ سیدنا علیؓ کا غیر مسلموں کے تہوار سے کیا تعلق؟ دوسرے یہ کہ انہیں مدد کیلئے پکارا گیا ہے جبکہ وہ خود لوگوں کو مخلوق سے ہٹا کر اللہ کی طرف پکارنے والے تھے۔ اگر وہ فوت ہو کر بھی دنیا میں کسی کی مدد کرنے پر قادر ہوتے یا مشکل کشا ہوتے، تو اپنے لخت جگر حضرت حسینؓ کو خون میں لت پت نہ دیکھتے!!! اسلام کے نام پر ان غیر اسلامی عملیات کی بات یہیں تک محدود نہیں بلکہ یہ نجومی گناہ کی کھلم کھلا دعوت عام دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ''خواتین کی رجوعیت کے لیے بھی اس وقت سے فائدہ اٹھائیں وہ لوگ جو کسی عورت کو تسخیر میں لانا چاہیں یا کسی مطلوبہ جگہ شادی کی خواہش رکھتے ہوں تو اس شرف کی تاثیر کام دے گی۔ (آئینہ قسمت مارچ 97ء ص 14)

لوٹ مار کے دیگر دھندے

ان نجومیوں نے قرآن اور اسلامی تعلیمات کا مذاق اڑاتے ہوئے لوگوں کو لوٹنے کے لیے اور بھی بہت سے دھندے بنائے ہوئے ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

دلہا دلہن زائچہ

مثلاً یہ اشتہار دیا جاتا ہے کہ ملک میں ہزاروں طلاقیں اس لیے ہو رہی ہیں کہ شادی کرتے وقت والدین کی طرف سے یہ احتیاط نہیں کی جاتی کہ رشتہ ازواج میں منسلک ہونے والوں کے ستاروں کی کیا پوزیشن ہے۔ لہذا آپ شادی سے پہلے 200 روپے ادا کر کے دلہا دلہن کے ستاروں کا زائچہ بنوالیں تو آپ بے شمار پریشانیوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ یہ خاص طور پر ہندوؤں کی رسم ہے کہ شادی کی بات طے کرتے وقت پنڈت لڑکے اور لڑکی کی کنڈلی (زائچہ) ملاتا ہے کنڈلی نہ ملنے پر اس شادی کو منحوس قرار دے دیا جاتا ہے۔

نومولود کا زائچہ

اسی طرح کہا جاتا ہے کہ آپ اپنے بچے کا نام ان کی تاریخ پیدائش کے مطابق ہم سے حساب لگوا کر رکھیں تاکہ ساری زندگی اس سیارے کے زیر اثر رہے جس کے تحت پیدائش ہوئی ہے تو وہ پریشانیوں سے بچا رہے گا۔ اس کی بھی 100 روپے کے قریب فیس لی جاتی ہے۔ اس طرح رشتے ہونے یا طے نہ پانیکی وجہ بھی ستاروں کی نحس پوزیشن کو قرار دیا جاتا ہے۔

سورج چاند گرہن

اگر سورج گرہن اور چاند گرہن لگ جائے تو اس کو بڑی نحوست قرار دیا جاتا ہے اس سلسلے میں بہت سارے توہمات پھیلائے جاتے ہیں۔ خاص طور پر حاملہ عورتوں کو بہت ڈرایا جاتا ہے کہ وہ یہ کریں یہ نہ کریں۔ پھر گرہن کی نحوست سے بچنے اور فائدے اٹھانے کے لیے خصوصی نقش تیار کیے جاتے ہیں۔ سردار عالم جنتری 98ء میں ایک ایسے خصوصی نقش برائے حصول مراد کو حاصل کرنے کا اشتہار دیا گیا۔ اور اس کی فیس 2000 روپے رکھی گئی۔ اور ساتھ ہی یہ خوشخبری بھی دی گئی کہ اسے رکھنے سے مردانہ قوت میں غیر معمولی اضافہ ہوگا۔ ظاہر ہے کاروبار چلانے کے لیے جب تک ایسی پرکشش بات نہ کی جائے دوکان کیسے چمک سکتی ہے؟ حالانکہ سورج یا چاند گرہن کا کسی نفع نقصان سے کوئی تعلق نہیں۔ نبی ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم رضی اللہ عنہ جس دن فوت ہوئے تو اتفاق سے عین اسی دن سورج کو گرہن لگ گیا۔ اس وقت عام عربوں کا خیال تھا کہ کسی بڑے آدمی کی موت کی وجہ سے سورج کو گرہن لگتا ہے۔ گویا وہ سیاہ ماتمی چادر اوڑھ لیتا ہے۔ آپ ﷺ نے اس موقع پر دو رکعت نماز کسوف بڑے خضوع خشوع کے ساتھ ادا فرمائی اور پھر لوگوں کے توہمانہ عقائد کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:

"یہ نشانیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ ظاہر کرتا ہے۔ یہ کسی کی موت و حیات کی وجہ سے واقع نہیں ہوتیں۔ بلکہ بندوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کرنے کے لیے ہوتی ہیں۔ جب تم ایسی کوئی چیز دیکھو تو خوف اور فکر کے ساتھ اللہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ اس کو یاد کرو اور اس سے دعا استغفار کرو" (بخاری 145 ج 1)

لکی نمبرز کا جوا

پرائز بانڈ جو خالصتاً سودی کاروبار ہے اس کی لکی نمبر نکالنے کے لیے بھی لوگوں کو خوب پھانسا جاتا ہے۔ بلکہ پرائز بانڈ کے ایجنٹوں نے کئی نام نہاد مجذوب ملنگ اور نجومی بھرتی کیے ہوتے ہیں۔ جو لوگوں کو لکی نمبر لکھ دیتے ہیں لیکن دراصل وہ دونوں طرف سے کما رہے ہوتے ہیں!!

بدشگونی اور فال

ان نجومیوں نے لوگوں میں بہت سی بدشگونیاں پھیلائی ہوتی ہیں۔ چنانچہ ان کے زیر اثر لوگوں نے اپنی دوکانوں اور گھروں میں خیر و برکت کے لیے مختلف نقش اور تعویذ خرید کر لٹکائے ہوتے ہیں۔ یہ نقش یا تو شرکیہ الفاظ پر مشتمل ہوتے ہیں۔ یا قرآنی سورتوں کے اعداد نکال کر انہیں مختلف خانوں اور دائروں میں لکھا ہوتا ہے حالانکہ تعویذ وغیرہ لٹکانے سے نبی ﷺ نے واضح طور پر منع فرمایا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"من علق تميمة فلااتم الله له/ جس نے تعویذ لٹکایا اللہ تعالیٰ اس کا مقصد پورا نہ کرے"۔ (احمد ابن ماجہ)

آپ ﷺ کی اس بددعا کا نتیجہ ہے کہ سب سے زیادہ آسیب زدگی، بدشگونی، اور بیماری، پریشانی ان لوگوں کے گھروں میں ہوتی ہے جو تعویذ دیتے ہیں یا تعویذ استعمال کرتے ہیں۔ بہت سے لوگ جو اپنی دوکانوں گھروں یا گاڑیوں کے پیچھے جوتا لٹکا دیتے

ہیں۔ کئی لوگ مخصوص اعداد مخصوص دنوں اور مخصوص اوقات کو منحوس سمجھتے ہیں۔ دوکاندار روزانہ پہلے آنے والے گاہک کو عموماً ناراض نہیں کرتے۔ اور خسارے پر بھی اسے چیز دینا پڑے تو یہ کہہ کر دے دیتے ہیں کہ یہ بونی کا ٹائم ہے۔ اگر پہلا گاہک ناراض ہو گیا تو سارا دن دوکانداری خراب ہو گی۔ اسی طرح کسی شخص کو ایک دو مصیبتیں اکھٹی آ جائیں تو وہ کہتا ہے کہ دراصل آج میرے ستارے گردش میں ہیں۔ کئی لوگ طوطوں اور دیگر پرندوں سے فال نکلواتے ہیں۔ بعض لوگ قرآن سے فال نکلواتے ہیں یہاں تک کہ الوؤں سے بھی مختلف شگون لیے جاتے ہیں۔ ان پر مختلف عملیات کر کے ان سے غیب کی خبریں معلوم کرتے ہیں۔ اور الو تیتر وغیرہ پر باقاعدہ کتابیں لکھی گئی ہیں۔ حالانکہ احادیث میں ان سے بد شگونیوں کی مذمت ہے نبی ﷺ نے فرمایا:

"نہ چھوت چھات ہے نہ الو ہے نہ صفر (بھوت) ہے" (بخاری)

ایک اور حدیث میں فرمایا:

"نہ الو ہے نہ چھوت چھات اور نہ کسی چیز میں نحوست ہے"۔ (ابوداؤد)

قطن بن قبیصہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"شگون لینے کے لیے جانور اڑانا، فال نکالنے کے لیے کچھ ڈالنا اور بدشگونی کرنا کفر میں سے ہے"۔ (ابوداؤد)

عملیات میں قرآن کے ساتھ سنگین مذاق

یہ نجومی اپنے عملیات کے لیے قرآن کو بھی اس طرح استعمال کرتے ہیں اور اس کی مقدس آیات کا اس طرح حلیہ بگاڑتے ہیں کہ اللہ کی پناہ۔ مثلاً ایک عمل کے لیے لکھا گیا ہے کہ

"تسخیر خلق مطلوب ہے تو آیت کریمہ لقد جاء کم .... تا رئوف رحیم (سورہ

توبہ آیت 128) کو الگ الگ حروف میں ایک سطر میں لکھو۔ اسی سطر کے نیچے نام طالب علم مع والدہ اور لفظ مقصد یعنی تسخیر خلق لکھو۔ اب دونوں سطور کو آپس میں امتزاج دو یعنی ایک حرف آیت کا اور ایک نام والی سطر کا لے کر لکھیں۔ اس طرح بار بار عمل کریں اور سطر مکمل کریں۔ جس سطر کے حروف ختم ہو جائیں، دوبارہ شروع سے اس سطر کے اتنے حروف لے لیں جتنے دوسری سطر کے بچے ہیں" (آئینہ قسمت مارچ 97ء)

اندازہ لگائیں قرآن کی ایک آیت کا اپنے کفریہ عمل کے لیے کیا حلیہ بگاڑ دیا کہ اس آیت کے حروف کو طالب کے نام اور والدہ کے نام کے حروف کے ساتھ گڈمڈ کر دیا اور پھر ان حروف کے اعداد نکال کر آیت کی مزید شکل بگاڑ دی جاتی ہے ساتھ کلمات طلسم لکھے جاتے ہیں اور کئی ہیر پھیر کرنے کے بعد ایک نقش بنا لیا جاتا ہے اور پھر کہا جاتا ہے کہ آپ کے تمام جملہ مقاصد پورے ہوں گے۔ اسی طرح قرآنی آیات اور سورتوں کے اعداد نکال کر عمل کرتے ہیں، پھر ان سورتوں کے مؤکل حاضر کرتے ہیں۔ کئی ہمزاد حاضر کرتے ہیں اور ان سے ہر کام لینے کے دعوے کرتے ہیں۔ ہم حیران ہیں کہ قرآن یا نبی ﷺ کی شان کے خلاف کوئی ایک لفظ کہہ دے تو اس پر توہین رسالت کا مقدمہ دائر ہو جاتا ہے لیکن یہ نجومی اور جادوگر حضرات قرآن کی آیات کا اس قدر کھلم کھلا اپنے رسالوں میں مذاق اڑاتے ہیں ان کا حلیہ بگاڑتے ہیں لیکن انہیں کوئی پوچھنے والا نہیں!!

روحوں کو حاضر کرنے کا فراڈ

انہی نجومیوں کے رسالے میں روحوں کا حاضر کرنے اور ان سے کام لینے کے لیے کشف قبور کے شرکیہ عمل بتائے جاتے ہیں۔ اسے وہ محفل حاضرات کہتے ہیں اس کے لیے بڑی پابندیوں کے ساتھ قبرستان میں تین روزہ عمل کروایا جاتا ہے۔ حالانکہ اللہ کا فرمان ہے

"وما انت بمسمع من فی القبور" (سورہ فاطر۔22).

"اے نبی ﷺ! آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں"

یعنی مردوں کو نہ تو سنایا جا سکتا ہے اور نہ وہ کسی دنیا والے کی پکار سن سکتے ہیں اور نہ کسی کی مدد کر سکتے ہیں چاہے وہ کتنا ہی نیک ولی یا نبی کیوں نہ ہو۔ دنیا سے ان کا کوئی رابطہ و تعلق نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ نجومی حضرات کہتے ہیں کہ کشف قبور کا یہ عمل کریں اور مردوں سے جو چاہے بات کریں۔ ویسے یہ دلچسپی کی بات ہے کہ یہ بات چیت بھی تصور کی بنیاد پر کرائی جاتی ہے جیسا کہ ایک عامل لکھتا ہے:

''اس عمل کشف قبور میں عالم خواب کے علاوہ عالم بیداری میں بھی ارواح سے ملاقات ہوتی ہے لیکن یہ سارا کھیل عامل کی مضبوط قوت ارادی، تصور اور یکسوئی پر منحصر ہے۔ (آئینہ قسمت مارچ 97ء ص 25)

اس عبارت سے ہی ثابت ہوا کہ یہ سارا تصوراتی اور شیطانی کھیل ہے اس تصور کی وجہ سے انسان سمجھتا ہے کہ میں روحوں سے کام لے رہا ہوں حالانکہ شیطان اس کے کام آ رہا ہوتا ہے اور پھر شیطان ایک دفعہ کام کر کے پھر اس کو خوب اپنے اشاروں پر نچاتا ہے اور اس سے ہر برا اور شرکیہ خبیث کام کرواتا ہے۔

پتھروں نگینوں کی تاثیر کا فراڈ

ان نجومیوں نے پتھروں سے بھی بڑی بڑی تاثیریں منسوب کر رکھی ہیں کہ فلاں پتھر کا نگینہ پہنیں تو فلاں فائدہ اور فلاں پتھر کا نگینہ پہنیں تو فلاں نقصان ہو گا۔ ان پتھروں کے اثرات کو بھی انہوں نے ستاروں کے اثرات سے جوڑا ہوا ہے۔ اور بہت سے مسلمان کہلانے والے نجومیوں کے کہنے کے مطابق اپنے لیے کسی پتھر کا انتخاب کرتے ہیں۔ یہ دلچسپی کی بات ہے نجومی ہو یا دست شناس یہ اعداد اور خطوط کے ذریعے علم جفر اور رمل وغیرہ کے حساب لگانے والا سب میں ستاروں کے حساب کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ امت کے ایک بڑے طبقے کو ستاروں کے اس چکر میں گرفتار ہوتا دیکھ کر نبی ﷺ کی ایک حدیث یاد آئی

کہ آپ ﷺ نے سچ فرمایا تھا:

"میری امت میں چار جاہلیت کی باتیں ایسی ہیں کہ انہیں یہ نہ چھوڑیں گے:

(1) اپنے حسب نسب پر فخر کرنا (2) دوسروں کے نسب پر طعنہ دینا (3) تاروں سے بارش کا اعتقاد رکھنا (4) مردوں پر نوحہ ماتم کرنا" (مسلم)

لیکن اب صورتحال یہ ہے کہ تاروں پر بارش کا اعتقاد تو کیا، ہر سعد ونحس بات ان ہی سے منسوب کی جارہی ہے۔ ان ستاروں کے ذریعے جھوٹی پیش گوئیاں کی جاتی ہیں اور پھر مزے کی بات یہ کہ یہ سب کفریہ کام ہیں اور غیب دانیوں کے دعوے کر کے بھی نجومی حضرات اپنے رسالوں اور دوکانوں کے بورڈوں پر لکھتے ہیں "غیب کا علم صرف اللہ کو ہے"۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ لکھنے اور کہنے کے بعد سب دعوے کرنا جائز ہو جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح ریڈیو ٹی وی پر تو آغاز میں تو بسم اللہ پڑھی جاتی ہے پھر اس کے بعد ہر بات جائز ہو جاتی ہے! اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کے ساتھ اس مذاق اور کفر شرک سے بچائے۔ آمین!

نجومیوں کے بعض ''شرعی دلائل'' کا جائزہ

گذشتہ تفصیلات کے بعد شک باقی نہیں رہ جاتا کہ ستاروں اور سیاروں کو انسانی زندگی کے معاملات میں کوئی تاثیر حاصل نہیں اور علم ہیئت کی جائز ذیلی اقسام کے سوا 'علم نجوم' کا حصول صریح کفر ہے اور نجومیوں اور ان کے پاس جانے والوں 'گاہکوں' کا ایمان شدید خطرے میں ہے۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ نجومیوں کے بعض ان ناکارہ دلائل کا بھی جائزہ پیش کر دیا جائے جنہیں وہ اپنا شرعی ہتھیار سمجھ کر عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں اور یوں اپنے کفر و شرک کو عین ایمان اسلام خیال کرتے ہیں۔

❶ پہلی دلیل

نجومی لوگ عموماً حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حوالے سے یہ بات ذکر کرتے ہیں کہ جناب ابراہیم علیہ السلام ستاروں کی تاثیر کے معتقد تھے اور اس ضمن میں درج ذیل آیات پیش کرتے ہیں:

''فنظر نظرة في النجوم o فقال انی سقیم ''o(الصافات۔79)

''اب ابراہیم علیہ السلام نے ایک نگاہ (آسمان کے) تاروں کی طرف اٹھائی اور کہا میں تو بیمار ہوں۔''

(جواب)

سب سے پہلے تو ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ نجوم پرستی شرک ہے یا نہیں؟ اگر تو یہ شرک ثابت ہو جائے تو اس کا جواب خود بخود ثابت ہو جائے گا کہ انبیاء شرک پھیلانے کے لیے نہیں بلکہ اس کی بیخ کنی کے لیے تشریف لاتے رہے ہیں اور اگر یہ شرک نہیں تو پھر اس کے دیگر پہلوؤں کا جائزہ لینا پڑے گا۔

قرآن وسنت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کواکب پرستی اور ستاروں کی تاثیر کو تسلیم کرنا ہر دور میں شرک کے زمرے میں داخل رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے پوری تاریخ انسانی میں کبھی بھی اس کی اجازت نہیں دی۔ کیونکہ ستارے بھی دیگر مخلوق کی طرح اللہ کی مخلوق ہیں اور تقدیر الٰہی کے ایسے پابند ہیں کہ اپنے نظام سے (یعنی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے) انحراف نہیں کر سکتے تو پھر یہ دوسروں کی تقدیر میں کیسے دخیل ہو سکتے ہیں؟

پھر یہ غیر ذی روح مخلوق ہے جسے کوئی حس شعور بھی نہیں۔ اور جسے خود اپنی ذات کا شعور نہ ہو وہ کسی دوسرے کے معاملات میں کیا تاثیر پیدا کر سکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ستاروں اور دیگر اجرام فلکی کو مخلوق قرار دیتے ہوئے ان کی حیثیت سے اچھی طرح واضح فرما دیا تا کہ لوگ ستاروں کو مؤثر سمجھ کر کہیں ان کی پوجا پاٹ نہ شروع کر دیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”ومن ایاتہ اللیل والنہار والشمس والقمر لاتسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للہ الذی خلقھن ان کنتم ایاہ تعبدونo (فصلت 38-)

”لیل ونہار اور شمس وقمر اسی کی نشانیوں میں سے ہیں تم آفتاب اور ماہتاب کو سجدہ نہ کرو بلکہ اس اللہ کے لیے سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا“۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ بھی ہماری طرح مخلوق ہیں اور خدائی اختیارات میں ہرگز اللہ کے شریک نہیں۔ لہذا انہیں مؤثر سمجھنا گویا خدائی اختیارات میں شریک کرنا ہے اور اسلام اسے شرک قرار دیتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کے دور میں ایک رات بارش ہوئی تو صبح کے وقت آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے بندوں میں سے کچھ بندوں نے حالت ایمان میں اور کچھ نے حالت کفر میں صبح کی ہے۔ جس نے کہا کہ اللہ کے فضل و رحمت سے بارش

ہوئی ہے وہ مجھ پر ایمان لایا اور اسنے ستاروں کے ساتھ کفر کیا اور جس نے یہ کہا کہ فلاں ستارے (بچھتر) سے بارش ہوئی اس نے میرے ساتھ کفر کیا اور وہ ستاروں پر ایمان لایا (۱)

ایک اور روایت میں ہے کہ جس نے علم نجوم سیکھا اس نے جادو کا ایک حصہ سیکھا۔ وہ جتنا زیادہ علم نجوم سیکھے گا اتنا زیادہ جادو میں ملوث ہوگا"۔ (۲)

مذکورہ دلائل سے ثابت ہوا کہ ستاروں کی تاثیر تسلیم کرنا صریح کفر وشرک ہے اور اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ حضرات انبیاء ہمیشہ کفر وشرک کے خلاف ہی تبلیغ کرتے رہے ہیں۔ اور کسی نبی کے بارے میں یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ ایسی برگزیدہ ہستی سے کبھی کفر وشرک کا کام سرزد ہوا ہو لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں کی طرف دیکھتے ہوئے اپنا عذر مرض کیوں پیش کیا تھا۔؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور میں کواکب پرستی عروج پر تھی اور ان کی قوم ستاروں کی تاثیر کی زبردست قائل تھی۔ اور اس کے ساتھ وہ شرک کی کئی اور شکلوں مثلاً بت پرستی وغیرہ میں بھی مبتلاء تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے بتوں کو پاش پاش کرنا چاہتے تھے اور اس کے لیے وہ موقع کی تلاش میں تھے بالاخر وہ موقع آ ہی گیا کہ ساری قوم کہیں میلا منانے کیلیے جانے لگی تو بعض لوگوں نے ابراہیم علیہ السلام کو بھی اُپنے ساتھ جانے کی فرمائش کی۔ اگر ابراہیم علیہ السلام بھی ان کے ساتھ چلے جاتے تو یہ خوبصورت موقع ضائع ہو جاتا اور اگر آپ صاف انکار کر دیتے تو تب بھی خطرہ تھا کہ کہیں قوم میرے ارادے سے خبردار نہ ہو جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک ترکیب سوجھی اور انہوں نے آسمان کے ستاروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا کہ میں بیمار ہوں۔ (یا تمہارے ساتھ جانے کی وجہ سے بیمار ہو جاؤں گا) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذہن میں حاشا وکلا

---

(۱)[(بخاری ومسلم)]

(۲)[(ابوداؤد 3905)]

یہ بات نہ تھی کہ وہ ستاروں کی تاثیر کے قائل ہیں۔ اور معاذ اللہ ستاروں کا حساب لگا کر اپنی بیماری کو ستاروں کے مرہون منت سمجھ رہے ہوں۔ بلکہ انہوں نے اپنی ستارہ پرست قوم کو غلط فہمی میں مبتلاء کرنے کے لیے ستاروں کی طرف نگاہ ڈالی تھی تاکہ ان کی قوم یہ سمجھے کہ ابراہیم کے ستارے یہ بتاتے ہیں کہ انکا باہر ہمارے ساتھ میلے کیلیے نکلنا باعث مضرت ہے۔ تو گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہاں توریہ وتعریض سے کام لیا اور توریہ وتعریض کا مفہوم یہ ہے کہ مخاطب ایسے الفاظ استعمال کرے کہ سامع ان کا مفہوم کچھ اور سمجھتا ہو اور مخاطب کے ذہن میں اس کے علاوہ کوئی اور بات پنہاں ہو۔

فنظر نظرة فی النجوم o فقال فی النجوم o کا مفسرین نے ایک دوسرا جواب یہ ذکر کیا ہے کہ اہل عرب کے ہاں یہ ایک محاورہ ہے جسے ہر اس شخص کے بارے میں استعمال کیا جاتا ہے جو غور وفکر کرے جیسا کہ حافظ ابن کثیرؒ حضرت قتادہؓ کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ

"والعرب تقول لمن تفکر نظر فی النجوم یعنی قتادہ انہ نظر الی السماء متفکرا فیما یلھیھم بہ"(۱)

"یعنی جو شخص غور وفکر کرے، اہل عرب اس کے بارے میں یہ محاورہ استعمال کرتے ہیں کہ 'نظر فی النجوم (اس نے تاروں کی طرف دیکھا) گویا حضرت قتادہ مذکورہ آیت کی یہ تفسیر کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نے غور وفکر کرتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھا تا کہ وہ اس طرح اپنی قوم کی غلط فہمی میں مبتلا کر سکیں"۔

اس بات کا پس منظر اس محاورے سے مزید واضح ہو سکتا ہے کہ جس طرح ہمارے ہاں جب کوئی شخص سوال کا جواب دینے کے لیے کچھ لمحات غور وفکر میں گزارتا ہے اور اس دورانیہ میں وہ زمین کی طرف یا آسمان کی طرف دیکھتا ہے یا پھر آنکھیں بند کر کے کچھ دیر سوچتا ہے

(۱)[(تفسیر ابن کثیر ج 3-21)]

حالانکہ اس کا یہ معنی نہیں ہوتا کہ زمین یا آسمان میں کوئی چیز اسے صحیح جواب سے آگاہ کرنے والی موجود ہے بلکہ یہ محض ایک عادت ہے تو اسی طرح اہل عرب کی یہ ایک عادت تھی کہ وہ آسمان کی طرف دیکھا کرتے تھے۔ مذکورہ دونوں جواب ابن کثیر کے علاوہ مفسر قرطبیؒ (تفسیر قرطبی ج15-82) امام شوکانیؒ (ج4-474) اور دیگر مفسرین سے بھی منقول ہیں۔

حافظ ابن قیمؒ نے بھی ''مفتاح دارالسعادۃ'' (ج2-190 ص) میں اس کا تفصیلی جواب ذکر کیا ہے جو لائق مطالعہ ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دور میں بھی ایسے نجومی موجود تھے جو قرآن وسنت کی آڑ میں ایسے گمراہ کن نظریات کی ترویج کرتے اور اپنی دوکانداری چمکاتے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ہر طرح کے شرک کا خاتمہ فرمانا چاہتے تھے!

فنظر نظرۃ فی النجوم ۔۔۔ کا اصل مفہوم واضح ہو چکا ہے لیکن بدبخت نجومیوں کا اس آیت کا مفہوم بگاڑ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نجوم پرست ثابت کرنا جدالانبیاء ،اولوالعزم پیغمبر اور اللہ کے خلیل جناب ابراہیم علیہ السلام کی سخت توہین اور ان کی شان رسالت میں عظیم گستاخی ہے۔ نعوذ باللہ ذالک!

جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جس طرح بت پرستی کے خلاف تھے بعینہ اس طرح کواکب پرستی سے بھی سخت بیزار تھے۔ قرآن مجید کی درج ذیل آیات اس مسئلہ کی صحیح وضاحت کرتی ہیں:

واذقال ابراھیم لابیه اذر اتتخذ اصناما الھة انی اراک وقومک فی ضلل مبین ٥ وکذلک نری ابرھیم ملکوت السموت والارض ولیکون من الموقنین ٥ فلما جن علیه الیل راء کوکبا قال ھذا ربی فلما افل قال لا احب الافلین ٥ فلما رألقمر بازغاقال ھذا ربی فلما افل قال لا لئن الم

يهدني ربي لأكونن من القوم الظالين o

فلما رأ الشمس بازغة قال هذا ربي هذا اكبر فلما افلت قال يقوم اني بريئ مما تشركون oاني وجهت وجهي للذي فطر السموات والارض حنيفاو ما انا من المشركين oوحاجه قومه قال اتحاجوني في الله وقد هدني ولا اخاف ماتشركون به الا ان يشاء ربي شياوسع ربي كل شئ علماافلا تتذكرون oوكيف اخاف ماشركتم ولا تخافون انكم اشركتم بالله مالم ينزل به عليكم سلطانا فاى الفريقين احق بالامن ان كنتم تعلمون oالذين امنوا ولم يلبسوا ايمانهم بظلم اولئك لهم الامن وهم مهتدون oوتلك حجتنا اتينا ها ابراهيم على قومه نرفع درجات من نشاء ان ربك حكيم عليم o(الانعام 74تا 83)

''اور وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آذر سے فرمایا تھا کہ تو بتوں کو معبود قرار دیتا ہے، بے شک میں تجھ اور تیری ساری قوم کو صریح گمراہی میں دیکھتا ہوں اور ہم نے ایسے ہی طور پر ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کا نظام سلطنت دکھلایا تاکہ وہ کامل یقین کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔ پھر جب رات کی تاریکی ان پر چھا گئی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا آپ نے فرمایا کہ یہ میرا رب ہے مگر جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں غروب ہو جانے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔ پھر جب چاند کو دیکھا چمکتا ہوا۔ تو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے لیکن جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے رب نے اگر مجھے ہدایت نہ دی تو میں گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں گا۔ پھر جب آفتاب کو دیکھا چمکتا ہوا تو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے یہ تو سب سے بڑا ہے، پھر جب وہ بھی غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا بے شک میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں۔ میں اپنا رخ اس کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، یک سو ہو

کر اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ اور ان سے ان کی قوم نے حجت کرنا شروع کی۔ آپ نے فرمایا کہ تم اللہ کے معاملے میں مجھ سے حجت کرتے ہو حالانکہ اس نے مجھ کو طریقہ بتلا دیا ہے اور میں ان چیزوں سے جنکو تم اللہ کے ساتھ شریک بناتے ہو نہیں ڈرتا۔ ہاں اگر میرا پروردگار ہی کوئی امر چاہے' میرا پروردگار ہر چیز کو اپنے علم میں گھیرے ہوئے ہے۔ کیا تم پھر بھی خیال نہیں کرتے اور میں ان چیزوں سے کیسے ڈروں جنکو تم نے شریک بنالیا ہے حالانکہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک ٹھہرایا ہے جن پر اللہ تعالیٰ کیساتھ ایسی چیزوں کو شریک ٹھہرایا جن پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی سوان دو جماعتوں میں سے امن کا کون زیادہ مستحق ہے اگر تم خبر رکھتے ہو جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کیساتھ مخلوط نہیں کرتے، ایسوں ہی کے لیے امن ہے اور وہی راہ راست پر چل رہے ہیں۔ اور یہ ہماری حجت تھی، جو ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابلہ میں دی تھی ہم جسکو چاہتے ہیں مرتبوں میں بڑھا دیتے ہیں بے شک آپ کا رب بڑا حکمت والا علم والا ہے''۔

❷ دوسری دلیل

نجومی حضرات کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر ستاروں کی قسمیں کھائی ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(1)''فلا اقسم بمواقع النجوم وانه لقسم لو تعلمون عظيم''

''پس میں قسم کھاتا ہوں ستارے کے گرنے کی اور اگر تمہیں علم ہو تو یہ بہت بڑی قسم ہے''۔(الواقعہ 74-75)

(2)''فلا اقسم بالخنس الجوار لكنس''(التکویر 15-16)

''میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹنے والے چلنے پھرنے اور چھپنے والے تاروں کی''۔

(3) ”والسماء والطارق o وما ادرک ما الطارق o النجم الثاقب o“
”قسم ہے آسمان کی اور اندھیرے میں روشن ہونے والے کی اور تمہیں معلوم ہے کہ وہ رات کو نمودار ہونے والی چیز کیا ہے؟ وہ روشن ستارہ ہے۔“
ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ کہ آخر ان ستاروں کی کوئی تاثیر ہے وگرنہ اللہ تعالیٰ ان کی قسمیں کیوں کھاتے؟

جواب

یہ بات درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ستاروں کی قسمیں کھائی ہیں مگر ان قسموں کی بنیاد پر ستاروں کی تاثیر پر استدلال کرنا دو بنیادی وجوہات کے پیش نظر غلط ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی ان قسموں سے ستاروں کی تاثیر ثابت ہوتی ہے۔ تو پھر اس منطق کی روح سے ہر اس چیز کی تاثیر بھی تسلیم کر لینی چاہیے جس کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے۔ مثلاً انجیر' زیتون' مکہ مکرمہ' طور سینا (پہاڑ)' وقت چاشت' سیاہ رات' روشن دن' آسمان' زمین' انسانی نفس' باپ' بیٹا' فجر' دس راتیں' جفت' طاق' ہانپتے ہوئے دوڑنے والے گھوڑے' بوقت صبح دھاوا بولنے والا لشکر' اور ایسی ہی کئی چیزوں کی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں قسمیں کھائی ہیں۔ مگر ان تمام چیزوں کی وہ تاثیر یہ نجومی خود بھی تسلیم نہیں کرتے جو یہ ستاروں کی تسلیم کیے ہوئے ہیں حالانکہ پھر ان کے اس قاعدے کی رو سے ان ساری چیزوں ہی کو کائنات کا مدبر و منتظم تسلیم کر لینا چاہیے۔ اور (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کو اپنے اختیارات سے سبکدوش سمجھ لینا چاہیئے!!

مذکورہ آیات سے اخذ کیے جانے والے مفہوم کے غلط ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے ان تمام آیات اور احادیث کا ابطال لازم آئے گا۔ جن میں نہایت وضاحت و صراحت کیساتھ یہ بیان کیا گیا ہے کہ ستارے اللہ کی مخلوق ہیں۔ زندگی کے اتار چڑھاؤ میں انہیں کوئی تاثیر حاصل نہیں اور جو انہیں مؤثر سمجھتا ہے وہ کفر و شرک کا مرتکب ہوتا ہے۔

تیسری دلیل

نجومی حضرات کا کہنا ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ خود ان اجرام فلکی کی معلومات حاصل کرنے کی ترغیب دلائی ہے پھر یہ ممنوع کیسے ہوسکتا ہے؟ اس ضمن میں اس طرح کی آیات پیش کی جاتی ہیں:

(۱) ھو الذی جعل الشمس ضیاء والقمر نورا وقدرہ منازل لتعلموا عددالسنین والحساب ماخلق اللہ ذلک الا بالحق. (یونس۔۵)

"وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو نورانی بنایا اور اسکے لیے منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کرلیا کرو اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں بے فائدہ نہیں پیدا کیں۔"

(۲) "والشمس تجری لمستقرلھا ذلک تقدیر العزیز لعلیم o والقمر قدرنہ منازل حتی عادک العرجون القدیم o (یس ۳۸۔۳۹)

"اور سورج کیلیے جو مقرر راہ ہے وہ اسی پر چلتا ہے یہ ہے اندازہ ٹھہرایا ہوا غالب باعلم اللہ تعالیٰ کا۔ اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر رکھی ہیں یہاں تک کہ وہ لوٹ کر پرانی ٹہنی کی طرح ہوجاتا ہے"۔

"ویتفکرون فی خلق السموات ولارض ربنا ماخلقت ھذا باطلا"

"اور وہ آسمان اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! تو نے یہ بے فائدہ نہیں بنائے"۔ (ال عمران۔۱۹۱)

جواب

یہ بات پہلے بھی واضح کی جاچکی ہے کہ ان آیات کا تعلق علم ھیئت سے ہے اور علم ھیئت کی روشنی میں ماہ، سال کی تعیین، اوقات کار کا تقرر، موسموں کا تعین، سمتوں کی معلومات

'کیلنڈروں اور گھڑیوں کی تیاری' سورج اور چاند گرہن کی اطلاع اور اسی نوع کی بہت سی چیزوں کو واضح کرنا بلاشبہ جائز' مشروع بلکہ بعض اہل علم کے نزدیک فرض کفایہ ہے لیکن ان طبعی حقائق سے تجاوز کرتے ہوئے لوگوں کی تقدیر و قسمت' خیر و شر' سعد' نحس' سعادت و شقاوت' مال و دولت' کامیابی و ناکامی' عروج و زوال' فتح و شکست' وغیرہ کو ستاروں سے مربوط کرنا اور انہیں اجرام فلکی کا مرہون منت سمجھنا کس قرآنی آیت یا حدیث نبوی سے ثابت ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ علم ھیئت اور علم النجوم (یعنی علم اثرات النجوم) دو الگ اور جدا علوم ہیں۔ اول الذکر کسی حد تک مشروع اور مؤخر الذکر سراسر ممنوع بلکہ کفر و شرک پر مبنی ہے اور شریعت نے اسی مؤخر الذکر سے بارہا منع فرمایا ہے جبکہ نجومی حضرات علم ھیئت سے متعلقہ دلائل کی آڑ میں علم اثرات النجوم کی گنجائش نکالنے کی سعی لاحاصل کرتے ہیں اور یوں اپنے تئیں عوام کو بے وقوف بناتے ہیں۔

4 چوتھی دلیل

حضرت ادریس علیہ السلام کے حوالے سے یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے یہ علم سکھایا تھا اس لیے یہ علم ناجائز نہیں ہو سکتا کیونکہ ایک نبی کو یہ علم عطا کیا گیا تھا اور پھر انہی سے نسل در نسل یہ مسلسل منتقل ہوتا چلا آرہا ہے۔

جواب

نجومیوں کی یہ بات کوئی نئی نہیں۔ بلکہ امام ابن تیمیہؒ کے دور میں بھی نجومی یہ دلیل پیش کر کے اپنے علم نجوم کو شرعی علم ثابت کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے اور امام ابن تیمیہؒ نے اس دور میں جو اس کا جواب دیا، وہی جواب آج بھی معتبر ہے اس لیے راقم شیخ الاسلام کے جواب کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے الفاظ میں اس جواب کو نقل کر رہا ہے:

''اول تو یہ دعویٰ ہی بلا دلیل ہے کیونکہ جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے وہ حضرت ادریس علیہ

السلام تک سند صحیح اس دعوے کو ثابت ہی نہیں کر سکتا مگر یہ لوگ اپنی کتابوں میں 'ہرمس الہرامسہ' سے مراد حضرت ادریس کو لیتے ہیں حالانکہ خود ان کے نزدیک ہرمس اسم جنس ہے (اسم ذات نہیں) اسی لیے یہ 'ہرمس الہرامسہ' بولتے ہیں۔ اور پھر جو چیزیں یہ اپنے ہرمس سے بیان کرتے ہیں وہ ایسی جھوٹی اور باطل ہیں کہ کوئی بھی مسلمان انہیں سن کر قطعی طور یہی فیصلہ کرے گا کہ یہ جھوٹی اور خود ساختہ باتیں کسی نبی کے شایان شان نہیں۔ اس لیے بلا دلیل ان کی طرف یہ جھوٹ منسوب کیا جاتا ہے جبکہ حضرت ادریس علیہ السلام اس سے بری ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر بالفرض حضرت ادریس علیہ السلام کو ایسا علم سکھایا گیا تھا تو وہ انکا معجزہ ہوگا جو خصوصی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا گیا ہوگا جبکہ یہ نجومی تو محض اندازوں' تجربوں اور قیاس آرائیوں' سے کام لیتے ہیں اور ان کے پاس انبیا کی باتیں ہرگز نہیں پہنچیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ اگر حضرت ادریس علیہ السلام سے واقعی اس علم کی کوئی بات انہیں پہنچی ہو تو پھر بھی ان کے علم میں اس صحیح بات کے مقابلے میں کئی گنا بڑھ کر جھوٹی باتیں موجود ہیں اور یہ بات بھی قطعی و یقینی ہے کہ ان کے جھوٹ کی آمیزش یہود و نصاری کے جھوٹ کو بھی مات دے گئی۔ وہ اس طرح کہ یہود و نصاری کا دین یقیناً انبیاء و رسل کا لایا ہوا دین ہے اور اللہ تعالیٰ ہی نے تورات' انجیل' اور زبور اس طرح نازل کی ہیں جس طرح قرآن مجید نازل کیا ہے اور پھر کہ ہم اس بات پر ایمان لائیں کہ ہم سے پہلے ان لوگوں کی طرف بھی انبیا و رسل آتے رہے۔ جیسا کہ سورہ بقرہ (آیت۔۱۳۶) میں ہے لیکن اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی واضح فرما دیا کہ ان لوگوں نے اپنی کتابوں میں تحریف اور تغیر و تبدل کر دیا لہٰذا جب سچی وحی اور اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابوں کیساتھ یہ سلوک کیا گیا باوجود اس کے کہ یہ حضرات ادریس علیہ السلام کے مقابلے میں ہمارے قریب ہیں اور ان

ادیان کے حاملین علم نجوم کے حاملین سے بڑی تعداد رکھتے ہیں اور یہ نجومیوں کے مقابلے میں نسبتاً کم اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور یوم آخرت کا کم انکار کرنے والے ہیں، لیکن اسکے باوجود جب یہود و نصاریٰ اور ان کی آسمانی تعلیمات کا یہ حال ہے تو حضرت ادریس علیہ السلام کے آسمانی علم کا کیا حال ہوگا جبکہ ہمیں یہ بھی علم ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کی طرف منسوب کیے جانے والے علم میں تحریف وتکذیب یہود و نصاریٰ کے علم سے کئی گناہ زیادہ ہے۔ اور جب ہم یہود و نصاریٰ کی ہر بات کو تسلیم نہیں کر سکتے تو ان نجومیوں کی ہر بات کو کیسے تسلیم کر لیں؟

چوتھی بات یہ ہے کہ علم نجوم کی دو قسمیں ہیں ایک حساب (علم ھیئت) اور دوسری احکام (اثرات النجوم) سے تعلق رکھتی ہے۔ علم حساب (علم ھیئت) تو اجرام فلکی کے مابین مسافت اور ان کی حرکت وگردش وغیرہ کی معلومات پر موقوف ہے یا اسی طرح کی کچھ اور باتیں اسمیں شامل ہیں جو بلا ریب صحیح ہے۔ جبکہ اسکی دوسری قسم (اثرات النجوم) جادو سے تعلق رکھتی ہے اور یہ بات ناممکن ہے کہ کوئی نبی جادوگر رہا ہو۔ اس دوسری قسم میں ستاروں کی پرستش بھی کی جاتی ہے اور کئی شرکیہ امور بھی کئے جاتے ہیں جبکہ کوئی بھی نبی نہ شرک کرتا ہے اور نہ شرکیہ علوم حاصل کر سکتا ہے۔ اس لیے شرک پر مبنی علم کو جن لوگوں نے حضرت ادریس علیہ السلام کی طرف منسوب کیا ہے وہ ایسے ہی ہے جیسے بعض لوگوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف جادو کو منسوب کر دیا تھا حالانکہ وہ جادوگر ہرگز نہیں تھے۔ اسی طرح ان لوگوں نے یہ علم حضرت ادریس علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیا ہے حالانکہ آپ نجومی ہرگز نہ تھے''۔ (۱)

(۱) [(مجموع الفتاویٰ ص 109 تا 111 جلد (35)]

باب 2

کہانت وعرافت کی شرعی حیثیت

- ❑ علمِ کہانت وعرافت
- ❑ کہانت عہد جاہلیت میں
- ❑ کہانت دور حاضر میں
- ❑ کہانت حرام ہے
- ❑ کاہن اور اسے ماننے والا کافر ہے!
- ❑ کاہنوں کے بارے میں علما کے فیصلے

کہانت وعرافت

کہانت کیا ہے؟

کہانت' کھن (ک ھ ن) سے مشتق ہے جسکا لغوی معنی ہے غیب کی باتیں بتانا اور اس کی اصطلاحی تعریف میں نواب صدیق بن حسن قنوجیؒ رقمطراز ہیں کہ

"المراد به مناسبة الارواح البشرية مع الارواح المجرد من الجن والشياطين والاستعلام بهم عن الاحوال الجزئية الحادثة فى عالم الكون والفساد المخصوصة بالمستقبل واكثر مايكون فى العرب وقدشته فيهم كاهنان بشق والاخرسطيع وقصتهما مشهورة فى كتب السير"[1]

"کہانت سے مراد ایسا علم ہے جسمیں انسانی روحیں' شیطانی وجنی روحوں سے ہم آہنگ ہو جاتی ہیں اور ان شیطانوں کے ذریعہ عالم کون وفساد (کائنات) میں ہونے والے حادثات وواقعات کے جزوی حالات معلوم کیے جاتے ہیں اور اسمیں بالخصوص وہ حوادث مدنظر رکھے جاتے ہیں جن کا تعلق مستقبل سے ہوتا ہے۔ کہانت زیادہ تر اہل عرب میں پائی جاتی تھی اور ان میں شق, سطیح نامی دو کاہن بڑے مشہور تھے۔ کتب سیر میں انہی کا قصہ مشہور ہے۔

کاہن کون؟

مندرجہ تعریف ہی سے معلوم ہو جاتا ہے کہ جو شخص شیطانوں اور جنوں کے ذریعے غیبی

(۱) [ابجد العلوم (ج ۲۔ص ۴۵۳)]

معلومات حاصل کرے وہ کاہن ہیں۔ شیخ عبدالرحمٰن بن حسن آل الشیخ رقمطراز ہیں کہ

"الکاھن ھو الذی یاخذ عن مسترق السمع و کانوا قبل البعث کثیرا"[1]

"جس شخص کو کوئی جن شیطان' فرشتوں کی مجلس سے کوئی بات چوری کر کے لا سنائے وہ شخص کاہن ہے اور آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے یہ کثیر تعداد میں موجود تھے"

صاحب لسان العرب فرماتے ہیں کہ

"الکاھن الذی یتعاطی الخبر عن الکائنات فی مستقبل الزمان ویدعی معرفۃ الاسرار"[2]

"یعنی کاہن وہ شخص ہے جو مستقبل کی خبریں بتانے کے درپے ہو اور غیب دانی کا دعوی کرنے والا ہو"۔

عرّاف کون؟

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ

"والعراف قد قیل انہ اسم عام للکاھن والمنجم والرمال ونحوھم ممن یتکلم فی تقدم المعرفۃ بھذہ الطرق"[3]

"عراف ایک عمومی نام ہے جو کاہن' نجومی اور علم رمل جاننے والوں پر بولا جاتا ہے اور اسی طرح ہر وہ شخص عراف کہلاتا ہے جو اندازوں اور تخمینوں وغیرہ کے ساتھ غیب دانی کا دعوی کرتا ہے"۔

نیز فرماتے ہیں کہ

(۱)[(فتح المجید شرح کتاب التوحید (ص ۲۳۵)]

(۲)[لسان العرب (ج ۱۳۔ ص ۳۲۳)]

(۳)[(مجموع الفتاوی ج ۳۵۔ ص ۱۰۲)]

"فنهى النبى ﷺ عن اتيان الكهان والمنجم يدخل فى اسم الكاهن عندا لخطابى وغيره من العلماء وحكى ذلك عن العرب وعند اخرين هو من جنس الكاهن واسوء حالا منه فلحق به من جهة المعنى "(1)

"نبی کریم ﷺ نے کاہنوں کے پاس جانے سے منع فرمادیا ہے۔امام خطابی اور کچھ دیگر علماء کے نزدیک نجومی بھی کاہن میں داخل ہے اور اہل عرب سے بھی ایسے ہی بیان کیا جاتا ہے جبکہ دیگر علماء کے نزدیک نجومی کاہن ہی کی جنس سے ہے اور یہ کاہن سے زیادہ بدتر ہے۔اس طرح معنوی طور پر دونوں مترادف ہوئے"۔

حافظ ابن قیم رقمطراز ہیں کہ

"من اشتهر باحسان الزجر عندهم سموه عائفا وعرافا"(2)

"جو شخص پرندوں کو اڑا کر کامیاب فال نکالنے میں شہرت حاصل کرلے اہل عرب اسے عراف یا عائف کہتے ہیں۔"

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ

"العرافة طرف من السحر والساحر اخبث"

عراف جادو کی ایک قسم ہے البتہ جادوگر عراف سے زیادہ خبیث ہے"۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ

"ومن هذا الفن العرافة وصاحبها العراف وهو الذى يستدل على الامور باسباب ومقدمات يدعى معرفتها بها "(3)

"کہانت کی ایک قسم عرافت ہے جسے جاننے اور کرنے والا عراف کہلاتا ہے اور عراف

---

(1) [(ایضا ۳۵۔۱۱۷)]

[(فتح المجید ص ۲۳۸)]

[(شرح مسلم ۲۴۔۴۴۳)]

وہ ہے جو مختلف ذرائع واسباب کیساتھ حوادث وواقعات پر استدلال کرتا ہے اور اس طرح ان حوادث کی معرفت کا دعوٰی کرتا ہے''۔

کاہن اور عراف ایک لحاظ سے مترادف ہی ہیں

صاحب نہایہ فرماتے ہیں:

''الكاهن الذي يتعاطى الخبر عن الكائنات في مستقبل الزمان ويدعي معرفة الاسرار وقد كان في العرب كهنة كشق وسطيح وغيرهما فمنهم من كان يزعم انه له تابعا من الجن ورئيا يلقي اليه الاخبار ومنهم من كان يزعم انه يعرف الامور بمقدمات اسباب يستدل بها على موقعهامن كلام من يساله او فعله اوحاله وهذا يخصونه باسم العراف كالذي يدعي معرفة الشيء المسروق ومكان الضالة ونحوهما والحديث الذي فيه من اتى كاهنا قد يشتمل على اتيان الكاهن و العراف والمنجم ....والعرب تسمي كل من يتعاطى علما علما دقيقا كاهنا ومنهم من كا ن يسمي المنجم والطبيب كاهنا''[1]

''کاہن وہ شخص ہے جو مستقبل کے حوالے سے کائنات میں رونما ہونیوالے حوادث سے باخبر کرے اور مخفی باتوں کو جاننے کا دعوٰی کرے۔ عرب میں کئی کاہن تھے مثلاً شق، سطیح وغیرہ۔۔۔ بعض کاہنوں کا دعوی تھا کہ انکے قبضہ میں جن ہے جو انہیں خبریں پہنچاتا ہے اور بعض کاہن یہ کہا کرتے تھے کہ وہ سائل کے بیان، عمل اور حالت وغیرہ جیسے ذرائع سے اندازہ لگا کر جائے وقوعہ کی نشاندہی کر سکتے ہیں۔ انہیں بالخصوص عراف کہا جاتا ہے جو مسروقہ وگمشدہ اشیاء وغیرہ کی آگاہی کا دعوی کرتے ہیں اور وہ حدیث جس میں کاہنوں

(۱)[النہایۃ فی غریب الحدیث: بذیل مادہ 'کھن' نیز دیکھئے لسان العرب (ج ۱۳۔ص ۳۶۳)]

کے پاس جانے والے کی سخت مذمت کی گئی ہے اسکا اطلاق کاہن' عراف' اور نجومی وغیرہ سبھی پر ہوتا ہے۔۔۔اہل عرب ہر اس شخص کو کاہن کہہ دیا کرتے تھے جو نہایت پیچیدہ علم کے درپے ہوتا اور بعض اہل عرب نجومی وطبیب کو بھی کاہن کہتے تھے"۔

حافظ ابن حجرؒ رقم طراز ہیں کہ

"الكهانة ،ادعاء علم الغيب كالاخبار بما سيقع فى الارض مع الاستناد الى سبب والاصل فيه استراق الجنى السمع من كلام الملائكة فيلقيه فى اذن الكاهن والكاهن لفظ يطلق على العراف والذى يضرب بالحصى والمنجم ويطلق على من يقوم بامر آخر ويسعى فى قضاء حوائجه وقال فى المحكم الكاهن القاضى بالغيب ،وقال فى 'الجامع' العرب تسمى كل من اذن بشى قبل وقوعه كاهنا وقال الخطابى :الكهنة ،قوم لهم اذهان حادة ونفوس شريرة وطباع نادية فالفتهم الشيطان لما بينهم من التناسب فى هذه الامور ومساعدتهم بكل ما تصل قدرتهم اليه(۱)

"کسی ذریعہ وسبب سے استدلال کرتے ہوئے زمین پر ہونیوالے کسی واقعہ کی پیشگی اطلاع دینے کی طرح غیب دانی کا دعوی کرنا کہانت کہلاتا ہے۔دراصل کہانت یہ ہے کہ شیطان جن،فرشتوں کی بات چرا کر کاہن کے کان میں ڈال دیتا ہے۔لفظ کاہن کا اطلاق عراف پر بھی ہوتا ہے اور جو کنکر پھینک کر غیبی باتیں معلوم کریں یا نجومی بنے یا کسی اور شعبدے کے ذریعے لوگوں کی مشکل کشائی کا دعوی کرے' ان سب کو کاہن کہا جاتا ہے۔'المحکم' (کتاب) میں ہے کہ جو غیب سے فیصلہ کرے وہ کاہن ہے اور 'الجامع' (کتاب) میں ہے کہ ہر وہ شخص کاہن ہے جو کسی چیز کے وقوع سے پہلے ہی اسکی خبر

(۱)[(فتح الباری۔ج۱۰۔ص۲۱۷)]

دے۔امام خطابی فرماتے ہیں کہ کاہن ایسے لوگ ہوتے ہیں جنکے دماغ نہایت تیز، نفس نہایت شریر اور طبیعتیں ناری قسم کی ہوتی ہیں چونکہ یہ چیزیں شیطانوں میں بھی پائی جاتی ہیں اس لیے وہ ان سے مانوس ہو جاتے ہیں اور حتی المقدور ان کاہنوں کی مدد کرتے ہیں۔"

کہانت، اور مشرکین عرب

آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے عرب میں کاہنوں کا پیشہ عروج پر تھا۔ یہ لوگوں کو غیب کی باتیں بتلاتے، مختلف حوادث سے پیشگی مطلع کرتے، چوروں، ڈاکوؤں اور مجرموں وغیرہ کا سراغ لگاتے اور ایسے ہی بیسیوں رازوں اور بھیدوں اور مخفی چیزوں سے پردہ اٹھاتے۔نجومیوں کی باتیں تو محض اٹکل پچوؤں اور تخمینوں پر مبنی ہوتی تھیں جبکہ ان کاہنوں اور عرافوں کی اکثر و بیشتر باتیں من وعن درست اور صحیح ثابت ہو جاتی تھیں جسکی وجہ سے یہ عامل، عوام وخواص کا مرجع بنے رہتے۔

یہاں قابل توجہ بات یہ ہے کہ آخر ان کاہنوں کی اکثر و بیشتر خبریں صحیح کیسے نکلتی تھیں؟ قرآن وسنت کے حوالے سے اسکا جواب یہ معلوم ہوتا ہے کہ کاہنوں کا جنوں اور شیطانوں سے مضبوط رابطہ ہوتا تھا، جس کی وجہ سے جن اور شیطان ان کاہنوں کو وہ باتیں بتلا دیا کرتے تھے جنہیں وہ آسمان پر جا کر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی مجلس سے چرایا کرتے تھے اور اس دور میں اللہ تعالیٰ نے انہیں مہلت دے رکھی تھی کہ جب اللہ تعالیٰ کی مجلس سے کوئی بات چراتے تو عموماً ان شیطانوں اور جنوں کو کچھ نہ کہا جاتا۔ البتہ کبھی کبھار انہیں ستاروں کا نشانہ بنا کر راکھ بھی کر دیا جاتا تھا۔لیکن اس دور جاہلیت میں چونکہ جن اکثر و بیشتر باتیں چرانے میں کامیاب ہو جایا کرتے تھے اس لیے جب ان جنوں سے غیبی اور چرائی ہوئی باتیں کاہنوں کو معلوم ہو جاتیں، تو وہ لوگوں کو ان سے مطلع کرتے اور اسطرح ان کاہنوں کی اہمیت بڑھ جاتی اور ان کے پاس لوگوں کا تانتا بندھا رہتا۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر اپنے بعض فیصلے اور حکم ارشاد فرماتے ہیں جنہیں حضرت جبریل علیہ السلام سنتے ہیں جبکہ باقی فرشتے اللہ تعالیٰ کے کلام کی شدت کی تاب نہ لاتے ہوئے بیہوش ہو گرتے ہیں۔ پھر یہ پہلے آسمان والے فرشتے اس کلام کو اپنے سے نیچے والے آسمان کے فرشتوں کو بیان کرتے ہیں اور وہ اپنے سے نچلے والے آسمان کے فرشتوں کو بیان کرتے ہیں اور وہ اپنے سے نچلے فرشتوں کو حتی کہ اس طرح اللہ تعالیٰ کا وہ فیصلہ یا خبر وحی تمام آسمانوں میں پھیلتی ہوئی آسمان دنیا پر موجود فرشتوں میں بھی زبان زد عام ہو جاتی ہے اور ادھر زمین سے جن وشیاطین ایک لمبی قطار بنا کر آسمان دنیا تک پہنچے ہوتے ہیں اور جونہی وہ بات آسمان دنیا کے فرشتوں سے سنتے ہیں اسے چرا کر لاتے ہیں اور پھر زمین پر پھیل کر اپنے کاہن و جادوگر دوستوں کو اللہ تعالیٰ کے فیصلے سے باخبر کر دیتے ہیں۔ (۱)

ایک عرصہ تک جنوں اور شیاطین کو ملا اعلیٰ کی مجلس سے باتیں چرانے میں مہلت ملی رہی لیکن جب آنحضرت ﷺ کی بعثت کا وقت آیا تو جنوں اور شیطانوں کی اس مہلت کو کسی حد تک ختم کر دیا گیا تا کہ ان کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کی وحی میں آمیزش و اختلاط نہ در آئے۔ آنحضرت ﷺ پر نازل ہونے والی وحی اور پیغام خداوندی کی حفاظت کیلیے اللہ تعالیٰ نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جیسے ہی کوئی جن ملا اعلیٰ کی مجلس تک پہنچنے کی کوشش کرتا، اسے شعلہ نما ستاروں کا نشانہ بنا کر مار گرایا جاتا۔ اگرچہ اسکے باوجود یہ جن کبھی کبھار شعلہ لگنے سے پہلے اپنی چوری کی ہوئی بات نچلے جنوں کی مدد سے زمین پر موجود کاہنوں تک پہنچانے میں کامیاب بھی ہو جاتے تھے لیکن اکثر و بیشتر اب یہ ناکام ہی رہتے جیسا کہ درج ذیل قرآنی دلائل سے واضح ہوتا ہے:

---

(۱) [(تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۶۷۳)]

(1) سورۃ الجن میں خود جنوں کا یہ اعتراف موجود ہے کہ

وانا لمسنا السماء فوجدنا ھا ملئت حرسا شدیدا وشھبا o وانا کنا نقعد منھا مقاعد للسمع فمن یستمع الان یجد له شھابا رصدا وانا لاندری اشر ارید بمن فی الارض ام اراد بھم ربھم رشدا o(الجن ۸تا ۱۰)

''اور ہم نے آسمان کو ٹٹول کر دیکھا تو اسے سخت چوکیداروں سے پُر پایا اس سے پہلے ہم باتیں سننے کیلئے آسمان میں جگہ جگہ بیٹھ جایا کرتے تھے۔ اب جو بھی کان لگاتا ہے وہ ایک شعلے کو اپنی تاک میں پاتا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ زمین والوں کیساتھ کسی برائی کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب کا ارادہ ان کے ساتھ بھلائی کا ہے۔''

(2) انا زینا السماء الدنیا بزینة الکواکب وحفظامن کل شیطان مارد لا یسمعون الی الملاء الاعلی ویقذفون من کل جانب دحورا ولھم عذاب واصب الا من خطف الخطفة فاتبعه شھاب ثاقب'' (الصافات ٦ تا ١٠)

''ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں کی زینت سے آراستہ کیا اور حفاظت کی سرکش شیطان سے۔ عالم بالا کے فرشتوں (کی باتوں) کو سننے کیلئے وہ کان بھی نہیں لگا سکتے۔ بلکہ ہر طرف سے وہ مارے جاتے ہیں بھگانے کے لیے اور ان کے لیے دائمی عذاب ہیں۔ مگر جو کوئی ایک آدھی بات اچک کر لے بھاگے تو (فورا) اس کے پیچھے دہکتا ہوا شعلہ لگ جاتا ہے''۔

(3) وحفظنھا من کل شیطن الرجیم oالا من استرق السمع فاتبعه شھاب مبین o(الحجر ١٧ تا ١٨)

''اور اسے ہر مردود شیطان سے محفوظ رکھا گیا ہے جو چوری چھپے سننے کی کوشش کرے اس کے پیچھے دہکتا ہوا (کھلا شعلہ) لگتا ہے''۔

(4) وماتنزلت به الشيطين ○وماينبغي لهم وما يستطيعون ○انهم عن السمع لمعزولون ○(الشعراء ۲۱۰ تا ۲۱۲)

''اس قرآن کو شیطان نہیں لائے وہ نہ اس قابل ہیں۔ انہیں اسکی طاقت بھی نہیں بلکہ وہ تو سننے سے بھی محروم کر دیے گئے ہیں۔''

درج ذیل احادیث سے بھی اس کی مزید وضاحت ہوتی ہے:

(1) عن ابن عباس رضی الله عنه قال انطلق النبی ﷺفی طائفة من اصحابه عامدين الی سوق عکاظ وقد حيل بين الشيا طين وبين خبر السماء وارسلت عليهم الشهب فرجعت الشياطين الی قومهم فقالوا:مالكم ؟فقالوا:ماحال بينكم وبننا وبين خبرالسماء وارسلت علينا الشهب .قالو:ماحال بينكم وبين خبرالسماء فانصرف اولئک الذين توجهوا نحوتهامة الی النبی ﷺوهو بنخلة عامدين الی سوق عکاظ وهو يصلی باصحابه صلاة الفجر فلما سمعوا القرآن استمعوا له فقالوا :هذا والله الذی حال بينكم وبين خبر السماء فهنالک حين رجعوا الی قومهم فقالوا ياقومنا انا سمعنا قرآنا عجبا يهدی الی الرشد فامنا به ولن نشرک بربنا احدا (الجن. ۱)[1]

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول

(۱)[(بخاری کتاب الاذان :باب الجہر بقرأۃ صلاۃ الصبح(۷۷۳)مسلم (۴۴۹)ترمذی (۳۳۲۳)نسائی(۶۴۴)]

ﷺ نے اپنے صحابہ کے ساتھ عکاظ کی منڈی کا رخ کیا۔ اس زمانے میں شیاطین تک آسمان کی خبروں کو چرا لینے میں رکاوٹ پیدا کردی گئی تھی اور ان پر آسمان سے آگ کے انگارے برسائے جاتے تھے۔ جب وہ جن اپنی قوم کے پاس لوٹ کر گئے تو انکی قوم نے ان سے پوچھا کہ کیا بات ہوئی؟ انہوں نے بتایا کہ آسمان کی خبروں اور ہمارے درمیان رکاوٹ کردی گئی ہے اور ہم پر آسمان سے آگ کے انگارے برسائے گئے ہیں۔ انہوں نے کہا آسمان کی خبروں اور تمہارے درمیان رکاوٹ ڈالنے کی کوئی وجہ ہے کہ کوئی خاص بات پیش آئی ہے۔ اس لیے زمین کے مشرق و مغرب میں پھیل جاؤ اور تلاش کرو کہ کون سی بات پیش آ گئی ہے۔ چنانچہ شیاطین مشرق و مغرب میں پھیل گئے تاکہ اس بات کا پتہ لگائیں کہ آسمان کی خبروں تک رسائی میں یہ رکاوٹ کیوں پیدا کی گئی ہے۔ چنانچہ کھوج لگانے والے ان شیاطین کا ایک گروہ وادی تہامہ کی طرف بھی آ نکلا جہاں رسول اکرم ﷺ منڈی عکاظ کی طرف جاتے ہوئے کھجوروں کے ایک باغ کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے اور اس وقت آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ جب شیاطین نے قرآن پاک سنا تو غور سے اسکی طرف متوجہ ہو گئے۔ پھر انہوں نے کہا کہ یہی وہ چیز ہے جسکی وجہ سے تمہارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان رکاوٹ پیدا ہوئی ہے۔ اس کے بعد وہ شیاطین اپنی قوم کی طرف لوٹ آئے اور ان سے کہا کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو نیکی کی راہ دکھلاتا ہے لہذا ہم تو اس پر ایمان لے آئے ہیں اور ہم اپنے پروردگار کیساتھ کسی کو شریک نہیں بناتے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر یہ سورت (سورۃ الجن) نازل فرمائی کہ آپ ﷺ فرما دیجئے کہ میرے پاس وحی آئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے قرآن مجید سنا۔۔۔ جنوں کے بارے میں یہی قول آنحضرت ﷺ پر نازل ہوا"۔

(2) عن ابن عباسؓ قال كانت الشياطين لهم مقاعد في السماء يسمعون فيها الوحي فاذا سمعوا الكلمة زادوا فيها تسعا فاما الكلمة فتكون حقا اما مازادو فيكون باطلا فلمابعث رسول الله ﷺ منعوا مقاعدهم فذكروا ذلك لابليس ولم تكن النجوم يرمى بها قبل ذلك. فقال لهم: ماهذالامن امر قد حدث في الارض فبعث جنوده فوجدوا رسول الله ﷺ قائما يصلي بين جبلين بمكة فاتوه فاخبروه فقال: هذالحدث الذي حدث في الارض (۱)

''حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ شیاطین آسمانوں پر گھات لگا کر بیٹھتے تاکہ وحی سن سکیں اور جب وہ کسی بات کو سننے میں کامیاب ہو جاتے تو اس میں نو باتیں اپنی طرف سے زیادہ کر لیتے۔ اس لیے وہ ایک بات تو یقیناً سچی ہے البتہ باقی نو جھوٹی ہیں۔ جب اللہ کے رسول ﷺ کو مبعوث کیا گیا تو (شیطانوں کے سب سے بڑا سردار ابلیس) سے اس کا ذکر کیا گیا جبکہ آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے شیطانوں پر شعلے نہیں برسائے جاتے تھے (اور اب انہیں شعلوں سے مارا جانے لگا) ابلیس نے کہا کہ یقینی طور پر زمین پر کوئی نیا واقعہ رونما ہوا ہے۔ اس نے اپنے لشکر روانہ کیے، تو انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ مکہ میں دو پہاڑوں کے درمیان نماز ادا کر رہے ہیں۔ وہ ابلیس کے پاس واپس گئے اور اسے یہ بات بتائی تو ابلیس کہنے لگا کہ زمین پر جو بڑا حادثہ رونما ہوا ہے، وہ یہی (آنحضرت ﷺ کا مبعوث ہونا) ہے''۔

(3) عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری صحابی نے بیان فرمایا کہ

(۱) [(مسند احمد۔ ج۱ص۲۷۴) ابن کثیر (ج۴۔ص۷) ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورۃ الجن: (۳۳۲۴)]

بینما هم جلوس لیلة مع رسول الله ﷺ رمی بنجم فاستنار فقال لهم رسول الله ﷺ ماذا کنتم تقولون فی الجاهلیة اذا رمی بمثل هذا؟ قالوا الله ورسوله اعلم کنا نقول: ولد اللیلة رجل عظیم ومات رجل عظیم فقال رسول الله ﷺ فانها لا یرمی بها لموت احد ولا لحیاته ولکن ربنا تبارک وتعالیٰ اسمه اذا قضیٰ امر سبح جملة العرش ثم یسبح اهل السماء الذین یلونهم حتی یبلغ التسبیح اهل هذه السماء الدنیا ثم قال الذین یلون جملة العرش لجملة العرش فاذا قال ربکم فیخبرونهم ماذا قال ‘قال فیستخبر بعض اهل السماوات بعضا حتی یبلغ الخبر هذه السماء الدنیا فتخطف الجن السمع فیقذفون الی اولیائهم ویرمون به فما جاؤا به علی وجهه فهو حق ولکنهم یقرفون فیه ویزیدون[1]

’’ایک شب ہم آنحضرت ﷺ کیساتھ بیٹھے تھے کہ اچانک ایک ستارہ ٹوٹا اور خوب روشن ہوا آپ نے فرمایا کہ جب جاہلیت میں اس طرح کا واقعہ ہوتا تو تم کیا کہا کرتے تھے؟ لوگوں نے کہا کہ اصل بات تو اللہ اور اس کا رسول ہی جانتا ہے (البتہ) ہم یہ کہا کرتے تھے کہ آج کی رات کوئی بڑا شخص پیدا ہوا یا فوت ہوا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ یہ ستارہ کسی کو موت یا حیات پر نہیں ٹوٹتا بلکہ جب پروردگار عالم کوئی حکم ارشاد فرماتا ہے تو عرش کے اٹھانے والے فرشتے اللہ کی تسبیح و تحمید بیان کرتے ہیں پھر انکی آواز سن کر انکے پاس والے فرشتے بھی تسبیح بیان کرتے ہیں حتی کہ اس طرح یہ تسبیح کی آواز آسمان دنیا تک پہنچ جاتی ہے جہاں سے جن اسے چوری کرکے اپنے اولیا کو بتا دیتے ہیں حالانکہ ان جنوں کو ان ستاروں

(۱) [(مسلم کتاب السلام: باب تحریم الکہانۃ واتیان الکاہن ۔۔۔ (۲۲۲۹) تفسیر قرطبی (۱۹۔۱۵)]

سے مارا بھی جاتا ہے (لیکن کبھی کبھار وہ کامیاب بھی ہو جاتے ہیں) اس لیے جن جو چیز چرا لائیں وہ بالکل سچ ہے لیکن وہ اس میں جھوٹ کی آمیزش کر دیتے ہیں"۔

(4) عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال: اذا قضی الله الامر فی السماء ضربت الملائكة باجنحتها خضعا نالقوله كا لسلسلة علی صفوان ،قال علی وقال غيره، صفوان ينفذهم ذلك فاذا افزع عن قلوبهم قالوا ماذا قال ربكم ؟ قالوا للذی قال: الحق وهو العلی الكبير فيسمعها مسترقوا السمع و مسترقوا السمع هكذا واحد فوق آخر ... ووصف سفيان بيده وفرج بين اصابع يده اليمنى نصبها بعضها فوق بعض.... فربما ادرك الشهاب المستمع قبل ان يرمی بها الی صاحبه فيحرقه وربما لم يدركه حتی يرمی بها الی الذی يليه الی الذی هو اسفل منه حتی يلقوها الی الارض وربما قال سفيان :حتی تنتهی الارض فتلقی علی فم الساحر (او لكاهن) فيكذبه معها مائة كذبة فيصدق فيقولون الم يخبرنا يوم كذا و كذا يكون كذا و كذا ؟ فوجدنا ه حقا![1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان پر کوئی فیصلہ فرماتے ہیں تو فرشتے عاجزی سے اپنے پر مارنے لگتے ہیں تو اس سے اسطرح آواز پیدا ہوتی ہے جیسے کسی صاف چکنے پتھر زنجیر کے مارنے سے پیدا ہوتی ہے (علی بن مدینی فرماتے ہیں کہ سفیان راوی کے سوا دیگر راویوں نے) ینفذ ہم ذلک (جس سے ان فرشتوں پر دہشت طاری ہوتی

(۱)[بخاری: کتاب التفسیر :باب قولہ الامن سترق السمع فاتبعہ شہاب مبین حقا: تفسیر سورۃ الحجرات (۴۷۰۱) ابوداؤد (۳۹۸۹) ترمذی (۳۲۲۳) ابن ماجہ (۱۹۴) ابن حبان (۳۶) حمیدی (۱۱۵۱)]

ہے) کے الفاظ بھی بیان کیئے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ اپنا حکم فرشتوں تک پہنچا دیتے ہیں جب ان کے دلوں سے ڈر اور دہشت دور ہو جاتی ہے تو دوسرے فرشتے نزدیک والے فرشتوں سے دریافت کرتے ہیں کہ پروردگار نے کیا حکم صادر فرمایا ہے؟ نزدیک والے فرشتے جواب دیتے ہیں کہ بجا ارشاد فرمایا ہے اور وہ بڑا عالی شان اور عظمت والا ہے فرشتوں سے وہ باتیں (یعنی اللہ تعالیٰ کے فیصلے) چوری کرنے والے شیاطین ایک دوسرے کے اوپر اسطرح ہوتے ہیں ۔۔۔ سفیان راوی نے اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیاں کھول کر ایک دوسرے کے اوپر نیچے کرتے ہوئے بتلایا کہ اس طرح شیاطین ایک دوسرے کے اوپر قطاریں بنا کر آسمان پر جاتے ہیں ۔۔۔ پھر کبھی یہ ہوتا ہے کہ اوپر والا شیطان ابھی نیچے والے کو وہ چرائی ہوئی بات بیان نہیں کرتا کہ آگ کا شعلہ اسے مار گراتا ہے اور کبھی وہ شعلہ لگنے سے پہلے آگے بیان کر دیتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ ایک دوسرے سے ہوتے ہوئے زمین پر موجود نجومی (جادوگر اور کاہن) تک جا پہنچتی ہے اور وہ اس میں جھوٹ ملا دیتا ہے پھر اس کی آسمان سے چرائی ہوئی بات سچ نکلتی ہے تو لوگ اس نجومی کی تصدیق کرتے ہیں۔ (اور اسکی جھوٹی باتوں پر توجہ نہیں کرتے)

(5) اس کی مزید وضاحت حضرت نواس بن سمعانؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی معاملے کو وحی کرنے کا ارادہ کرتے ہوئے گفتگو کرتے ہیں تو اس وحی سے آسمانوں میں زلزلہ برپا ہو جاتا ہے ۔۔۔ اللہ تعالیٰ سے خوف کیوجہ سے ایسا ہوتا ہے ۔۔۔ جب اہل آسمان (یعنی فرشتے) اس وحی کی آواز کو سنتے ہیں تو وہ بھی بیہوش ہو کر سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔ سب سے پہلے حضرت جبریل علیہ السلام اپنا سر اٹھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ حسبِ منشاء ان سے اپنی

وحی سے کلام فرماتے ہیں۔ پھر جبریل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ حق بات کہی اور وہ عالیشان وکبیر ہے۔[1]

تو گویا اس طرح اللہ تعالیٰ کی بات فرشتوں کے ذریعہ آسمان دنیا تک پہنچتی ہے اور شیطان اسی طرح آسمان دنیا سے اس بات کو چرانے کے لیے گھات لگاتے ہیں اور کبھی کبھار اپنے مشن میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور بسا اوقات دہکتے ہوئے شعلوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔

اہل علم کی آرا

مفسر قرطبیؒ:

مفسر قرطبی فرماتے ہیں کہ

"ان مردة الجن كانوا يفعلون ذلك ليستمعوا من الملائكة اخبار السماء حتى يلقوها الى الكهنة على ما تقدم بيانه فحرسها الله تعالىٰ حين بعث رسوله بالشهب المحرقةفقالت الجن حينئذ" فمن يستمع الان يجد له شهاب رصدا"[2]

"سرکش جن ایسا کیا کرتے تھے تاکہ فرشتوں سے آسمان کی خبریں سنیں حتی کہ ان خبروں کو پھر کاہنوں تک پہنچا دیتے جیسا کہ پہلے بھی اس کا ذکر گزر چکا ہے پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول ﷺ کو مبعوث کیا تو دہکتے ہوئے انگاروں کو ان پر پہرے دار مقرر کر دیا۔ تب جنوں نے یہ بات کہی کہ اب جو آسمان سے باتیں سننے کی کوشش کرتا ہے وہ اپنے لیے دہکتا ہوا شعلہ تیار پاتا ہے۔"

---

(۱)[(تفسیر ابن کثیر ۴؍۷)السنة لابن ابی عاصم (۱۔۲۷۷)]
[(تفسیر قرطبی ج ۱۹۔ص ۱۴)]

نیز فرماتے ہیں کہ

''سلف کا اس بات میں اختلاف رہا ہے کہ شیاطین پر آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے شعلے (ستارے) گرائے جاتے تھے یا آپ ﷺ کی بعثت کے بعد یہ سلسلہ شروع ہوا؟ کلبی اور دیگر علما کا کہنا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کے درمیانی دور میں آسمان کی اس طرح جنوں اور شیطانوں سے حفاظت نہیں کی جاتی تھی البتہ جب آنحضرت ﷺ کو مبعوث کیا گیا تو تمام آسمانوں کی فرشتوں اور ان شعلوں کیساتھ حفاظت شروع ہوگئی۔ اور ان جنوں اور شیطانوں کو آسمانوں پر آکر خبریں سننے سے روک دیا گیا۔ امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ میرا خیال یہ ہے کہ جس دن سے آنحضرت ﷺ کو نبی بنایا گیا ہے، اسی دن سے ہی شیطانوں کو روک دیا گیا ہے اور ان پر شعلے برسائے جانے لگے ہیں۔۔۔۔ ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ کہ پہلے یہ شیطانوں کے لیئے ممکن تھا (کہ آسمان سے جا کر خبریں چوری کریں) لیکن جب آنحضرت ﷺ کی بعثت ہوئی تو حفاظت کا سخت انتظام کر دیا گیا۔ اگرچہ آپکی بعثت سے پہلے کبھی کبھار ان پر شعلے برسائے جاتے تھے لیکن آپ ﷺ کی بعثت کے بعد تو ان شیطانوں کو قطعی طور پر روک دیا گیا''۔ (۱)

حافظ ابن کثیرؒ

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ

''یخبر تعالیٰ عن الجن حین بعث اللہ رسولہ محمدا ﷺ وانزل علیہ القرآن وکان من حفظہ لہ ان السماء ملئت حرسا شدیدا وحفظت من سائر ارجائھا وفردت الشیاطین عن مقاعد ھا التی کانت تقعد فیھا قبل ذلک لئلا یسترقوا شیئا من القرآن فیلقوہ علی السنۃ الکھنۃ فیلتبس الامر ویختلط ولا یدری من الصادق وھذا من لطف اللہ تعالیٰ بخلقہ

(۱) [(ایضا)]

ورحمته بعباده وحفظه لكتابه العزيز ولهذا قال الجن "وانا لمسناء فوجدنها ملئت حرسا شديدا وشهبا وانا كنا نقعد منها مقاعد للسمع فمن يستمع الآن يجد له شهاب رصدا" (۱)

''اللہ تعالیٰ نے جنوں کے حوالے سے یہ خبر دی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا اور ان پر قرآن نازل کیا تو اپنی طرف سے آنحضرت ﷺ اور قرآن مجید (وحی) کی حفاظت کا یہ بندوبست فرمایا کہ آسمان کو زبردست پہرے داروں سے بھر دیا اور آسمان کی ہر طرف کو محفوظ کر کے شیطانوں کو انکی ان گھاتوں سے بھگا دیا جانے لگا جن میں آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے وہ بیٹھا کرتے تھے تا کہ اب وہ قرآن چوری کر کے کہیں کاہنوں کی زبانوں پر القا نہ کر دیں۔ اور آسمانی وحی اس طرح مختلط ہو کر نہ رہ جائے کہ سچے اور جھوٹے کی تمیز نہ ہو سکے۔ لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق سے رحمت و شفقت اور قرآن مجید کی حفاظت کا نتیجہ ہے (کہ اسنے جنوں کی یہ سازش ناکام بنادی) اس لیے جن یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ یقیناً ہم نے آسمان کو ٹٹول کر دیکھا تو اسے سخت چوکیداروں اور سخت شعلوں سے معمور پایا حالانکہ اس سے پہلے ہم باتیں سننے کیلئے آسمان میں جگہ جگہ بیٹھ جایا کرتے تھے۔ اب جو بھی تاک لگاتا ہے وہ شعلے کو اپنی تاک میں پاتا ہے''۔

---

(۱) [تفسیر ابن کثیر (ج ۴۔ ص ۶۷۲)]

دور جاہلیت میں کہانت کی مختلف صورتیں

امام نوویؒ:

امام نوویؒ صحیح مسلم کی شرح میں قاضی عیاضؒ کے حوالہ سے رقمطراز ہیں کہ

''کانت الکھانة فی العرب ثلاثة اضرب احدھماان یکون للانسان ولی من الجن یخبرہ بما یسترقہ السمع من السماء وھذا القسم بطل من حین بعث اللہ نبینا؛الثانی ،ان یخبرہ بما یطرأاویکون فی اقطار الارض وماخفی عنہ مماقرب اوبعد وھذا لایبعد وجودہ ونفت المعتزلة وبعض المتکلمین ھذین الضربین واحالھما ولا استحالة فی ذلک ولا بعد فی وجودہ لکنھم یصدقون ویکذبون والنھی عن تصدیقھم والسماع منھم عام ؛الثالث ،المنجون وھذا الضرب یخلق اللہ تعالیٰ فیہ لبعض الناس قوقما،لکن الکذب فیہ اغلب ''(۱)

''عرب میں کہانت کی تین صورتیں تھیں:

(۱) ایک تو یہ کہ کسی آدمی کا کوئی جن دوست ہوتا، جو اسے آسمان سے چرائی ہوئی باتیں بیان کرتا اور یہ صورت اس وقت سے باطل ہو کر رہ گئی ہے جب سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمادیا ہے۔

(۲) دوسری قسم یہ تھی کہ جن وغیرہ کسی انسان کو کسی ایسے مخفی معاملے اور واقعہ سے باخبر کر دیتا جو زمین کے کسی حصہ پر رونما ہو رہا ہو خواہ کہیں قریب ہو یا دور۔ اس قسم کی کہانت کا وجود بھی ناممکن نہیں جبکہ معتزلہ اور کچھ دیگر متکلمین نے ان دونوں قسموں کی کہانت کی نفی کی

---

(۱)[شرح مسلم للنووی (۴۴۳ص۱۴)]

ہے اور وہ انہیں ناممکن سمجھتے ہیں حالانکہ یہ ناممکن الوجود نہیں۔ البتہ ان کاہنوں کی باتوں کی تصدیق بھی ہوتی ہے اور تکذیب بھی اور نبی کریمؐ نے ان کی تصدیق کرنے اور ان کی باتیں سننے سے مطلق طور پر منع فرما دیا ہے۔

(۳) کہانت کی تیسری قسم نجومیوں سے متعلقہ ہے اور یہ ایسی قسم ہے جس میں اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو کسی قدر قوت (علم) عطا کر دیتے ہیں لیکن اس قسم میں بھی جھوٹ ہی غالب رہتا ہے۔"

اس کے بعد امام نوویؒ عرافت، بدفالی، بدشگونی اور علم نجوم وغیرہ کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

"وھذہ الاضراب کلھا تسمی کھانة وقد اکذبھم کلھم الشرع ونھی عن تصدیقھم و اتیانھم"

"یہ تمام قسمیں 'کہانت' کہلاتی ہیں اور شریعت نے ان تمام چیزوں کی تکذیب و تردید فرمائی ہے اور ان لوگوں کی تصدیق یا ان کے پاس جانے سے بھی منع فرمایا ہے"۔ (۱)

حافظ ابن حجرؒ

حافظ ابن حجرؒ صحیح بخاری کی شرح 'فتح الباری' میں رقمطراز ہیں کہ

دور جاہلیت میں بالخصوص عرب میں نبوت منقطع ہونے کی وجہ سے کہانت زوروں پر تھی اور اسکی مختلف صورتیں تھیں۔ ایک صورت یہ بھی تھی کہ

فیتلقونه من الجن فان الجن کانوا یصعدون الی جھة السماء فیرکب بعضھم بعضا الی ان یدنو الاعلی بحیث یسمع الکلام فیلقیه الی الذی یلیه الی ان یتلقاہ من یلقیه فی اذن الکاھن فیزید فیه فلما جاء الاسلام

(۱) [ایضا]

ونزل القرآن حرست السماء من الشياطين وارسلت عليهم الشهب فبقى من استرا قهم ما لاشارو بقوله تعالىٰ الامن خطف الخطفة فاتبعه شهاب ثاقب...

کاھن حضرات جنوں سے معلومات حاصل کرتے کیونکہ جن ایک دوسرے پر قطار باندھ کر آسمان کی طرف چڑھتے حتیٰ کہ سب سے اوپر والا (ملااعلیٰ کی مجلس سے) باتیں سن کر اپنے سے نیچے والے کو بتاتا اور وہ آگے اپنے سے نیچے والے کو بتاتا تا آنکہ سب سے آخری جن وہ کلام کاہن کے کان میں ڈال دیتا اور وہ کاہن اس میں اپنی طرف سے (غلط باتوں کا) اضافہ کر لیتا۔ جب اسلام آیا اور قرآن مجید نازل ہونے لگا تو آسمان پر شیطانوں کی روک تھام کیلیے پہرہ لگا دیا گیا۔ اور ان پر شعلے برسنے لگے اور پھر اب یہ صورت بن گئی کہ سب سے اوپر والا جن شیطان (ملااعلیٰ کا) کلام سن کر اگر شہاب (دہکتا ہوا انگارا نما ستارہ) لگنے سے پہلے نیچے والے کو وہ کلام بتا دیتا تو اس طرح وہ کلام چوری کرنے میں کامیاب ہوتا وگرنہ نہیں اور قرآن مجید میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ "مگر جو بات اچک لیتا ہے اس کے پیچھے فوراً ہی دہکتا ہوا شعلہ لگ جاتا ہے"۔

نیز حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ

اسلام سے پہلے ان کاہنوں کی کامیابی اور درستگی ہر طرف مشہور تھی جیسا کہ شق اور سطیح وغیرہ نامی کاہنوں کی کامیابی کی خبروں سے یہ ثابت ہے۔ البتہ اسلام آ جانے کے بعد یہ خال خال ہی دکھائی دیتے ہیں اور قریب ہے کہ یہ (کاہن لوگ) ختم ہو کر جائیں گے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ دوسری صورت یہ تھی کہ

مايخبره به الجنى به من يواليه بما غاب عن غيره ممالايطلع عليه الانسان غالبا او يطلع عليه من قرب منه لا من بعد :

یعنی جن اپنے دوست (کاہن) کو ایسی بات بتاتا جو دوسرے لوگوں سے مخفی ہوتی اور

عام طور پر انسان اس بات پر نہیں پہنچ پاتا یا اگر اس بات تک پہنچ سکتا ہے تو صرف اس صورت میں کہ ان جنوں اور خبیثوں سے قرب پیدا کرے۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس کی تیسری قسم یہ تھی کہ

مایستند الی ظن وتخمین وحدس وهذا قد يجعل الله فيه بعض الناس قوة مع كثيرة الكذب فيه

بسا اوقات کاہن اپنے اندازے، قیاس اور ذہن کی تیزی کے ذریعے کسی بات کی تہہ تک پہنچ جاتا ہے اگر چہ بعض لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ایسی ذہنی قوت دی ہوتی ہے لیکن اسے باوجود ان (کاہنوں) میں جھوٹ بکثرت پایا جاتا ہے۔

موصوف چوتھی قسم کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

مایستند الی التجربة والعادة فيستدل على الحادث بما وقع قبل ذلك ومن هذا القسم الاخير ما يضا هي السحر

اس میں تجربے اور عادت کی رو سے کسی واقعہ کے رونما ہونے پر پیشگی اطلاع دی جاتی ہے اور اس آخری قسم میں جادو سے مشابہت پائی جاتی ہے۔

اس کے بعد حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ

بعض کاہن اپنی کہانت کو دیگر ٹونے ٹوٹکوں، فالوں اور علم نجوم وغیرہ کے ذریعہ سے بھی تقویت دیتے ہیں۔ لیکن یہ سارے کام شرعی نکتہ نگاہ سے قابل مذمت ہیں۔ (۱)

مؤرخ ابن خلدونؒ

مؤرخ ابن خلدونؒ کہانت اور کاہنوں کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

بعض انسان انبیاء کرام کے مقابلہ سے گرے ہوئے ہوتے ہیں اور ایسا انحطاط بضد ہوتا

(۱)[(دیکھئے فتح الباری ج ۱۰۔ص ۲۱۷)]

ہے یعنی انبیاء کرام جس قدر کامل ہوتے ہیں یہ لوگ ان کے برعکس اسی قدر ناقص ہوتے ہیں کیونکہ بشریت کا جامہ اتارنے کے لیے استعانت عدم استطاعت کی دلیل ہے اور دونوں میں آسمان اور زمین کا فرق ہے۔ لہٰذا وجودی تقسیم میں ایک طبقہ ایسا بھی ملتا ہے کہ جب اسے روحانیت کا شوق دامن گیر ہو تو وہ قوت فکریہ کی مدد سے اپنے اردہ سے قوت عقلیہ کو حرکت عمل میں لا کر حواس ظاہرہ سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ مگر یہ صلاحیت فطری طور پر انبیاء جیسی حاصل نہیں ہوتی کیونکہ اس کی یہ فطرت ناقص ہے پھر جب ناقص فطرت ہونے کی وجہ سے انہیں بشریت سے روحانیت کی طرف منتقل ہونے میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے تو یہ جزئی چیزوں سے خواہ وہ محسوس ہوں یا خیالی، مدد لیتے ہوں جیسے شفاف اجسام سے حیوانات کی حرکات اور آوازوں وغیرہ سے چنانچہ وہ بشریت سے علیحدہ ہونے میں اس احساس یا تخیل سے مدد لیتے ہیں اور یہ ان کے لیے ایسا ہے جیسے کوئی مسافر کو رخصت کرنے والا ہو۔ یعنی وہ اس سلسلے میں شیطانوں سے مدد لیتے ہیں۔

اسی قوت کو جو ان میں بشریت سے علیحدگی کا مبداء بنی ہوئی ہوتی ہے کہانت کہا جاتا ہے۔ چونکہ یہ نفوس کمال سے قاصر ہیں اور فطرتاً ناقص ہیں اس لیے ان کا ادراک کلیات کی بہ نسبت جزئیات میں زیادہ تر ہوتا ہے۔ اسی لیے انکی قوت خیالیہ انتہائی تیز ہوتی ہے کیونکہ یہی قوت ان میں جزئیات کے حاصل ہونے کا آلہ ہے۔ لہٰذا یہ قوت انہی جزئیات میں گھسی رہتی ہیں خواہ کاہن خواب میں ہو یا بیدار اور تمام جزئیات انکے سامنے موجود و تیار رہتی ہیں جن کو قوت خیالیہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر لاتی ہے اور یہ جزئیات اسکے سامنے بمنزلہ ایک آئینہ کے ہوتی ہیں جسمیں وہ ہمیشہ دیکھتا رہتا ہے کاہن معقولات کے ادراک میں حد کمال تک پہنچنے پر قادر نہیں ہوتا کیونکہ اسکی طرف وحی شیطان لاتا ہے"۔ (1)

---

(1)[(مقدمہ ابن خلدون ج 1 ص 303 تا 304)]

کہانت دور حاضر میں

دور حاضر مین بھی کہانت کا پیشہ بڑا مشہور اور جاہل عوام میں بڑا مقبول ہے اگرچہ کاہن نام سے کم ہی کوئی آدمی آپ کو دکھائی دیگا لیکن کہانت سے متعلقہ تمام چیزیں آپ کو اپنے معاشرے میں ضرور ملیں گی۔ اس لیے کہ کہانت کا دھندہ کرنے والے اپنے آپ کو کاہن کہلانے کی بجائے ۔۔۔ پروفیسر، عامل، باوا، بابا ۔۔۔ وغیرہ جیسے ناموں اور القابوں سے متعارف کروانا پسند کرتے ہیں لیکن کسی چیز کا نام بدل لینے سے اسکی حقیقت واصلیت نہیں بدلی جاسکتی!

جس طرح نجومی یا جادوگر وغیرہ کا اگرچہ ایک خاص شعبہ ہے لیکن وہ کاروبار بڑھانے کے لیے کاہنوں اور طبیبوں وغیرہ سے متعلقہ شعبوں میں بھی دخل اندازی کرتے ہیں، اسی طرح کاہنوں کا ایک خاص شعبہ اور دائرہ کار ہے لیکن لوگوں سے مال بٹورنے کے لیے یہ حضرات بھی ہر طرح کا کیس پکڑنے کے لیے ہر دم تیار رہتے ہیں۔

کہانت کا عمومی تعلق حادثات وواقعات سے ہوتا ہے یعنی چوری، ڈکیتی، قتل وغارت گری اور ایسے دیگر جرائم وحادثات میں اصل مجرموں کی نشاندہی کرنے کے لیے جو لوگ اپنی خدمات پیش کرتے ہیں انہیں ہی دراصل کاہن کہا جاتا ہے۔ اسی طرح دنیا کے اہم واقعات کی پیشگی اطلاع دینے مخفی وغیبی باتوں سے آگاہ کرنے اور دوسروں کے رازوں اور بھیدوں کو آشکارا کرنے کے بھی یہ دعویدار ہوتے ہیں۔

دور حاضر میں کاہنوں (عاملوں پروفیسروں باووں وغیرہ) کا دھندہ چار بنیادوں پر گردش کرتا ہے:

❶ غیب دانی

اکثر و بیشتر کاہن غیب دانی کے دعویدار ہوتے ہیں لیکن قرآن وسنت سے ہمیں یہ راہنمائی ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب دان نہیں' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فلا یعلم من فی السموت والارض الغیب الا اللہ وما یشعرون ایا ن یبعثونO(النمل ـ ٦٥)

"کہہ دیجیے کہ آسمان والوں اور زمین والوں میں سے سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی غیب نہیں جانتا"۔

وعندہ مفاتح الغیب لایعلمھا الا ھو (الانعام ـ ٥٩)

"اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں ان کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ کے"۔

البتہ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاورسل میں سے جسے اور جب چاہے حسب ضرورت کسی غیبی معاملے سے بذریعہ وحی مطلع فرمادیا کرتے تھے اور ایسا حسب موقع کبھی کبھار ہوتا تھا جس سے یہ حقیقت بھی کھل جاتی ہے کہ انبیاورسل بھی غیب دان نہیں تھے بلکہ وہ بھی ہر لمحے وحی الٰہی کے محتاج و پابند تھے اور یاد رہے کہ اب اس وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ اس لیے ہر وہ شخص کذاب و مفتری ہے جو غیب دانی کا کسی طرح بھی مدعی ہو۔

❷ اٹکل پچو

نجومیوں کی طرح کاہن حضرات بھی اپنے اندازوں، تخمینوں اور فضول قیاس آرائیوں (اٹکل پچوؤں) سے کام لیتے ہیں اور ان میں جو عامل و کاہن جتنا ہوشیار و چالاک ہوگا، اتنا ہی لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے میں کامیاب ہوگا۔ لیکن اس کے باوجود شریعت (قرآن وسنت) ایسے اٹکل پچوؤں کی مذمت کرتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"**ومالھم بہ من علم ان یتبعون الا الظن**" (النجمل ٢٨)

''حالانکہ انہیں اس کا کوئی علم نہیں، وہ تو محض اٹکل پچوؤں کا سہارا لیتے ہیں''۔

"ولاتقف مالیس لک به علم "(النجم۔۲۸)

''اور جس چیز کی تمہیں خبر ہی نہ ہو اس کے پیچھے نہ پڑو''۔

3 نفسیاتی حربہ

بعض کاہن حضرات علم نفسیات میں مہارت حاصل کر کے لوگوں کی مشکلیں حل کرنے کا کاروبار کر رہے ہیں۔ یہ اپنے مریضوں، گاہکوں اور سائلوں کو نفسیاتی طور پر گمراہ اور بے وقوف بناتے ہیں۔ حالانکہ علم نفسیات کہانت و نجوم سے الگ ایک مستقل علم ہے جسکے اکثر و پیشتر حصے شرعی طور پر جائز و مستحب ہیں لیکن اس علم کی بنیاد پر غیب دانی کا دعوی کرنا یا مشکل کشائی اور تقدیریں سنورانے کا پروپیگنڈہ کرنا محض حماقت ہی نہیں بلکہ کفر و شرک بھی ہے اور ایسا شخص شاید یہ سمجھتا ہے کہ اس نے عوام کو بے وقوف بنا رکھا ہے جبکہ وہ اس حقیقت سے خود بھی بے خبر ہے کہ دراصل شیطان نے خود اسے بھی بے وقوف بنا رکھا ہے۔

4 اصلی کاہن اور دین و شریعت کا فیصلہ!

پچھلی تین صورتیں فضولیات سے بڑھ کر کچھ نہیں البتہ یہ چوتھی صورت جس میں کاہن نے جن قید کر رکھا ہوتا ہے، سب سے اہم اور خطرناک ہے۔ اس لیے اسے قدرے تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔

دور جاہلیت میں کہانت اس لیے مشہور و مقبول تھی کہ کاہنوں نے جنات کو قابو کر رکھا ہوتا تھا یا ان سے دوستانہ مراسم قائم کیے ہوتے تھے اور یہ بات تو ثابت ہے کہ جنات آسمانوں پر جا کر اللہ تعالیٰ کی باتوں کو چرایا کرتے تھے پھر جن کاہنوں نے ان میں سے کسی جن کو قید کیا ہوتا یا اس سے دوستانہ تعلق بنا لیا ہوتا تو وہ جن اپنے اس کاہن دوست کو آسمان سے چوری کی ہوئی بات بتا دیتا۔ آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے چونکہ اکثر و بیشتر جنات

(شیاطین) آسمان سے غیبی باتیں چرانے میں کامیاب ہو جاتے تھے، اس لیے کاہن لوگ ان سے بھرپور فائدہ اٹھایا کرتے مگر آنحضرت ﷺ کی بعثت کے بعد جنات کو آسمانوں سے خبریں چرانے میں انتہائی مشکل پیش آنے لگی اور انہیں شعلوں (ستاروں) سے مار پڑنے لگی اور اکثر و بیشتر انہیں ناکامی کا سامنا ہونے لگا۔ اگرچہ اس کے باوجود کبھی کبھار یہ اپنے مشن میں کامیاب بھی ہو جاتے تھے جیسا کہ امام قرطبیؒ کے حوالے سے حافظ ابن حجرؒ رقمطراز ہیں کہ

"وقد انقطعت الكهانة باالبعث المحمدية لكن بقي في الوجود من يتشبه بهم وثبت النهي عن اتيانهم فلايحل اتيانهم ولاتصديقهم "(۱)

"یعنی آنحضرت ﷺ کی بعثت کے بعد کہانت ختم ہو کر رہ گئی۔ لیکن ان کاہنوں کی مشابہت کرنیوالے کچھ لوگوں کا وجود باقی رہا اور ان کے پاس جانے کی ممانعت آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے۔ لہذا انکے پاس جانا اور ان کی تصدیق کرنا جائز نہیں (بلکہ حرام ہے)

نیز حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ

"فبقي من استراقهم ما يتخطفه الاعلى فيلقيه الى الاسفل قبل ان يصيبه الشهاب..."(۲)

"آسمانی خبریں چرانے کی اب یہی صورت باقی رہ گئی ہے جس میں (قطار باندھ کر آسمان پر جانے والوں میں سے) سب سے اوپر والا جن، شہاب ثاقب لگنے سے پہلے ہی اپنے سے نیچے والے جن کو چرائی ہوئی بات بتا دیتا ہے۔ (اور اس طرح وہ بات زمین پر موجود کاہنوں تک پہنچ جاتی ہے) اس طرح یہ جن اپنے کاہن و عامل دوستوں کو زمین پر ہونے والے دیگر ایسے واقعات سے بھی باخبر کرتے ہیں جن سے لوگ بے خبر ہوتے ہیں"

---

(۱)[(فتح الباری ج ۱۰۔ص ۲۱۷)]

(۲)[(۱۰۔۲۱۷)]

دور حاضر میں بھی کہانت کی یہی صورت ان کاہنوں کی شہرت اور عوام کی حماقت کا سب سے بڑا سبب ہے اسی لیے آنحضرت ﷺ نے بڑی سختی سے ایسے لوگوں کے پاس جانے سے روک دیا۔ آنحضرت ﷺ کے دور میں کہانت کا دھندہ کرنے والے کافر ومشرک لوگ تھے اور جب عام مسلمانوں کو ایسے کاہنوں کے پاس جانے سے منع فرمادیا بلکہ خلاف ورزی کرتے ہوئے ان کاہنوں کے پاس جانے والے پر کفر کا حکم عائد کردیا کہ

"من اتی کاھنا فصدقه بما یقول فقد کفر بما انزل علی محمد ﷺ"

"جو شخص کسی کاہن کے پاس جائے اور اسکی تصدیق کرے وہ اس چیز کا کافر ہے جو محمد ﷺ پر نازل ہوئی۔"

تو پھر سوچئے کیا ایسے علم کا سیکھنا اور کہانت کا پیشہ اختیار کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ لیکن افسوس اب تو بہت سے نام نہاد مسلمان اسے اپنی روزی کا ذریعہ بنائے بیٹھے ہیں حالانکہ ایسی روزی بھی حرام ہے!! ۞ اور ایسا پیشہ اختیار کرنا یا کہانت کا علم حاصل کرنا بھی کفر ہے۔ کہانت وعرافت کی حرمت وکفر کی تائید کرنے والے دلائل کی تفصیل سے پہلے ہم عقلی نکتہ نگاہ سے اسکا جائزہ لیتے ہیں۔

کہانت کی کامیاب شکل اگر کوئی ہو سکتی ہے تو وہ یہی ہے کہ کاہن کے پاس کوئی جن ہو اور فی الواقع وہ جن آسمان سے خبر چوری کرلانے میں کامیاب بھی ہوتا ہو۔ لیکن اول تو اکثر وبیشتر جنات خبریں چوری کرتے ہوئے آسمان پر شعلوں کا شکار ہو کر ہلاک ہو جاتے ہیں اور اگر فرض کریں کہ کسی کاہن کا جن کامیاب ہو کر واپس لوٹ آتا ہے تو ایسا ہزاروں لاکھوں میں سے ایک آدھ ہی ہو سکتا ہے اور کسی کاہن کے چہرے پر تو نہیں لکھا کہ اس کا جن کامیاب ہو کر لوٹا ہے۔ مزید برآں یہ کامیاب ہونے والا بھی ایک بات میں سو جھوٹ ملا دیتا

۞ [جیسا کہ حضرت ابو مسعودؓ سے مروی کہ آنحضرت ﷺ نے کتوں کے کاروبار، بدکارہ زانیہ کی کمائی اور کاہن کی شیرینی (کمائی) سے منع فرمایا ہے"۔ (بخاری۔۲۱۶۱۔۵۷۶۱ مسلم۔۱۵۶۷)]

ہے۔اب ایسے کاہن کے پاس جانے والے سو آدمیوں میں سے کوئی ایک ہی ایسا خوش قسمت ہوسکتا ہے جو بات حاصل کرتا ہے اور باقی ننانوے لوگوں کو جھوٹی باتیں ہی بتائی جاتی ہیں اور ایسا کرنا جہاں ان کاہنوں کی مجبوری ہے وہاں ان لوگوں کی بے وقوفی بھی ہے جو ہزاروں لاکھوں روپے فیس ادا کر کے ایسا خطرہ مول لیتے ہیں۔

ان عاملوں کاہنوں کی تردید اس حقیقت سے بھی ہوتی ہے کہ اگر ان کاہنوں (اور عاملوں وغیرہ) کے لوٹا گھمانے، پرچی نکالنے، بچوں کے ناخنوں یا کاغذ یا کپڑے وغیرہ پر منتر شنتر کر کے فی الواقع اصلی چور، قاتل یا مجرم وغیرہ تک پہنچنے میں مدد ملتی ہوتی تو حکومتوں کا کیا مصیبت پڑی ہے کہ لاکھوں کروڑوں روپے ضائع کر کے ہر شہر اور علاقے میں بڑے بڑے تھانے، تفتیشی سنٹر اور ایسے ہی دیگر ادارے قائم کر کے ان کے مصارف برداشت کرے۔اور پھر لاکھوں کروڑوں کا بجٹ ان کے لیے مختص کرے؟ پھر تو حکومت کو چاہئے کہ چند ایک کاہنوں، عاملوں، پروفیسروں اور ایسے 'باووں' کی مدد حاصل کر کے اتنا بھاری بجٹ تھانوں اور تفتیشی سنٹروں کی نذر کرنے کی بجائے اسے دیگر تعمیراتی منصوبہ جات میں صرف کر کے ملک کی ترقی میں اہم کردار ادا کرے۔یا تو حکومتیں بے وقوف ہیں کہ آج تک کسی ملک کی حکومت نے ان بابوں سے ایسا کام نہیں لیا یا پھر یہ کاہن ہی جھوٹے اور ناقابل اعتماد ہیں اور فی الواقع ایسا ہی ہے کہ یہ نام نہاد عامل، کاہن، پروفیسر، نجومی، جادوگر وغیرہ اس قابل ہی نہیں کہ ان پر اعتماد کیا جائے!!

کہانت حرام، کاہن اور اسے ماننے والا کافر ہے!

اب ہم آنحضرت ﷺ کے وہ واضح فرمودات وارشادات نقل کیے دیتے ہیں۔ جن میں کہانت اور اس کی کمائی کو حرام اور کاہنوں اور ان کے پاس جانے والوں اور انہیں ماننے والوں کو نبی کریم ﷺ نے کافر قرار دیا ہے:

❶ **عن صفية عن بعض ازواج النبى ﷺ قال :من اتى عرافا فسأله عن شئ لم تقبل له صلاة اربعين ليلة** (۱)

آنحضرت ﷺ کی زوجہ مطہرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی عراف (کاہن) کے پاس آیا اور اس سے کسی (غیبی) چیز کے متعلق سوال کیا اسکی چالیس روز کی نماز قبول نہیں ہوتی۔

❷ **عن ابى هريرةؓ عن النبى ﷺ قال:من اتى كاهنا عو عرافا فصدقه بما يقول فقد كفر بماانزل على محمد** (۲)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی کاہن یا عراف کے پاس آیا اور اس کی بات کی تصدیق کی تو گویا اس نے اس چیز (دین) کا کفر کیا جو محمد ﷺ پر نازل کی گئی۔

---

(۱)[مسلم: کتاب السلام: باب تحریم الکہانۃ واتیان الکہان...(۲۲۳۰) مسند احمد (۶۸/۴) حلیۃ الاولیاء (۴۰۶/۱۰) سنن بیہقی (۱۳۸/۸) المعجم الاوسط (۱۴۲۴) مجمع الزوائد (۱۱۸/۵) مسند بزار (۳۰۴۵)]

(۲)[(مسند احمد ۲۔۴۲۹) مستدرک حاکم (۱۔۸) امام حاکم اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ طحاوی (۳۔۴۴) ارواء الغلیل (۵۔۶۹) شیخ البانی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

❸ عن ابی ھریرةؓ عن النبی ﷺ قال: من اتی حائضا او امرأة فی دبرھا او کاھنا فصدقه فقد برئ مما انزل علی محمد ﷺ (۱)

حضرت ابو ہریرہؓ ہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اپنی بیوی سے حالت حیض میں یا دبر میں جماع کیا یا کاہن کے پاس جا کر اسکی تصدیق کی تو وہ اس دین سے باہر ہو گیا جو محمد ﷺ پر نازل ہوا۔

❹ عن ابی ھریرةؓ عن النبی ﷺ قال: من اتی حائضا او امرأة فی دبرھا او کاھنا فقد کفر بما انزل علی محمد ﷺ (۲)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے اپنی بیوی سے حالت حیض یا دبر میں وطی کی یا کاہن کے پاس گیا تو بلاشبہ اس نے اس چیز کیساتھ کفر کیا جو محمد ﷺ پر نازل کی گئی۔

❺ عن ابی مسعودؓ الانصاری ان رسول اللہ ﷺ نھی عن ثمن الکلب ومھر البغی وحلوان الکاھن (۳)

حضرت ابو مسعود انصاریؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کتوں کے (کاروبار) زانیہ کی کمائی اور کاہن کی شیرینی (کمائی) سے منع فرمایا ہے۔

❻ عن عمران بن حصینؓ قال قال رسول اللہ ﷺ: لیس منا من تطیر

---

(۱)[(مسند احمد ج ۲ ص ۴۰۸) مسند دارمی (۱۱۳۶) التاریخ الکبیر للبخاری (۳۔۱۶) ابوداؤد: کتاب الطب (۳۹۰۴) مصنف ابن ابی شیبہ (۴۔۶۵۲) اس کی سند میں اگرچہ کلام ہے مگر دیگر روایات اسکی شاہد ہیں)]

(۲)[(ترمذی: کتاب الطھارة: باب ماجاء فی کراھیة اتیان الحائض (۱۳۵) مسند احمد (ج ۲ ص ۴۷۶) ابن ماجہ (۶۳۹) شواہد کی بنا پر قابل اعتبار ہے۔]

(۳)[مسلم: کتاب المساقاة: باب تحریم ثمن الکلب وحلوان الکاہن ومہر البغی ...(۱۵۶۷) بخاری: کتاب الطب: (۵۷۶۱)]

او تطیرله او تکهن او تکهن له او سحرا وسحرله ومن عقد عقدة ومن اتی کاهنا فصدقه بما قال فقد کفر بماانزل علی محمد ﷺ(۱)

حضرت عمران بن حصین سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جو بدفالی لے یا اسکے لیے بدفالی کا عمل کیا جائے یا جو شخص کاہن بنے یا اس کے لیے کہانت کا عمل کیا جائے یا جو جادو کرے یا جادو کروائے یا گرہ لگائے ایسے لوگوں کا ہم سے کوئی تعلق نہیں اور جو شخص کاہن کے پاس جائے اور اس کی باتوں کی تصدیق کرے تو گویا اس نے اس چیز کا انکار کیا جو محمد ﷺ پر نازل کی گئی ہے۔

❼ عن عائشةؓ قالت سأل رسول الله ﷺ ناس عن الکهان فقال :لیس بشئ فقالوا: یارسول الله ﷺ انهم یحدثوننا احیانا بشئ فیکون حقا فقال رسول الله ﷺ تلک الکلمة من الحق یخطفها الجنی فیقرها فی اذن ولیه فیخلطون معها مائة کذبة(۲)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ کچھ لوگوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے کاہنوں کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تو کچھ بھی نہیں! لوگوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ یہ لوگ ہمیں جو باتیں بتاتے ہیں وہ کبھی کبھار بالکل سچ ثابت ہوتی ہیں، تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ انکی جو بات سچ ثابت ہوتی ہے وہ صرف وہی بات ہے جو جن آسمان سے چرا کر اپنے کاہن دوست کے کان میں

(۱)[المعجم الکبیر (ج ۱۸/۳۵۵) مسند بزار (۳۰۴۳)، (۳۰۴۴) مجمع الزوائد (۵/۱۱۷) امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں: ''ورجاله رجال الصحیح خلا اسحاق بن ربیع وهو ثقة اسے بزار نے روایت کیا اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے اسحاق بن ربیع کے البتہ وہ بھی ثقہ راوی ہے''۔]

(۲)[(بخاری: کتاب الطب: باب الکهانة ...(۵۷۶۲) مسلم: کتاب السلام (۲۲۲۸) مسند احمد (۶/۸۷)]

ڈال دیتا ہے اور وہ کاہن (عامل) اس میں سینکڑوں جھوٹوں کی آمیزش کر ڈالتے ہیں۔

8 عن معاویۃ بن الحکم السلمی قال قلت یا رسول اللہ ﷺ امورا کنا نصنعہ فی الجاھلیۃ، کنا ناتی الکھان قال رسول اللہ ﷺ: فلاتاتوا لکھان، قال قلت: کنا نتطیر قال ذاک شیٔ یجدہ احدکم فی نفسہ فلا یصدنکم (1)

حضرت معاویہؓ بن حکم سلمی بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! دور جاہلیت میں ہم کئی کام کیا کرتے تھے (جن میں سے ایک یہ تھا) ہم کاہنوں کے پاس جایا کرتے تھے؟ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کاہنوں کے پاس نہ جایا کرو۔ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: ہم بدفالی بھی لیا کرتے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایک ایسی چیز ہے جو تم میں سے کسی شخص کے دل میں پیدا ہوتی ہے (اور اس سے بڑھ کر اس کا کوئی کام نہیں) لہذا یہ (بدفالی و بدشگونی) تمہارے کاموں میں رکاوٹ نہ بنے۔ (یعنی اسے کوئی اہمیت نہ دو)۔

9 عن ابی ابن مسعودؓ قال: من اتی عرافا او ساحرا او کاھنا فسألہ فصدقہ بما یقول فقد کفر بما انزل علی محمد ﷺ (2)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی عراف، جادوگر یا کاہن کے پاس گیا اور اس کی تصدیق کی تو اس نے اس چیز کا انکار کیا جو محمد ﷺ پر نازل کی گئی۔

10 امام طبرانی نے 'الاوسط' میں یہی روایت اس طرح نقل کی ہے کہ

---

(1)[مسلم: کتاب السلام: باب تحریم الکھانۃ... (۵۳۷ـ۵۸۱۳)]

(2)[المعجم الکبیر (ج۱۰/۱۰۰۰۵) مسند ابی یعلی (۵۴۰۸/۹) مسند بزار (۳۰۴۵) مجمع الزوائد (۱۱۸/۵) وقال رجال الکبیر والبزار ثقات]

"من اتی کاھنا فصدقه بما یقول فقد بریٔ مما انزل الله علی محمد ﷺ ومن اتاه غیر مصدقه له لم تقبل له صلاة اربعین لیلة"(۱)

''جو شخص کسی کاہن کے پاس آیا اور اس کی باتوں کی تصدیق کی تو یہ اس چیز سے بری (باہر) ہو گیا جو اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ پر نازل کی ہے اور جو کاہن کے پاس گیا مگر اسکی تصدیق نہیں کی تو اسکی بھی چالیس دنوں کی نماز قبول نہیں ہوگی۔''

البتہ یہ بات یاد رہے کہ اس وعید میں وہ شخص شامل نہیں جو ان کاہنوں، نجومیوں، اور عاملوں وغیرہ کو توبہ تائب ہونے اور راہ راست پر چلنے کی دعوت دینے کی غرض سے جانیوالا ہو یا ان کے کرتوت کا مشاہدہ کر کے لوگوں کو ان کے فریب اور دھوکوں سے باخبر کرنے کی نیت رکھتا ہو۔

کاہنوں کے بارے میں علما کے فیصلے

امام احمد بن حنبل کا فیصلہ

امام احمد بن حنبلؒ سے منقول ہے کہ

"الساحر والکاھن حکمھاالقتل اوالحبس حتی یتوبا لانھما یلبسان امرھما وحدیث عمر اقتلوا کل ساحر و کاھن"(۲)

''جادوگر اور کاہن کے بارے میں ہمارا یہ فیصلہ ہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے یا انہیں اس وقت تک قید میں رکھا جائے جب تک کہ یہ توبہ نہ کرلیں کیونکہ ان کا معاملہ مشتبہ ہے اور حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ ہر ساحر اور کاہن کو قتل کر دیا جائے۔''

(۱)[المعجم الاوسط (١٤٧٦)]

(۲)[المغنی لابن قدامہ (ج ۱۲/ص ۳۰۵)]

امام احمد بن حنبلؒ سے یہ بھی منقول ہے کہ ایسے لوگوں (کاہنوں، عرافوں، عاملوں، اور جادوگروں) سے توبہ کروائی جائے۔ (المغنی ایضا)

تو ان دونوں طرح کے اقوال میں تطبیق کی صورت یہ ہوگی کہ اول تو انہیں توبہ کی تلقین کی جائے اور جب تک توبہ نہیں کر لیتے قید میں رکھا جائے لیکن جب یقین ہو جائے کہ یہ توبہ کرنے والے نہیں تو پھر انہیں بالآخر قتل کی سزا دی جائے۔ (واللہ اعلم)

حافظ ابن قیمؒ

موصوف کاہنوں کی کمائی کی حرمت بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

"وقد نهى النبي ﷺ عن اتيان الكهان واخبران من اتى عرافا فصدقه بما يقول فقد كفر بما انزل على محمد ﷺ ولاريب ان الايمان بماجاء به محمد ﷺ وبما يجئ به هؤلاء لايجتمعان في قلب واحد وان كان احدهم قد يصدق احيانا فصدقه بالنسبة الى كذبه قليل من كثير و شيطانه الذى ياتيه بالاخبار لابدله ان يصدقه احيانا يبغوى به الناس ويفتنهم به"[1]

"بلاشبہ نبی کریم ﷺ نے کاہنوں کے پاس جانے سے منع کر دیا اور فرمایا کہ جو شخص کاہن و عراف کے پاس گیا، اس نے محمد ﷺ پر نازل ہونے والے دین کا انکار کیا۔ اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ محمد ﷺ کے لائے ہوئے دین پر ایمان لانا اور ان کاہنوں، عاملوں کی باتوں کو تسلیم کرنا کسی ایک دل میں یہ دو متضاد چیزیں جمع نہیں ہوسکتیں۔ اگرچہ یہ کاہن کبھی کبھار صحیح بات بھی بتا دیتے ہیں لیکن اس کی نسبت انکی جھوٹی خبریں ہی زیادہ ہوتی ہیں اور وہ جن شیطان جو انہیں مختلف باتیں بتاتا ہے یقیناً وہ انہیں کوئی صحیح بات بھی بتا دیتا ہوگا تاکہ اس طرح لوگوں کو گمراہ کر کے فتنے میں ڈالا جائے"۔

(۱)[زاد المعاد (ج۵/ص ۶۹۷)]

حافظ ابن قیمؒ مزید فرماتے ہیں کہ

''اکثر لوگ ان کاہنوں اور عاملوں کی سچا سمجھتے ہوئے انکی تصدیق کرتے ہیں اور اس کام میں جاہل، احمق، اور بے وقوف لوگ، عورتیں دیہاتی اور حقیقتِ ایمان سے نابلد لوگ ہی خصوصی طور پر پیش پیش ہوتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو فتنے کا شکار ہیں حتی کہ ان میں سے بہت سے لوگ ان عاملوں کے بارے میں حسنِ گمان رکھتے ہیں اگرچہ وہ کاہن و عامل پرلے درجے کا مشرک اور صریح کفر کا مرتکب ہی کیوں نہ ہو لیکن یہ احمق لوگ اس کے پاس جائیں گے، اس کے لیے نذر و نیاز اور تحائف کا اہتمام کریں گے اور اس سے دعا کروائیں گے۔ ہم نے ایسے بہت سے لوگوں کے بارے کے بارے میں خود مشاہدہ کیا اور سنا بھی ہے اور اس کا سب سے بڑا سبب اس دین حق سے ناواقفیت ہے جو اللہ تعالیٰ نے خاتم النبین حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے''۔ (۱)

امام قرطبیؒ

امام قرطبی فرماتے ہیں کہ

''لیس المنجم ومن ضاھاہ ممن یضرب بالحصی وینظر فی الکتب ویزجر بالطیر ممن ارتضاہ اللہ تعالیٰ من رسول فیطلعه علی مایشاء من غیبه بل ھو کافر باﷲ مفتر علیه بحدسه وتخمینه و کذبه'' (۲)

''نجومی، کاہن، عامل، لوگ تو اللہ تعالیٰ کیساتھ کفر کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر اپنے اندازوں، تخمینوں اور کذب بیانیوں کیساتھ تہمت باندھنے والے ہیں''۔

ابن عابدین

''والحاصل ان الکاھن من یدعی معرفة الغیب باسباب وھی مختلفة

---

(۱) [(ایضا)] (۲) [تفسیر قرطبی (۲۸/۱۹)]

فلذا انقسم الى انواع متعددة كالعراف والرمال والمنجم وهو الذى يخبر عن المستقبل بطلوع النجم وغروبه والذى يضرب بالحصا والذى يدعى ان له صاحبا من الجن يخبره عما سيكون والكل مذموم شرعا محكوما عليهم وعلى مصدقهم بالكفر وفى "البزازية" يكفر بادعاء علم الغيب وباتيان الكاهن وتصديقه وفى "التتارخانية" يكفر بقوله انا اعلم المسروقات او انا اخبر عن اخبار الجن اياى"(۱)

''خلاصہ کلام یہ ہے کہ کاہن وہ شخص ہے جو مختلف اسباب و ذرائع کیساتھ غیب دانی کا دعوی کرے۔ اس لیے ان کی مختلف اقسام ہیں مثلاً عراف، رمال، اور نجومی وغیرہ۔ نجومی وہ شخص ہے جو ستاروں کی طلوع وغروب کی بنیاد پر مستقبل کی غیبی خبریں بتائے اور اور اسی طرح کاہنوں میں وہ بھی شامل ہے جو کنکریوں کیساتھ عمل کرے اور وہ بھی جو یہ دعوی کرے کہ اسے پاس جن ہے جو اسے مستقبل کی خبریں بتاتا ہے اور یہ ساری صورتیں شریعت کی نظر میں قابل مذمت ہیں اور ایسے تمام لوگوں اور انکی تصدیق کرنے والوں پر بھی کفر کا فتوی عائد ہوتا ہے۔ فتاوی 'بزازیہ' میں ہے کہ غیب کا دعوی کرنے، کاہنوں کے پاس جانے اور انکی تصدیق وتائید کرنے کی وجہ سے انہیں کافر قرار دیا گیا ہے اور فتاوی 'تتارخانیہ' میں ہے کہ انہیں اس لیے کافر قرار دیا گیا ہے کہ یہ دعوی کرتے ہیں کہ ہم مسروقہ چیزوں کے بارے میں جانتے ہیں یا ہم جنوں کی مدد سے غیبی باتیں بتاتے ہیں۔

(۱)[حاشیہ ابن عابدین (ج ۳ ص ۲۹۷)]

باب 3

دست شناسی (پامسٹری) کی شرعی حیثیت

- دست شناسی کی مختلف صورتیں
- دست شناسوں کے تخمینے اور دعوے!
- دست شناسی قرآن وسنت کی روشنی میں

دست شناسی کی مختلف صورتیں

راقم کی تحقیق کے مطابق ہاتھوں کی مدد سے غیبی معلومات کے حصول کے تین مختلف طریقے ہیں جنہیں طبی، (Medical) طبعی، (Natural) اور تخمینی (Guess) تین صورتوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ آئندہ سطور میں ان کی تفصیل بیان کی جاتی ہے:

❶ طبی طریقہ

اس سے مراد وہ طریقہ ہے جو بالعموم ڈاکٹر اور حکیم (طبیب) مختلف امراض کی شناخت کے لئے آزماتے ہیں۔ گویا جس طرح کوئی ماہر حکیم نبض پر ہاتھ رکھ کر اس کی حرکت ورفتار سے مرض کی تشخیص میں مدد لیتا ہے اور انسانی جسم کی حرارت وبرودت کی کیفیت سے اصل مرض تک رسائی حاصل کرتا ہے اسی طرح ماہر ڈاکٹر بھی انگلیوں کے ناخنوں اور ہاتھوں کی رنگت وغیرہ کی مدد سے مختلف امراض کی نشاندہی میں سہولت حاصل کرتا ہے۔

چونکہ اس طبی طریقے میں مرض کی علامتیں پہچاننے کی کوشش کی جاتی ہے جس کی بنیاد تجربے پر ہوتی ہے اس لئے شرعی نکتہ نظر سے اس میں کوئی قباحت یا ممانعت نہیں بلکہ یہ اسی طرح ہے جس طرح مریض کی نبض یا چہرے کی رنگت سے اس کے مرض کا اندازہ کر لیا جاتا ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمارے گھر میں ایک بچی کو دیکھا جس کا چہرہ کالا (یا زرد) تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”یہ نظرِ بد کا شکار ہے لہٰذا اس پر دم کر کے اس کا علاج کرو“۔[1]

(۱)[(صحیح البخاری، کتاب الطب، باب رقیۃ العین، (۳۹:۵۷) مسلم، کتاب السلام (۲۱۹۷)]

گویا آنحضرت ﷺ نے اس لڑکی کے چہرے کی رنگت سے یہ اندازہ کرلیا کہ یہ بیمار ہے۔

❷ طبعی یا مشاہداتی طریقہ اور ہاتھوں کے پرنٹ

انسانی ہاتھ کی ظاہری شکل وصورت (ہیئت) خدوخال، حالت وکیفیت اور خطوط و علامات کے ذریعے کسی شخص کے بارے میں درج ذیل مخفی صورتیں کسی حد تک آشکارا کی جا سکتی ہیں۔

❶ اگر کسی گمشدہ یا نامعلوم بچے کے بارے میں دو یا دو سے زیادہ شخصوں یا عورتوں کا جھگڑا پڑ جائے اور ہر ایک اپنے آپ کو اس کا وارث کہلانے کا دعویدار ہو جبکہ ان میں سے کسی کے پاس کوئی دلیل نہ ہو یا دونوں طرف برابر کے دلائل ہوں تو ایسی صورت میں کوئی ماہر قیافہ شناس ہاتھ پاؤں کی بناوٹ شکل وصورت اور دیگر خدوخال کے ذریعے بآسانی یہ فیصلہ کرسکتا ہے کہ یہ بچہ کس مدعی کا ہے۔ گویا بچے اور مدعی حضرات کے خدوخال کا جائزہ لینے کے لئے قیافہ شناس ہاتھوں کی ظاہری بناوٹ اور خدوخال سے بھی فائدہ اٹھاتا ہے اور درست فیصلے تک رسائی پالیتا ہے۔

حافظ ابن قیمؒ نے اس سلسلے میں ایک اہم واقعہ ذکر کیا ہے کہ ''کعب بن سورا جو حضرت عمرؓ کی طرف سے قاضی نامزد تھے، ان کے پاس دو عورتیں ایک جھگڑا لے کر حاضر ہوئیں۔ ان دونوں کے پاس اپنا اپنا ایک بچہ تھا۔ دونوں میں جھگڑا ہوا اور ایک نے دوسری عورت کا بچہ مار ڈالا۔ پھر باقی بچنے والے دوسرے بچے پر ان کا جھگڑا شروع ہو گیا۔ ایک کہتی تھی کہ مقتول بچہ اس کا تھا اور زندہ بچ جانے والا یہ بچہ میرا ہے جبکہ دوسری عورت کا دعویٰ یہ تھا کہ باقی بچنے والا بچہ میرا ہے۔ حضرت کعبؓ فرمانے لگے کہ میں حضرت سلیمان بن داودؑ کی طرح

اتنا ذہین و فطین تو نہیں۔ (۱) پھر انہوں نے کیچڑ منگوا کر زمین پر پھیلا دیا اور دونوں عورتوں کو حکم دیا کہ اس کیچڑ سے گزریں۔ چنانچہ وہ دونوں عورتیں ننگے پاؤں اس کیچڑ سے گزریں پھر اس بچے کو اس کیچڑ پر سے گزارا گیا اور اس کے بعد حضرت کعبؓ نے ایک ماہر قیافہ شناس طلب کیا اور اسے کہا کہ اس بچے کے پاؤں کے نشانات اور دونوں عورتوں کے پاؤں کے نشانات دیکھ کر یہ فیصلہ کرو کہ اس کی مشابہت کس کے ساتھ ہے؟ چنانچہ قیافہ شناس نے بچے کے پاؤں کے نشانات کو ان میں سے ایک عورت کے پاؤں کے نشانات کے مماثل قرار دیا اور حضرت کعب نے اس بنیاد پر وہ بچہ اسی عورت کے حوالے کر دیا جس کے پاؤں اس کے مشابہ تھے۔ (۲)

دراصل اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں اربوں کھربوں انسان پیدا کئے اور تا قیامت نامعلوم تعداد تک لوگ پیدا ہوتے رہیں گے لیکن یہ اس مالک الملک کی قدرتِ کاملہ ہے کہ ہر انسان دوسرے سے مختلف اور ممتاز ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ ایک شخص کائنات میں پھیلے ہوئے اربوں انسانوں میں سے کسی دوسرے کے مشابہ نہیں ہوتا بلکہ دو جڑواں بھائی بھی اہل خانہ کے نزدیک الگ الگ پہچان لئے جاتے ہیں لیکن اہل خانہ کے علاوہ دیگر لوگوں کے لئے

---

(۱) [انہوں نے حضرت سلیمانؑ کا حوالہ اس لئے دیا کہ ایک مرتبہ دو عورتوں کا ایک بچے کے بارے میں جھگڑا پیدا ہو گیا۔ ہر ایک دعویٰ تھا کہ وہ بچہ اس کا ہے تو حضرت سلیمان نے اس کی تحقیق کے لئے اپنی خداداد فہم و فراست کو اس طرح استعمال کیا کہ جلاد کو حکم دیا کہ اس بچے کے دو ٹکڑے کر کے دونوں عورتوں کے درمیان نصف نصف تقسیم کر دو۔
یہ حکم سن کر بچے کی حقیقی ماں کی ممتا نے جوش مارا اور وہ چیخ و پکار کرتے ہوئے کہنے لگی کہ نہیں نہیں بچے کے دو ٹکڑے نہ کرو اور یہ زندہ ہی دوسری عورت کو دے دو، میں اس کا مطالبہ نہیں کرتی جبکہ اس کے برعکس دوسری عورت حضرت سلیمان کے حکم پر خاموش رہی تو اس سے حضرت سلیمان کو اندازہ ہو گیا کہ بچے کی زندگی بچانے اور اپنا دعویٰ چھوڑنے والی ہی اصل میں بچے کی ماں ہے۔ چنانچہ آپ نے وہ بچہ اسی (حقیقی ماں) کے حوالہ کر دیا'۔ [(بخاری، کتاب الفرائض.... (۶۷۶۹) مسلم، کتاب الاقضیہ...)]

(۲) [الطرق الحکمیۃ، ص ۸۷]

ان کو پہچاننا قدرے مشکل بلکہ بسا اوقات ناممکن بھی ہو جاتا ہے جبکہ اہل خانہ کے نزدیک ان کی پہچان میں ذرا بھی مشکل نہیں ہوتی۔ (یہ راقم کا اپنا ذاتی تجربہ بھی ہے کیونکہ اس کے دو بھائی جڑواں ہیں)

اسی طرح ایک نسل یا ملک اور خطے کے لوگ شکل وصورت اور رنگت وعادات وغیرہ میں ایک جیسے ہوتے ہیں لیکن داخلی طور پر ان میں سے کوئی فرد دوسرے کو پہچاننے میں غلطی کا شکار نہیں ہوتا لیکن دوسری نسل، ملک یا خطے کے لوگ انہیں پہچاننے میں مشکلات کا شکار ہوتے ہیں مثلاً پٹھان، افغان، ترک، چینی، جاپانی یا سوڈانی (حبشی) وغیرہ میں سے کسی ایک نسل کے 10 یا 20 مختلف افراد کو آپ مختلف اوقات میں الگ الگ دیکھیں تو آپ ان سب کو تقریباً ایک ہی شخص خیال کریں گے جبکہ اسی نسل سے تعلق رکھنے والے کسی شخص کو آپ اپنی جگہ کھڑا کر کے یہی مشاہدہ کروائیں تو وہ بیس کے بیس افراد کے بارے میں بتا دے گا کہ ان میں کیا کیا اور کہاں کہاں فرق ہے!

مذکورہ مثال سے راقم یہ واضح کرنا چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نسل، ہر قبیلے اور خاندان میں اسی طرح کا سلسلہ رکھا ہے کہ کوئی بھی ذہین وفطین شخص مختلف آثار وقرائن سے اسے پہچان سکتا ہے اور قیافہ شناس حقیقت میں اس طرح کے کسی انتہائی ذہین وفطین شخص ہی کو کہا جاتا ہے جو مختلف شخصیتوں کے مابین چند ظاہری مماثلت رکھنے والے خدوخال وغیرہ سے یہ معلوم کر لیتا ہے کہ یہ شخص (یا بچہ) کس خاندان (یا شخص) کا ہے۔

❷ موجودہ سائنٹیفک دور میں ہاتھوں کے پرنٹ بڑی اہمیت رکھتے ہیں، ان کے ذریعے بہت سے دیوانی اور فوجداری مقدمات میں مدد لی جاسکتی ہے مثلاً کوئی شخص قتل ہو جائے اور جائے حادثہ سے آلۂ قتل (ہتھیار وغیرہ) برآمد ہو جائے تو اس پر لگے ہاتھوں کے نشانات محفوظ کر لئے جاتے ہیں۔ پھر اگر اس قتل (یا حادثہ) میں ملوث کئی مشتبہ افراد پکڑے جائیں جن میں قاتل بھی موجود ہو مگر واضح طور پر اس کا ثبوت نہ ملتا ہو تو ایسے مشتبہ

افراد کے ہاتھوں کے پرنٹ لئے جاتے ہیں اور ان کا آلہ قتل کے نشانات سے موازنہ کیا جاتا ہے جس کی مدد سے اصل قاتل کا سراغ مل جاتا ہے۔ اسی طرح اگر قیمتی (پراپرٹی وغیرہ سے متعلقہ) کاغذات پر انگوٹھوں کا نشان ہو اور ان کاغذات پر مختلف لوگوں کا جھگڑا ہو تو ان سب لوگوں کے انگوٹھوں کے دوبارہ نشان حاصل کر کے مختلف تکنیکی ذرائع (فنگر پرنٹس) سے یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ یہ انگوٹھے کا نشان ان میں سے کس شخص کا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح ہر شخص کی شکل و صورت دوسرے سے مختلف ہوتی ہے اسی طرح ہر شخص کے ہاتھوں کے خطوط بھی دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔

3 بسا اوقات ہاتھوں کی ظاہری صورت کی مدد سے کسی شخص کے بارے میں یہ اندازہ لگا لیا جاتا ہے کہ اس کا پیشہ یا ہنر کونسا ہے مثلاً کسی شخص کے ہاتھوں پر سخت چنڈیاں پڑی ہوں اور ہاتھوں کی سختی اور مضبوطی کے ساتھ ساتھ کہیں کہیں کٹاؤں اور چیروں وغیرہ کے زخم بھی ہوں تو اس مشاہدے سے ایک عام آدمی بھی یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ یہ شخص 'لوہار' ہوگا۔

اسی طرح 'درزیوں' کے ہاتھوں میں بار بار قینچی چلانے کی وجہ سے انگوٹھے اور انگشت شہادت کے مخصوص حصوں پر کچھ نشانات یا چنڈیاں پڑ جاتی ہیں اور اس حقیقت کو جاننے والا شخص ایسا ہاتھ دیکھ کر یہ اندازہ لگا لیتا ہے کہ یہ شخص درزی ہے۔ اسی طرح بہت سے فنون، پیشوں اور ہنروں کو ایسی ظاہری و مشاہداتی علامات سے پہچان لیا جاتا ہے لیکن اس مشاہداتی عمل پر غیب دانی کا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی ایسا شخص 'غیب دان' بن جاتا ہے بلکہ اس کی صورت ایسے ہی ہے جیسے کالے رنگ کے پینٹ کوٹ میں ملبوس شخص کو دیکھ کر یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ صاحب کوئی وکیل یا جج ہیں اور خاکی وردی میں ملبوس شخص کو دیکھ کر معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ (بری فوج سے تعلق رکھنے والا) فوجی ہے اور یہ اندازہ اس لئے درست نکلتا ہے کہ یہ خاص لباس، خاص لوگوں کی 'وردی' (Uniform) اور علامت قرار پا چکا ہے۔ لہٰذا جس طرح اس اندازہ لگانے والے کو غیب دان نہیں کہا جا سکتا۔ اسی طرح مشاہدے و تجربے

کی بنا پر کسی پیشے سے متعلقہ افراد کے بارے میں صحیح اندازہ لگانے والے کو بھی غیب دان قرار نہیں دیا جا سکتا۔

اہل علم سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ امام شافعی اور امام محمد بن حسن شیبانی بیت اللہ میں لوگوں کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ اچانک ایک آدمی بیت اللہ میں داخل ہوا۔ امام شافعیؒ نے کہا کہ یہ شخص لوہار ہے جبکہ امام محمد نے کہا کہ یہ شخص بڑھئی ہے۔ حاضرین مجلس میں سے بعض لوگ بھاگ کر اس شخص کے پاس گئے اور اس سے پوچھا کہ آپ کا پیشہ کونسا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ پہلے میں لوہار تھا اب بڑھئی ہوں۔ (۱)

اگرچہ امام شافعی اور امام محمد نے اس شخص کے ہاتھ تو نہیں دیکھے لیکن ممکن ہے کہ انہوں نے اس دور کے حوالے سے لوہار اور بڑھئی کی ظاہری علامات سے اپنا اپنا اندازہ لگایا ہو اور پھر دونوں کا انداہ ایک لحاظ سے درست ثابت ہوا۔

یاد رہے کہ گذشتہ دونوں صورتیں (یعنی طبی اور طبعی) جائز ہیں اور شرعی نکتہ نگاہ سے ان دونوں کو بروئے کار لا کر ان سے استفادہ کرنا ممنوع نہیں۔ اگرچہ ان دونوں کا تعلق بھی بنیادی طور پر انسان کے ہاتھ سے ہے لیکن عرف عام میں دست شناسی (پامسٹری) سے مراد یہ دو صورتیں نہیں ہوتیں بلکہ آئندہ سطور میں مذکور تیسری (تخمینی) صورت مراد ہوتی ہے جو سراسر ممنوع اور حرام ہے اور اس کی بعض صورتیں دست شناس یا ان کے پاس جا کر معلومات حاصل کرنیوالے کو کفر و شرک کا مرتکب بنا دیتی ہیں۔

③ تخمینی طریقہ یا دست شناسی (پامسٹری)

ہمارے ہاں جب دست شناسی یا پامسٹری کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے یہی آخری صورت مراد لی جاتی ہے۔ دست شناسی کی اس صورت کا سارا دارومدار تخمینوں،

---

(۱) [تفسیر قرطبی، ج۱۰: ص۱۴]

اندازوں، فضول قیاس آرائیوں اور تضاد بیانوں پر مشتمل ہے۔ اگرچہ بعض لوگ اسے مستند اور تحقیقی و سائنسی علم بھی خیال کرتے ہیں لیکن اس سلسلے میں اگر کوئی چیز مستند یا قابل استفادہ ہوسکتی ہے تو وہ صرف پہلی دو صورتیں ہیں جبکہ اس تیسری صورت کی 'حالت زار' بھی وہی ہے جو اس سے پہلے 'علم نجوم' کی آپ ملاحظہ کر چکے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اس علم کے نام نہاد دعویداروں کے بقول علم پامسٹری کے لئے علم نجوم کا جاننا ضروری ہے۔ (علم نجوم کی شرعی حیثیت کے حوالے سے تفصیلی بحث گزر چکی ہے)

پامسٹری سے تعلق رکھنے والے حضرات کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے ہاتھوں پر جو خطوط اور لکیریں پیدا کی ہیں یہ بلا مقصد پیدا نہیں کی گئیں بلکہ ان کے ذریعے تقدیر و قسمت اور قضاء و قدر کا پیشگی حال معلوم کرلیا جاتا ہے۔ پھر اسی بنیاد پر ماہرین پامسٹری نے گذشتہ دو تین صدیوں سے اب تک کئی ضخیم کتابیں بھی لکھ ماری ہیں جن میں ہاتھوں کی لکیروں اور ابھاروں کے ساتھ مال و دولت، مرض و صحت، فرحت و مسرت، شادی و طلاق، خوش قسمتی و بدبختی وغیرہ جیسی غیبی اور تقدیر سے متعلقہ چیزوں کو اپنے زعم باطل میں قطعی طور پر مربوط کر دیا ہے کہ فلاں فلاں خطوط اور ابھار فلاں فلاں معاملات کے لئے یقینی و حتمی علامتوں کا کردار ادا کرتے ہیں۔

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کسی چیز کو بھی بلا مقصد پیدا نہیں کیا۔ یہ الگ بات ہے کہ بعض چیزوں کی حکمتیں اور مقاصد ہمیں معلوم کروا دیئے ہیں اور بعض ہم سے مخفی رکھے گئے ہیں۔ ہاتھوں کی لکیریں اور خطوط بھی انہی مخفی امور سے تعلق رکھتے ہیں لیکن دست شناسوں کے بقول ہاتھ کی دو چیزوں کو دیکھ کر تقدیر و قسمت معلوم کی جاسکتی ہے یعنی ہتھیلی اور انگلیوں کے ذریعے ۔۔۔ان دست شناسوں کے بقول پھر ان دونوں کو مزید دو مختلف زاویوں سے پرکھا جاتا ہے اور غیبی حقائق کو معلوم کیا جاتا ہے۔ مثلاً ہتھیلی کے ابھار اور اس کے خطوط کے ذریعے، اور اسی طرح انگلیوں کے خطوط (لکیروں) اور جوڑوں کے ابھار کے

ذریعے مختلف قیاس آرائیاں کی جاتی ہیں۔

دست شناسوں کے نزدیک 'ابھار' کا معنی ومفہوم اور اس کے تاثرات کچھ اس طرح ہیں کہ

''انگلیوں کے نیچے ابھار ہوتے ہیں۔ یہ گوشت کے اٹھے ہوئے حصے ہوتے ہیں۔ دست شناسی کے علم نے انگلیوں کی طرح ان کو رسمی طور پر انگلیوں کی مطابقت سے جن کے ابھار ہیں علم جوتش (نجوم) کے لحاظ سے نام دیئے ہیں۔ ان ابھاروں سے خواہ وہ بڑھے ہوئے ہوں یا نہ بڑھے ہوئے ہوں اور خواہ سخت ہوں یا نرم اور ڈھیلے ڈھالے ہوں۔ کردار کی خصوصیت اور دلچسپی کے خطوط کا اظہار ہوتا ہے۔ خواہ یہ کردار کی خصوصیت اور دلچسپی کے خطوط واضح ہوں یا غیر واضح۔ اگر ابھار بڑھا ہوا ہے تو اس کے متعلق خصوصی صنعت نمایاں ہوتی ہے۔ اگر ابھار زیادہ نہیں یا بالکل بھی نہیں ہے تو وہ خاص صنعت یا دلچسپی کا خط پوشیدہ ہوتا ہے''۔ (۱)

اسی طرح ہتھیلی اور انگلی پر موجود ہر چھوٹی، بڑی لکیر کو بھی دست شناسوں نے مختلف چیزوں کی علامات قرار دے رکھا ہے اور دلچسپی کی بات یہ ہے کہ مختلف خطوط اور لکیروں کو ایک دست شناس جس چیز کی علامت قرار دیتا ہے، کوئی دوسرا انہی لکیروں اور خطوط کو اس کے برعکس کسی اور چیز کی علامت قرار دیتا دکھائی دیتا ہے جیسا کہ آئندہ تفصیلات سے واضح ہوگا۔

دست شناس کہا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے ہاتھوں پر جو خطوط اور لکیریں بنائی ہیں آخر ان کا کوئی مقصد تو ہے! اور پھر وہ خود ہی اس کا مقصد بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان ہاتھوں کے خطوط، ابھار اور لکیروں میں انسانی قسمت کے رموز واشارات مخفی ہیں جنہیں اس علم کا ماہر ڈھونڈ نکالتا ہے۔۔۔!!

(۱)[ہاتھ کی لکیریں از معظم جاوید، ص ۵۵]

ان کے اس استدلال سے یہاں ایک بڑا اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہاتھوں کے خطوط اور ابھار انسانی قسمت کے رموز و اشارات ہیں تو پاؤں کے خطوط سے یہ کام کیوں نہیں لیا جاتا؟ کیا دست شناسوں کے نزدیک پاؤں کے خطوط، لکیریں اور ابھار، اللہ تعالیٰ نے بلا مقصد پیدا کئے ہیں؟

کوئی پتہ نہیں کہ یہ بے وقوف آئندہ زمانے میں 'ماہر دست شناس' کی جگہ 'ماہر قدم شناس' اور 'پاؤں بولتے ہیں' کے بورڈ بھی آویزاں کر لیں اور جس طرح انہوں نے 'دست شناسی' میں تخمینے اور اندازے قائم کر رکھے ہیں اسی طرح 'قدم شناسی' کے نام سے پاؤں کے خطوط اور لکیروں کو بھی انسانی قسمت کا 'رازداں' قرار دینا شروع کر دیں۔ بلکہ سنا ہے کہ بعض لوگوں نے یہ کام بھی شروع کر دیا ہے!!!

دست شناسی قرآن وسنت کی روشنی میں

دست شناسی (یعنی آخری تیسری صورت) کا قرآن وسنت کی روشنی میں اگر جائزہ لیا جائے تو درج ذیل وجوہات کی بنا پر یہ عمل ناجائز (غیر مشروع)، ناقابل اعتبار اور کبیرہ گناہوں میں شامل ہوتا ہے:

❶ غیر مشروع صورت:

اگر انسانی ہاتھ کی لکیروں، خطوط اور ابھار میں ہی انسانی قسمت اور تقدیر مخفی ہوتی تو شریعت (قرآن وحدیث) اس کی طرف ضرور ہماری راہنمائی کرتی لیکن پورے قرآن مجید اور مکمل ذخیرہ احادیث میں ایسی کوئی ایک آیت یا حدیث دکھائی نہیں دیتی جس میں دست شناسی کے حصول کی رغبت یا اس کے فائدے کی طرف اشارہ ہی ملتا ہو۔ آنحضرت ﷺ، صحابہ کرام، تابعین عظام، محدثین ومفسرین کرام میں سے کسی ایک شخصیت کے بارے میں بھی یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا کہ اس نے کسی کا ہاتھ دیکھ کر یا اپنا ہاتھ دکھا کر کسی غیبی معاملے تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کی ہو۔ اس لئے اگر دست شناسی واقعی کوئی شرعی اور مستند علم ہوتا تو کم از کم آنحضرت ﷺ کو اس سے ہرگز محروم نہ رکھا جاتا!!

❷ ناقابل اعتبار صورت:

دست شناسی کوئی مشاہداتی، تجرباتی یا سائنسی علم بھی ہرگز نہیں کیونکہ مشاہداتی علم وہ ہوتا ہے جس میں ہر بار مشاہدہ وتجربہ ایک ہی نتیجہ پیدا کرتا ہے حتیٰ کہ اگر ایک جیسی خاصیات کی حامل مختلف چیزوں کے بارے میں سو تجربات کئے جائیں اور ان میں سے ایک بھی اپنے اصولوں اور نتیجوں سے ہٹ جائے تو اسے مشاہداتی وسائنسی علم قرار نہیں دیا جاتا۔

اس لحاظ سے اگر جائزہ لیا جائے تو دست شناسوں کی تضاد بیانیاں ہی یہ واضح کر دیتی ہیں کہ ان کا علم محض اندازوں اور تخمینوں پر مبنی ہے اور اس میں دو جمع دو، برابر چار، والی کوئی بات نہیں۔

اس حقیقت کو معلوم کرنے کے لئے آپ ملک کے چند بڑے دست شناسی کے ماہر حضرات کے پاس یکے بعد دیگرے حاضر ہوں اور اپنا ہاتھ دکھا کر معلومات حاصل کریں۔ اگرچہ ان نامور دست شناسوں کے پاس جانے کے لئے آپ کو 'مالی' قربانی بھی دینا پڑے گی کیونکہ ان کی فیسیں آسمان سے باتیں کرتی ہیں لیکن بہر حال اگر ان کے کذب وافتراء سے پردہ اٹھانا ہو تو ایسا ناگزیر ہے۔ راقم دعوے کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہے کہ ایک طرف تو ان 'غیب دانوں' کی اکثر و بیشتر باتیں اور پیشگوئیاں تقریباً جھوٹی ہی نکلیں گی اور دوسری طرف ان میں سے کسی ایک 'ماہر دست شناس' کا بیان بھی دوسرے 'ماہر دست شناس' سے من وعن مطابقت نہیں رکھتا ہوگا۔

علاوہ ازیں پامسٹری سے متعلقہ کتابوں کے مطالعہ سے بھی یہ حقیقت آشکارا کی جا سکتی ہے کہ ان میں سے ایک مصنف کی باتیں دوسرے سے میل نہیں کھاتیں بلکہ بہت سی باتیں واضح طور پر متضاد و متناقض ہوتی ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک مثال ملاحظہ ہو۔

چوکور ہاتھ کے بارے میں ایک 'ماہر' دست شناس صاحب پیشینگوئی کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

"یہ ہاتھ ایک موجد اور مشین ایجاد کرنے والے کے ہاتھ ہوتے ہیں۔ سائنس اور انجینئرنگ ان کا شعبہ ہوتا ہے اور وہ سفر اور سرگرمی کو پسند کرتے ہیں۔ ان کی زندگی میں تبدیلی آتی رہتی ہے اور وہ عام طور پر مستقل دوست نہیں بناتے لیکن ان کی محبت دلچسپی کا باعث ہوا کرتی ہے۔ اس ہاتھ والی عورتیں ہمیشہ سرگرم رہتی ہیں۔"(۱)

جبکہ ایک دوسرے صاحب اسی قسم کے ہاتھ کے بارے میں یوں غیب دانی کا دعویٰ کرتے ہیں کہ

"ایک چوکور ہاتھ کا مالک جنسی زندگی میں یکسانیت پسند ہوگا۔ ہر روز بار بار ایک ہی

(۱) [ہاتھ کی لکیریں، از معظم جاوید ص ۳۱]

وقت، ایک ہی طریقہ کا اصول اس کے ہاں کارفرما ملتا ہے۔ یہ شخص محبت میں مستحکم ہوتا ہے۔ ناجائز تعلقات قائم نہیں کرتا۔ اگر کسی عورت کے شوہر کا ہاتھ چوکور ہو تو اسے چاہیے کہ وہ وقت پر کھانا دینا اور ایک تنظیم اور ضابطہ اپنا لے اور اسے کسی معاملے میں انتظار نہ کرائے''۔ (۱)

قارئین! ایک ہی قسم کے ہاتھ کے بارے میں ان دونوں دست شناسوں کے بیانات کو بار بار پڑھنے کی ضرورت نہیں بلکہ ایک ہی نگاہ ڈالنے سے ان دونوں بیانات میں تناقض ظاہر ہو جائے گا کہ پہلے 'ماہر دست شناس' کے بقول ایسے شخص کی زندگی میں تبدیلی آتی رہتی ہے اور وہ عام طور پر مستقل دوست نہیں بناتے جبکہ دوسرے 'غیب دان' کے بقول ایسا شخص اپنے اصول وضوابط میں پکا اور دوٹوک ہوتا ہے یعنی کسی تبدیلی کو پسند نہیں کرتا بلکہ ایسے شخص کی بیوی کو بھی نصیحت کی جارہی ہے کہ وہ اس کے نظم وضبط میں ہرگز فرق نہ آنے دے!!

اب بتائیے یہ تضاد، تناقض اور تخالف نہیں تو تضاد اور تناقض کس بلا کا نام ہے؟!

ایسی ہی بیسیوں مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں لیکن ازراہِ اختصار اس پر اکتفاء کرتے ہوئے ہم قرآن مجید کی روشنی میں یہ جائزہ لیتے ہیں کہ اٹکل پچو، اندازے اور تخمینے لگانے کے بارے میں قرآن مجید کا فیصلہ کیا ہے؟

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

❶ ولا تقف ما لیس لک بہ علم (الاسراء،۳٦)

''جس چیز کا تمہیں علم نہیں اس کے پیچھے نہ پڑو۔''

❷ یاایھا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم (الحجرات،١٢)

''اے اہل ایمان! بہت بدگمانیوں سے بچو، بلاشبہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں۔''

(۱)[پامسٹری، ازاے ایس صدیقی، ص١١٩]

❸ وما لهم به من علم ان يتبعون الا الظن (النجم،٢٨)

''حالانکہ انہیں اس کا کوئی علم نہیں وہ تو صرف اپنے گمانوں کی پیروی کرنے والے ہیں۔''

❸ حرام صورت

یہ بات تو واضح ہو چکی ہے کہ دست شناسی اور پامسٹری کے ذریعے مختلف غیبی معاملات پر اظہار خیال کیا جاتا ہے اور لوگوں کی موت وحیات، سعادت وشقاوت، کامیابی و ناکامی وغیرہ جیسے غیبی امور بتانے کی سعی لاحاصل کی جاتی ہے۔ اب ہم قرآن وسنت کے حوالے سے یہ جائزہ لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ بھی کوئی 'غیب دان' ہو سکتا ہے؟ اور نیز ایسے لوگوں کے پاس جانے، اپنا ہاتھ دکھانے اور ان جھوٹے دست شناسوں، نجومیوں، کاہنوں اور عاملوں کو سچا تسلیم کرنے والے شخص کے بارے میں ہمارا دین ہمیں کیا بتاتا ہے؟

قرآن مجید کی بے شمار آیات میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی غیب دان نہیں۔ بطور مثال چند ایک آیات ملاحظہ ہوں۔

❶ ﴿قل لا يعلم من في السموات والارض الغيب الا الله وما يشعرون ايان يبعثون﴾ (النمل،٦٥)

''آپ فرما دیجئے کہ آسمان والوں میں سے اور زمین والوں میں سے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی غیب نہیں جانتا، انہیں تو یہ بھی معلوم نہیں کہ کب انہیں اٹھا لیا جائے گا''۔

❷ ﴿وعنده مفاتح الغيب لا يعلمها الا هو﴾ (الانعام،٥٩)

''غیب کی چابیاں صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں انہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا''۔

❸ ﴿ان اللہ عندہ علم الساعة و ینزل الغیث و یعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر﴾

"بے شک قیامت کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ وہی بارش نازل کرتا ہے۔ ماں کے پیٹ میں جو کچھ ہے اسے وہی جانتا ہے۔ کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور کوئی شخص یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ کس جگہ مرے گا۔ اللہ تعالیٰ ہی علم و خبر والا ہے۔"

❹ ﴿قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ماشاء اللہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء ان انا الا نذیر و بشیر لقوم یؤمنون﴾ (الاعراف، ۱۸۸)

"(اے نبی ﷺ!) آپ فرمادیں کہ میں اپنی ذات کے لئے بھی کسی نفع یا نقصان کا اختیار نہیں رکھتا سوائے اس کے جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب دان ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی نقصان یا تکلیف نہ پہنچتی۔ میں تو محض اہل ایمان کو (جہنم سے) ڈرانے والا اور (جنت کی) خوشخبری دینے والا ہوں"۔

❺ قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک ان اتبع الا ما یوحی الی (الانعام، ۵۰)

"(اے نبیؐ!) آپ فرمادیجئے کہ میں اس چیز کا دعویدار نہیں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ ہی میں غیب دانی کا دعویٰ کرتا ہوں اور نہ ہی میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں بلکہ میں تو صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے"۔

آنحضرتؐ نے ہر ایسے شخص کے پاس جانے سے منع فرما دیا ہے جو غیب دانی کا کسی طرح مدعی ہو۔اس سلسلہ میں چند ایک احادیث درج ذیل ہیں۔

❶ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا:

''من اتی کاهنا او عرافا فصدقه بما یقول فقد کفر بما انزل علی محمد''(۱)

''جو شخص کسی عامل (نجومی، کاہن، دست شناس اور ہر غیب کا دعویدار اس میں شامل ہے) کے پاس گیا اور اس کی (تصدیق کرتے ہوئے اس کی) باتوں کو سچا تسلیم کیا تو اس نے اس چیز (دین اسلام) کے ساتھ کفر کیا جو محمد (ﷺ) پر نازل کیا گیا۔''

❷ ایک حدیثِ نبوی میں یہ وعید اس طرح بھی مروی ہے کہ

''من اتی عرافا فسأله عن شیئ لم تقبل له صلاة اربعین لیلة''(۲)

''جو شخص کسی 'عامل' کے پاس گیا اور اس سے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا تو اس کی چالیس دنوں کی نماز قبول نہیں کی جائے گی۔''

❸ حضرت ابی مسعودؓ سے روایت ہے کہ:

''ان رسول الله نهی عن ثمن الکلب و مهر البغی و حلوان الکاهن''(۳)

(۱)[(مسند احمد،۲:۴۲۹)(مستدرک حاکم،۱/۸)(ابوالخلیل،۵:۶۹)]

(۲)[مسلم، کتاب السلام، باب تحریم الکهانة، (۲۲۳۰)، مسند احمد(۴/۶۸) مجمع الزوائد(۵/ ۱۱۸)المعجم الاوسط،۱۴۲۴)]

(۳)[مسلم، کتاب المساقاة، باب تحریم ثمن الکلب (۱۵۶۷) البخاری، کتاب الطب، (۵۷۶۱)]

''حضرت ابو مسعودؓ سے مروی ہے کہ ''اللہ کے رسول ﷺ نے کتوں (کے کاروبار) کی قیمت، زانیہ کی 'اجرت' اور 'عامل' کی شیرینی' (کمائی) سے منع فرمایا ہے''۔

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ دست شناسوں، عاملوں، عرافوں، کاہنوں، نجومیوں، جوتشیوں، جوگیوں، پروفیسروں، سادھوؤں، بنگالی بابوؤں وغیرہ کا سارا کام کفر وشرک پر مبنی ہے۔ان کے پاس جانے والوں اور ان پر یقین رکھنے والوں کا ایمان بھی خطرے میں ہے اور ایسے تمام نام نہاد عاملوں کی کمائی حرام کی کمائی ہے جبکہ ان کی غیبی خبروں اور پیش گوئیوں کی کوئی حقیقت واصلیت نہیں۔

اللهم اهدنا الصراط المستقيم (آمین)

باب 4

قیافہ شناسی کی شرعی حیثیت

- قیافہ شناسی کی بنیادی صورتیں (قیافۃ البشر اور قیافۃ الاثر)
- اثبات نسب میں قیافۃ البشر کی شرعی حیثیت
- فوجداری جرائم میں قیافۃ الاثر کی شرعی حیثیت
- دیوانی مقدمات میں قیافۃ الاثر کی شرعی حیثیت
- علم قیافہ کی ممنوعہ صورتیں (چہرہ شناسی وغیرہ)

قیافہ شناسی کیا ہے؟

دین اسلام نے مقدمات میں قرائن کو بڑی اہمیت دی ہے اور بالخصوص جب کسی قضیہ میں گواہ اور عینی شہادتیں مفقود ہوں تو وہاں قرائن و آثار ہی کی بنیاد پر فیصلے کیے جاتے ہیں۔ قرائن، قرینہ کی جمع ہے اور قرینہ کی تعریف یہ ہے:

"العلامة الدالة علی شیئ مطلوب"(1)

"کسی مطلوبہ چیز پر دلالت کرنے والی علامت کو قرینہ کہا جاتا ہے۔"

صاحب مدخل فرماتے ہیں کہ

"کل امارة ظاهرة تقارن شيئا خفيا و تدل عليه"(2)

"یعنی ہر وہ ظاہری علامت جو کسی مخفی چیز کو نکھارے اور اس پر دلالت کرے وہ قرینہ کہلاتی ہے"۔

فقہاء، علماء، محدثین و مفسرین نے قرآن و سنت اور عمل صحابہ کی بنیاد پر ہمیشہ قرائن و آثار اور علامات و امارات کو مشروع قرار دیا ہے۔(3)

بعض قرائن قطعی و حسی ہوتے ہیں جبکہ بعض قرائن غیر قطعی یا ظنی ہوتے ہیں۔ اسی طرح بعض قرائن کو شرعی قرائن کہا جاتا ہے اس لئے کہ شریعت نے انہیں معتبر گردانا ہوتا ہے جبکہ بعض قرائن کو 'قانونی قرائن' سے منسوب کیا جاتا ہے۔(4)

مخفی قرائن کو نکھارنا اور واضح کرنا صاحب فہم و فراست ہی کا کام ہے۔ اسی طرح بعض

(1)[التعریفات للجرجانی، ص152] (2)[المدخل الفقہی العام للزرقا، (ج2 ص918)]

(3)[دیکھئے: الطرق الحکمیۃ لابن قیمؒ: (ص114، 115)] (4)[دیکھئے: (القرائن، لصالح بن غانم، 17)]

قرائن کو صرف 'قیافہ دان' ہی پہچان سکتا ہے۔ ذیل میں ہم قیافہ شناسی ہی کے حوالے سے قیافہ کی تعریف واقسام، معتبر وغیر معتبر صورتوں اور ان کی شرعی حیثیت پر تفصیلی بحث کریں گے۔ (ان شاء اللہ)

قیافہ، قوف (ق و ف) سے مشتق ہے جس کا لغوی معنٰی ہے کھوج لگانا، تلاش کرنا، ڈھونڈنا، نشانات دیکھنا اور پیچھا کرنا۔ ان اوصاف کے حامل شخص کو عربی میں 'قائف' اور اردو میں 'قیافہ دان' یا 'قیافہ شناس' کہا جاتا ہے۔ (لفظ 'کھوجی' بھی کسی حد تک اس کا مترادف ہے)[1]

بعض لغات میں قیافہ کی اصطلاحی تعریف اس طرح مذکور ہے کہ

''ایک علم جس میں خدوخال سے بھلا برا پہچان لیتے ہیں''۔[2]

حالانکہ یہ تو 'علم الفراسۃ' (فراست) کی تعریف ہے، علم قیافہ کی ہرگز نہیں جیسا کہ آئندہ تفصیلات سے معلوم ہوگا۔

حاجی خلیفہ، طاش کبری زائدہ، نواب صدیق بن حسن قنوجی اور دیگر اہل علم نے قیافہ کی دو قسمیں بیان کی ہیں یعنی:

(۱) قیافہ البشر۔۔۔ اور (۲) قیافہ الاثر اور اسی دوسری قسم کو 'عیافہ' سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔[3]

علم القیافہ یا قیافہ البشر:

نواب صدیق خان اس کی اصطلاحی تعریف میں رقمطراز ہیں کہ

---

(۱) [دیکھئے: اردو دائرۃ المعارف، (ج ۱۶: ص ۵۱۸) لسان العرب، القاموس، النھایۃ، المنجد، المعجم الوسیط، بذیل مادہ، قوف)]

(۲) [(فیروز اللغات، (اردو) ص ۵۱۹)]

(۳) [(مفتاح السعادۃ، ۱/۳۶۸) (کشف الظنون، ۲/۱۱۸۱) (ابجد العلوم، ۲/۴۳۶)]

"وهو علم باحث عن كيفية الاستدلال بهيئات اعضاء الشخصين على المشارك ولاتحاد بينهما في النسب والولادة"(١)

"یہ ایسا علم ہے جس میں دو شخصوں کے اعضاء و جوارح کی باہمی مشارکت و مماثلت کی بنیاد پر نسب وولادت پر استدلال کیا جاتا ہے"۔

حاجی خلیفہ فرماتے ہیں کہ

"وانما سمي به اي قيافه البشر لان صاحبه يتبع بشرة الانسان و جلده و اعضائه و اقدامه و هذا العلم لا يحصل بالدراسة والتعليم ولهذا لم يصنف فيه"(٢)

"اسے قیافہ البشر اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس علم کا ماہر (قائف) انسان کے جلد و چمڑے، اعضاء و جوارح اور قدموں کا جائزہ لیتا ہے اور یہ علم درس و تدریس سے حاصل نہیں ہوتا (بلکہ خداداد عطیہ ہے) اسی لئے اس علم میں کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں"۔

طاش کبری زائدہ فرماتے ہیں کہ

"ومبنى هذا العلم ما ثبت في المباحث الطبية من وجود المناسبة والمشابهة بين الولد و والديه و تكون تلك المناسبة في الامور الظاهرة بحيث يدركها كل احد وقد تكون في امور خفية لا يدركها الا ارباب الكمال و تدرك هذه المشابهة بمعونة القوة الباصرة والقوة الحافظة ولهذا اختلف احوال الناس في هذا العلم كمال وضعفا الى حيث لا يشتبه عليه لشيئ اصلا بسبب كماله في القوتين وهذا العلم موجود في قبائل العرب و يندر في غيرهم"(٣)

(١)[ابجد العلوم، (ج۲/ص۴۳۶)] (٢)[(کشف الظنون ۲/۱۳۶۷)]
(٣)[(مفتاح السعادة ۱/۳۲۹)]

''طبی مباحث میں یہ بات ثابت ہے کہ علم قیافہ کی بنیاد بچے اور اس کے والدین کے مابین مشابہت و مماثلت تلاش کرنے پر ہے۔ کبھی کبھار تو یہ مشابہت اتنی واضح ہوتی ہے کہ ہر شخص اسے پہچان لیتا ہے اور بسا اوقات یہ ایسی مخفی ہوتی ہے کہ اسے صرف ماہر لوگ ہی پہچان سکتے ہیں۔ قوت باصرہ اور قوت حافظہ کی مدد سے اس مشابہت کا ادراک کیا جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس علم میں لوگوں کی مہارت میں تفاوت پایا جاتا ہے یعنی جس کی یہ قوتیں قوی ہوں گی وہ زیادہ ماہر ہوگا اور جس کی یہ دونوں قوتیں (باصرہ و حافظہ) کمال درجہ کی ہوں اس کے لئے کسی چیز کی پہچان میں شبہ نہیں ہوگا۔ یہ علم عرب قبائل میں پایا جاتا ہے اور غیر عربوں میں اس کا وجود نادر ہے''۔

علم العیافۃ یا قیافۃ الاثر:

یہ اسی علم کی دوسری قسم ہے جسے ان دونوں ناموں سے متعین کیا جاتا ہے۔ صاحب مفتاح اس کی تعریف میں رقمطراز ہیں کہ:

''علم قیافة الاثر و یسمی علم العیافةوهو علم باحث عن تتبع آثار الاقدام و الاخفاف والحوافر فی الطرق القابلة للاثر وهی التی تکون تربة حرة تتشکل بشکل القدم و نفع هذا العلم بین اذ القائف یجد بهذا العلم الخراب من الناس والضوال من الحیوان بتتبع اثارها و قوامها بقوة الباصرة و قوة الخیال و الحافظة حتی سمعت بعض من اعتنی بهذا العلم انهم یفرقون بین اثر قدم الرجل واثر قدم المرأة و بین اثر قدم الشیخ والشاب والله اعلم بالصواب''[1]

''علم قیافۃ الاثر جسے علم القیافۃ بھی کہا جاتا ہے، یہ ایسا علم ہے جس میں انسانوں اور

(۱) [مفتاح السعادة، (ج۱/ص ۳۲۸)]

جانوروں کے قدموں کے نشانات کا کھوج لگایا جاتا ہے بشرطیکہ وہ ایسی جگہ پر ہوں جہاں ان کے قدموں کی شکل زمین پر ثبت ہو سکتی ہو۔ اس علم کا فائدہ بالکل ظاہر ہے کہ اس کے ذریعہ قیافہ دان، بھاگنے والے لوگوں اور گمشدہ جانوروں کے پاؤں کے نشانات اور اثرات کو اپنی قوت باصرہ و حافظہ کے ذریعے پہچانتے ہوئے ان کا سراغ لگا لیتا ہے حتیٰ کہ میں نے اس علم کی واقفیت رکھنے بعض لوگوں سے سنا ہے کہ وہ آدمی، عورت، بوڑھے اور جوان شخص کے قدموں کے نشانات میں فرق کر کے یہ بتا سکتے ہیں کہ یہ ان میں سے کس کے پاؤں کا نشان ہے"۔ واللہ اعلم بالصواب!

نواب صدیق خان قنوجیؒ سے بھی یہی چیز منقول ہے البتہ انہوں نے المصباح اور القاموس کے حوالے سے عیافہ کی ایک اور تعریف ذکر کی ہے کہ

"ان العیافة هی زجر الطیر"(۱)

"شگون لینے کے لئے پرندوں کو اڑانا 'عیافہ' کہلاتا ہے"۔

اسی طرح ابن اثیر اور ابن منظور نے بھی عیافہ کی یہ مؤخر الذکر تعریف پیش کی ہے کہ

"العیافة......زجر الطیر و التفاؤل باسمائها واصواتها وممرها وهو من عادة العرب کثیرا"(۲)

"عیافہ یہ ہے کہ شگون لینے کے لئے پرندوں کو اڑانا اور ان کے ناموں، آوازوں اور گزرنے سے فال لینا اور یہ اکثر اہل عرب کی عادت تھی"۔

علاوہ ازیں بعض احادیث میں بھی عیافہ کی یہی مؤخر الذکر تعریف ملتی ہے مثلاً ایک حدیث میں حضور اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ

"العیافة والطیرة والطرق من الجبت"(۳)

---

(۱)[(ابجد العلوم، ۲/ ۳۸۵)] (۲)[(النهایة، ۳/ ۳۳۰)(لسان العرب، ۹/ ۲۶۱)]

(۳)[ابوداود: کتاب الطب" باب فی الخط وزجر الطیر (۳۹۰۵) ابن حبان (۶۱۳۱)]

''پرندوں کو اڑانا اور خط وغیرہ کھینچ کر شگون لینا شرکیہ کام ہے''۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ 'عیافہ' کی بھی دو قسمیں ہیں یا دو الگ الگ تعریفیں ہیں جن میں سے ایک کا تعلق فال اور بدشگونی سے جبکہ دوسری کا تعلق قیافہ سے ہے اور ہم یہاں قیافہ ہی کو مدِ نظر رکھیں گے۔

قائف (قیافہ شناس) کون؟

ابن اثیرؒ قائف کی تعریف میں رقمطراز ہیں کہ

''الذی یتتبع الاثار و یعرفھا و یعرف شبه الرجل باخیه و ابیه''[۱]

''قائف وہ ہے جو نشانات تلاش کرتا ہے اور آدمی کی اس کے باپ اور بھائی سے مشابہت کی پہچان کرتا ہے''۔

امام جرجانی فرماتے ہیں کہ

''القائف ھو الذی یعرف النسب بفراسته و نظرہ الی اعضاء المولود''[۲]

''قائف وہ شخص ہے جو اپنی فراست اور نومولود کے اعضاء کا جائزہ لیتے ہوئے نسب کو پہچانتا ہے''۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ

''القائف ھو الذی یعرف الشبه و یمیز الاثر سمی بذلک لانه یقفوا الاشیاء ای یتبعھا''[۳]

''قائف وہ شخص ہے جو مشابہت و مماثلت کو پہچانتا ہے اور نشانات کو نمایاں کرتا ہے اور اسے قائف اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ چیزوں کا خود کھوج لگاتا ہے''۔

---

(۱)[(النھایة،۴/۱۲۱)] (۲)[(التعریفات،ص۱۷۱)]

(۳)[(فتح الباری، ج۱۲/ص۵۷)]

گزشتہ تعریفات کا ملخص:

گزشتہ تعریفات کا ملخص یہ ہے:

1. قیافہ کی دو قسمیں ہیں یعنی قیافۃ البشر اور قیافۃ الاثر
2. قیافۃ البشر میں ظاہری مشابہت اور جسمانی خدوخال کی مناسبت سے یہ فیصلہ کیا جاتا ہے کہ یہ بچہ کس شخص کا ہے۔ (ایسا اس وقت ہوتا ہے جب کسی بچے کا نسب مشکوک ہو جائے یا کسی بچے پر ایک سے زیادہ شخص باپ ہونے یا پھر اس کے باپ نہ ہونے کا دعویٰ کریں جبکہ یہ بات بھی قطعی ہو کہ بچہ انہی میں سے کسی ایک کا ہے، ایسے مشتبہ معاملہ میں 'قیافۃ البشر' کا ماہر فیصلہ کرتا ہے۔)
3. قیافۃ الاثر میں گمشدہ جانوروں یا مجرموں کے پاؤں کے نشانات یا جائے حادثہ کا جائزہ لیتے ہوئے مختلف آثار و نشانات کی مدد سے مطلوب تک رسائی حاصل کی جاتی ہے۔
4. قیافۃ الاثر کو 'عیافۃ' بھی کہا جاتا ہے جبکہ عیافہ اس کے علاوہ دوسری تعریف کے مطابق بدشگونی کے مترادف ہے۔
5. 'قیافۃ البشر' کا تعلق اثبات نسب سے ہے جبکہ 'قیافۃ الاثر' کا تعلق اثبات جرم یا اثبات دعویٰ سے ہے۔
6. 'قیافۃ البشر' کے ماہر (قیافہ شناس) کے لئے ضروری نہیں کہ وہ قیافۃ الاثر کا بھی ماہر ہو اور اسی طرح قیافۃ الاثر کے ماہر (کھوجی) کے لئے بھی یہ ضروری نہیں کہ وہ قیافۃ البشر کی بھی واقفیت رکھتا ہو۔
7. بالعموم قیافہ شناس سے 'قیافۃ البشر' کا ماہر مراد ہوتا ہے۔

8. قیافۃ الاثر کے ماہر کو عموماً 'کھوجی' (Investigator) کہا جاتا ہے۔
9. قیافۃ البشر تعلیم و تعلم کی بجائے خداداد صلاحیت پر موقوف ہوتا ہے۔
10. قیافۃ الاثر قدرے تعلیم و تعلم اور فہم و فراست پر موقوف ہے اسی لئے فوج اور پولیس میں اس کے منظم شعبے قائم کئے جاتے ہیں۔

قیافہ شناسی کی شرعی حیثیت:

شرعی نکتہ نظر سے اگر جائزہ لیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ قیافہ شناسی جائز ہی نہیں بلکہ بعض حالات میں ناگزیر صورت اختیار کر جاتی ہے اور بالعموم قاضیوں (ججوں) کو اس سے ضرور واسطہ پڑتا ہے گو وہ خود قیافہ شناسی میں ماہر نہ ہوں لیکن کسی مشتبہ معاملہ میں جہاں قیافہ شناسی ہی صورتحال کو واضح کر سکتی ہو وہاں کسی ماہر قیافہ شناس سے مدد لینا بہرحال مشروع (جائز) ہے۔

فقہاء نے اس سلسلہ میں اس طرح کی مثالیں ذکر کی ہیں کہ اگر کسی باندی (لونڈی) سے دو شخصوں نے ایک ہی طہر میں وطی کی ہو اور اسی طہر میں حمل ٹھہرا ہو تو اب اس کا بچہ دونوں شخصوں میں سے کس کی طرف منسوب کیا جائے گا؟ یا کسی معتدہ سے کوئی شخص شادی کر لے جبکہ اسے اس سے پہلے یا بعد میں حیض نہ آئے تو اب اس سے پیدا ہونے والا بچہ پہلے خاوند کی طرف منسوب ہوگا یا دوسرے کی طرف؟ یا کہیں سے گمشدہ بچہ ملے اور دو آدمی اس پر مدعی ہوں جبکہ دونوں میں سے کسی ایک کے پاس بھی اپنے حق میں کوئی دلیل نہ ہو یا دونوں کے پاس برابر کے دلائل ہوں تو ایسی صورت میں کس مدعی کے حق میں فیصلہ کیا جائے گا؟

مذکورہ صورتیں اثبات نسب سے تعلق رکھتی ہیں لیکن اسی طرح کی بعض پیچیدہ صورتیں دیگر دیوانی اور فوجداری جرائم میں بھی پیدا ہو اتی ہیں۔ ایسی تمام صورتوں میں ماہر قیافہ

شناس کی بات اور فیصلہ قابل اعتبار ہوگا۔ اگرچہ فقہائے احناف اثبات نسب میں قیافہ شناس کے قول کو حجت تسلیم نہیں کرتے کیونکہ مذکورہ صورت میں قیافہ شناس کا فیصلہ 'شبہ' کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ (۱)

جبکہ ائمہ ثلاثہ، جمہور فقہاء و محدثین ان صورتوں میں بھی قائف (قیافہ دان) کے قول کو حجت تسلیم کرتے ہیں بشرطیکہ ان صورتوں میں کوئی معارض یا مانع نہ ہو۔ (۲)

یاد رہے کہ فقہاء کا مذکورہ اختلاف 'قیافۃ البشر' سے تعلق رکھتا ہے اس لئے کہ 'قیافۃ البشر' کا دائرہ کار اثبات نسب سے ہے اور یہاں اثبات نسب ہی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے البتہ 'قیافۃ الاثر' کے معتبر و مشروع ہونے میں فقہاء میں اختلاف نہیں پایا جاتا اور یہی وجہ ہے کہ مجرموں تک رسائی پانے اور ان کا سراغ لگانے کے لئے کھوجی آدمیوں، کھوجی کتوں، کھوجی مشینوں (جدید آلات) اور ذہین و فطین لوگوں کی فہم و فراست اور گہری بصیرت سے استفادے کو جائز ہی نہیں بلکہ فرض کفایہ بھی کہا گیا ہے۔ بہرصورت عملی طور پر اس کے جواز میں فقہاء کا اختلاف نہیں ہے جیسا کہ آئندہ تفصیلی دلائل سے معلوم ہوگا۔

ذیل میں ہم اس بحث کو تین حصوں میں تقسیم کر رہے ہیں یعنی

1. اثبات نسب میں قیافۃ البشر کی شرعی حیثیت
2. فوجداری جرائم میں قیافۃ الاثر کی شرعی حیثیت
3. دیوانی مقدمات میں قیافۃ الاثر کی شرعی حیثیت

---

(۱) [المبسوط للسرخسی، ۱۷/۷۰) (بدایۃ المجتہد، ۲/۶۴۰) (شرح معانی الآثار، ۳/۱۱۶) (بدائع الصنائع، ۶/۲۴۲)]

(۲) [تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو بدایۃ المجتہد (۲/۶۳۹) المغنی لابن قدامہ (۸/۶۷۲ تا ۶۷۴) الفروق للقرافی (۴/۹۹) مواہب الجلیل (۵/۲۴۷) الاشباہ والنظائر للسیوطی (۴۱۹) مغنی المحتاج (۴/۸۸) نہایۃ المحتاج (۸/۳۷۵) المبدع (۵/۳۱۰) الفتاوی الکبری لابن تیمیہ (۴/۵۸۷) الطرق الحکمیہ، نیل الاوطار (۴/۳۷۲) سبل السلام (۴/۱۳۷) فتح الباری (۱۲/۵۷)]

❶ اثبات نسب میں قیافۃ البشر کی شرعی حیثیت

پہلی مثال:

عن عائشة قالت: دخل علي رسول الله ﷺ ذات يوم وهو مسرور فقال يا عائشة! "الم ترى ان مجززا المدلجي دخل علي فرأى اسامة و زيدا و عليهما قطيفة قد غطيا رؤسهما و بدت اقدامهما فقال: ان هذه الاقدام بعضها من بعض (۱)

''حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ ان کے پاس ایک دن تشریف لائے اور آپ ﷺ بہت خوش تھے اور فرمانے لگے عائشہؓ! کیا تم نے دیکھا نہیں کہ مجزز مدلجی آیا اور اس نے اسامہ اور زید کو دیکھا، دونوں کے جسموں پر ایک چادر تھی جس سے ان کے سر ڈھکے ہوئے تھے اور پاؤں کھلے تھے تو اس نے کہا کہ یہ پاؤں ایک دوسرے سے تعلق رکھتے ہیں''۔

مجزز مدلجی آنحضرت ﷺ کے دور کا ایک مشہور قیافہ شناس تھا اور اس نے حضرت زیدؓ اور ان کے بیٹے حضرت اسامہؓ کے صرف پاؤں دیکھ کر پہچان لیا کہ یہ باپ بیٹا ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ:

"فسر بذلك النبي و اعجبه" (۲)

''حضور نبی اکرم ﷺ کو قیافہ شناس کی یہ پہچان بڑی پسند آئی اور آپ ﷺ اس کی بات سے خوش ہوئے''۔

---

(۱) [بخاری، کتاب الفرائض، باب القائف، ۶۷۷۱) (مسلم، ۱۴۵۹) (ابوداود، ۲۲۶۷) (جامع الترمذی، ۹:۱۲) (سنن نسائی، ۶/۱۸۴) (سنن ابن ماجہ، ۲۳۴۹) (احمد، ۶/۲۲۶) (البیہقی، ۱۰/۲۶۲) (دار قطنی، ۴/۲۴۰)]

(۲) [(بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب مناقب زید بن حارثہ، ۳۷۳۱)]

حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کی شرح میں رقمطراز ہیں کہ

"انهم كانوا في الجاهلية يقدحون في نسب اسامة لانه كان اسود شديد السواد و كان ابوه زيد ابيض من القطن فلما قال القائف ماقال مع اختلاف اللون سر النبي ﷺ بذلك لكونه كافا لهم عن الطعن فيه لاعتقادهم ذلك"(۱)

"دور جاہلیت میں کفار و مشرک حضرت اسامہؓ کے نسب میں شک کرتے تھے کیونکہ ان کا رنگ نہایت سیاہ تھا جبکہ ان کے والد حضرت زیدؓ روئی سے زیادہ سفید تھے۔ (تو لوگوں نے از راہِ تشکیک یہ کہنا شروع کر دیا کہ اسامہ زید کا بیٹا نہیں ہو سکتا) لیکن جب قیافہ شناس (مجزز مدلجی) نے (باپ بیٹا دونوں کے محض پاؤں کی مشابہت سے) تصدیق کر دی کہ یہ نسب صحیح ہے حالانکہ باپ بیٹے کے رنگوں میں اختلاف تھا تو اس کی اس بات سے حضور نبی کریم ﷺ بہت خوش ہوئے کیونکہ مشرکین کو اس طعن و الزام سے اس قیافہ شناس کی پیش گوئی (خبر) روکنے کے لئے کافی تھی اس لئے کہ وہ لوگ قیافہ شناس کی باتوں پر یقین رکھتے تھے"۔

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کفار و مشرکین تو قیافہ شناسوں کو حجت سمجھتے تھے لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے اس قیافہ شناس کو کیسے حجت سمجھا؟ حافظ ابن حجرؒ، امام بخاریؒ کے حوالے سے اس سوال کے جواب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

"وجه ادخال هذا الحديث في كتاب الفرائض الرد على من زعم ان القائف لا يعتبر قوله فانه من اعتبر قوله فعمل به لزم منه حصول التوارث بين الملحق و الملحق به"(۲)

(۱)[(فتح الباری،۱۲/ ۵۷)]

(۲)[(فتح الباری ایضاً)]

''یعنی امام بخاریؒ نے اس حدیث کو 'کتاب الفرائض' میں اس لئے بیان فرمایا ہے تاکہ ان لوگوں کی تردید ہو جائے جو قیافہ دان کو معتبر و حجت نہیں سمجھتے اور یہ بھی واضح ہو جائے کہ جو قیافہ شناس کے قول کو حجت و سند تسلیم کر کے اس کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں تو اس (فیصلے) سے بچے اور باپ کے مابین وراثت کے احکام جاری ہوں گے''۔

مذکورہ روایت کے حوالہ سے امام خطابیؒ فرماتے ہیں کہ

''فی هذا الحديث دليل على ثبوت العمل بالقافة وصحة الحكم بقولهم في الحاق الولد و ذلك لان رسول الله لايظهر السرور الا بما هو حق عنده'' (1)

''یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ قیافہ شناسوں کی بات پر عمل کیا جائے گا اور ان کے کہنے پر بچے کا نسب ملانے کا فیصلہ صحیح ہوگا کیونکہ اللہ کے رسول صرف اسی بات پر خوشی کا اظہار کر سکتے ہیں جو آپ ﷺ کے نزدیک حق ہو''۔

صاحب 'مفتاح السعادة' فرماتے ہیں کہ

''امام شافعیؒ کا کہنا ہے کہ اگر قیافہ شناس کی بات حجت نہ ہوتی تو آنحضرت ﷺ اس پر مسرور نہ ہوتے جبکہ امام ابوحنیفہؒ کا کہنا کہ اللہ کے رسول ﷺ قیافہ شناس کی بات پر اس لئے خوش ہوئے تھے کہ اس سے مشرکین کا الزام رفع ہو جائے گا کیونکہ مشرکین کے ہاں قیافہ شناس کی بات حجت تھی اور آپ ﷺ اس لئے خوش نہیں ہوئے کہ فی الواقع قیافہ شناس کی بات شرعی حجت ہے۔'' (2)

دوسری مثال:

صحیح البخاری (3) وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ ھلال بن امیہؓ

(1)[(معالم السنن،۳/۲۷۵)] (2)[مفتاح السعادۃ (ج ا ص ۳۳۰)]

(3)[(کتاب التفسیر باب قولہ ویدرأ عنھا العذاب،۴۷۴۷،احمد،۱/۲۳۸)]

نے حضور نبی کریم ﷺ کی عدالت میں اپنی بیوی پر شریک بن سحماء کے ساتھ (زنا کرنے کی) تہمت لگائی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ

"گواہ لاؤ ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد لگائی جائے گی"۔

انہوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ! ایک شخص اپنی بیوی کو غیر کے ساتھ مبتلا دیکھے پھر ایسی حالت میں گواہ تلاش کرنے جائے گا؟ لیکن آنحضرت ﷺ یہی فرماتے تھے کہ "گواہ لاؤ وگرنہ تمہاری پیٹھ پر حد جاری کی جائے گی"۔ اس پر ھلال نے کہا کہ

"قسم اس ذات کی جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا ہے، میں اپنی بات میں سچا ہوں اور اللہ تعالیٰ ضرور اس کے بارے میں کوئی ایسی وحی نازل فرمائیں گے جو مجھے حد سے بچا لے گی"۔

پھر حضرت جبریل علیہ السلام حضور اکرم ﷺ پر وحی لے کر حاضر ہوئے یعنی والذین یرمون ازواجھم سے لے کر ان کان من الصادقین تک آیات نازل ہوئیں (جن میں لعان کا حکم ہے)۔ نزول وحی کا سلسلہ ختم ہوا تو آنحضرت ﷺ نے آدمی بھیج کر ھلال اور اس کی بیوی کو بلوایا۔ ھلال نے لعان کی قسمیں کھائیں۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بخوبی جانتے ہیں کہ تم میں ایک ضرور جھوٹا ہے تو کیا وہ توبہ کے لئے تیار ہے؟ پھر عورت کھڑی ہوئی اور اس نے بھی اپنے حق میں قسمیں کھائیں جب وہ پانچویں قسم (کہ اگر میں جھوٹی ہوئی تو مجھ پر اللہ کا عذاب نازل ہو) کھانے لگی تو لوگوں نے اسے روکنے کی کوشش کی اور کہا کہ (اگر تم جھوٹی ہو تو) اس سے تم پر اللہ کا عذاب ضرور نازل ہوگا۔

حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ اس پر وہ ہچکچائیں تو ہم نے سمجھا کہ وہ اپنا بیان واپس لے لے گی لیکن اس نے پانچویں قسم کھالی اور کہا کہ میں اپنی قوم کو زندگی بھر کے لئے رسوا نہیں کر سکتی۔ پھر آنحضرت ﷺ نے (لوگوں سے) فرمایا کہ دیکھنا اگر اس کا بچہ خوب سیاہ آنکھوں والا، بھاری سرین اور بھری ہوئی پنڈلیوں والا (پیدا) ہوا تو پھر وہ شریک بن

سحماء کا ہوگا۔ چنانچہ وہ بچہ اسی شکل وصورت کا پیدا ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اگر کتاب اللہ کا حکم نہ آچکا ہوتا تو میں ضرور اس عورت کو رجم کی سزا دیتا''۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ

لو لا الایمان لکان لی ولها شان (۱)

''یعنی اگر لعان نہ ہوتا تو میں اسے رجم کرتا۔''

ابن قدامہ حنبلیؒ فرماتے ہیں کہ

"لولا الایمان لکان لی ولها شان یدل علی انه لم یمنعه من العمل بالشبه الا الایمان فاذا انتفی المانع یجب العمل به لوجود فقضیه" (۲)

''لولا الایمان ۔۔۔ سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو 'شبہ' پر عمل کرنے سے صرف 'لعان' نے روکا ہے (اور اس سے معلوم ہوا کہ لعان ایک مانع ہے) لہٰذا جب مانع نہیں ہوگا تو شبہ کی بنیاد پر فیصلہ کرنا ضروری ہوگا کیونکہ وہ شبہ (اس فیصلے کا) متقاضی ہے''۔

امام شوکانیؒ اس روایت کے بعد رقمطراز ہیں کہ

"ومن الادلة المقوية للعمل بالقافة حديث الملاعنة المتقدم حيث اخبر بانها ان جاءت به على كذا فهو لفلان وان جاءت به على كذا فهو لفلان فان ذلك يدل على اعتبار المشاهدة ...... وفي ذلك اشعار بانه يعمل بقول القائف مع عدمها" (۳)

''قیافہ شناس کی بات کے حجت ہونے کے دلائل میں سے ایک قوی دلیل یہ لعان والی حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر اس عورت نے فلاں فلاں اوصاف کا

(۱)[(مسند احمد، ۱/۲۳۸، بیہقی، ۷/۳۹۴، ابوداؤد، ۲۲۵۶)]

(۲)[(المغنی لابن قدامہ، ۸/۳۷۳)]

(۳)[نیل الاوطار، (ج ۶: ص ۳۸۲، ۳۸۳)]

حامل بچہ جنم دیا تو وہ فلاں کا ہے۔ آپ ﷺ کی یہ بات مشابہت کے معتبر و حجت ہونے کی دلیل ہے۔ (چونکہ یہاں لعان مانع تھا اس لئے آپ ﷺ نے اسے قیافہ پر عمل نہ کیا) اس سے یہ معلوم ہوا کہ قیافہ دان کی بات اس وقت حجت تسلیم ہوگی جب کوئی مانع نہ ہو''۔

فقہائے احناف اس روایت سے اپنے موقف کی دلیل پکڑتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''لعان میں قائف کی طرف رجوع کا حکم نہیں دیا گیا۔ اس سے ملوم ہوتا ہے کہ اگر قائف کی بات حجت ہوتی تو بوقت شبہ اس کی طرف رجوع کرنا معتبر قرار پاتا''۔ (۱)

جبکہ دیگر فقہاء نے لعان کو مانع قرار دیا ہے اور مذکورہ روایت کے ان الفاظ ہی سے استدلال کیا ہے کہ

''لولا الایمان لکان لی ولها شان'' (۲)

''یعنی حضور نبی کریم ﷺ کے اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر 'لعان' نہ ہوتا تو آپ ضرور 'شبہ' (یعنی بچے کی زانی سے مشابہت) کی بنیاد پر فیصلہ فرماتے اس کے لئے قیافہ دان کی بات حجت ہوگی بشرطیکہ کوئی قوی مانع (لعان یا فراش وغیرہ) نہ ہو''۔ (۳)

تیسری مثال:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ

''عتبہ بن ابی وقاص (کافر) نے (مرنے سے پہلے) اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص (جو مسلمان ہو گئے تھے) کو وصیت کی تھی کہ ''زمعہ'' کی باندی کا بچہ میرا ہے اس لئے تم اسے اپنے قبضہ میں کر لینا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جس سال مکہ فتح ہوا سعد بن ابی وقاص نے اس لڑکے کو اٹھا لیا اور کہا کہ یہ میرے بھائی (عتبہ) کا بچہ ہے اور انہوں نے اس کے متعلق مجھے وصیت کی تھی جبکہ عبد بن زمعہ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ یہ میرے باپ کی لونڈی کا

(۱)[المبسوط، (ج ۱۷/ص ۱۰۷)] (۲)[(احمد، ۳/ ۱۴۲)]

(۳)[تفصیل کے لئے دیکھئے: المغنی لابن قدامہ، (۸/ ۳۷۱ تا ۳۷۴) نیل الاوطار، (۴/ ۳۸۲)]

لڑکا ہے اور میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ بالآخر دونوں حضرات یہ مقدمہ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے۔ حضرت سعدؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ میرے بھائی کا لڑکا ہے اور مجھے انہوں نے اس کے بارے میں وصیت کی تھی۔ پھر عبد بن زمعہ نے کہا کہ یہ (بچہ) میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی لونڈی کا لڑکا ہے اور یہ میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے (دونوں طرف سے بیان سننے کے بعد) فرمایا کہ اے عبد بن زمعہ! یہ لڑکا تمہارے پاس ہی رہے گا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''بچہ اسی کا ہوگا جس کے بستر پر پیدا ہو اور زانی کے لئے پتھروں کی سزا ہے''۔ پھر آپ ﷺ نے (عبد کی بہن حضرت سودہؓ (جو ایک لحاظ سے اب اس لڑکے کی بہن بنتی تھیں اور حضور نبی اکرم ﷺ کی بیوی بھی تھیں) سے فرمایا کہ ''اس لڑکے سے پردہ کرنا کیونکہ آپ ﷺ نے اس لڑکے میں عتبہ کی مشابہت محسوس کر لی تھی''۔ پھر (حضرت سودہؓ کے پردہ کرنے کی وجہ سے) اس لڑکے نے انہیں مرتے دم تک نہیں دیکھا''۔[1]

شارحین نے اس روایت میں مذکور واقعہ کی تفصیل اس طرح بیان کی ہے کہ

''عتبہ بن ابی وقاص، حضرت سعد بن ابی وقاص مشہور صحابی کا بھائی تھا۔ عتبہ اسلام کے شدید دشمنوں میں سے تھا اور کفر ہی پر اس کی موت واقع ہوئی۔ زمعہ نامی ایک شخص کی لونڈی سے اسی عتبہ نے زنا کیا اور وہ حاملہ ہوگئی۔ عتبہ جب مرنے لگا تو اس نے اپنے بھائی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو وصیت کی کہ زمعہ کی لونڈی کا حمل مجھ سے ہے لہٰذا اس کے پیٹ سے جو بچہ پیدا ہو اس کو تم اپنی تحویل میں لے لینا۔ چنانچہ زمعہ کی لونڈی کے بطن سے لڑکا پیدا ہوا اور وہ انہی کے ہاں پرورش پاتا رہا۔ جب مکہ فتح ہوا تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے چاہا کہ اپنے بھائی کی وصیت کے تحت اس بچہ کو اپنی پرورش میں لے لیں مگر زمعہ

(۱)[(بخاری، کتاب البیوع، باب تفسیر المشبہات: (۲۰۵۳)]

کا بیٹا عبد بن زمعہ کہنے لگا کہ یہ میرے والد کی لونڈی کا بچہ ہے اس لئے اس کا وارث میں ہوں۔ جب یہ مقدمہ عدالتِ نبوی ﷺ میں پیش ہوا تو آپ ﷺ نے قانون پیش فرمایا کہ

"الولد للفراش وللعاهر حجر"

''بچہ اسی کا گردانا جائے گا جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا ہے''۔ اگر چہ وہ کسی دوسرے فرد کے زنا کا نتیجہ ہے۔ اس فرد (زانی) کے حصہ میں شرعی حد سنگساری ہے۔ (اگر وہ شادی شدہ ہو وگرنہ سو کوڑے اور ایک سال جلا وطنی) اس قانون کے تحت حضور نبی اکرم ﷺ نے وہ بچہ عبد بن زمعہ ہی کو دے دیا مگر بچہ کی مشابہت عتبہ بن ابی وقاص ہی سے تھی۔ اس لئے اس شبہ کی بنیاد پر حضور ﷺ نے حضرت ام المؤمنین سودہؓ کو پردے کا حکم فرمایا۔ وہ زمعہ کی بیٹی ہونے کے ناطے بظاہر اس لڑکے کی بہن تھیں مگر لڑکا مشتبہ ہو گیا لہٰذا مناسب ہوا کہ وہ اس سے غیروں کی طرح پردہ کریں۔ حضرت امام بخاریؒ کے نزدیک سودہؓ کو پردہ کا حکم اس اشتباہ کی وجہ سے احتیاطاً دیا گیا تھا کہ باندی کے ناجائز تعلقات عتبہ سے تھے اور بچے میں اس کی مشابہت تھی''۔ (۱)

جن فقہاء نے 'شبہ' کی بنیاد پر قیافہ شناس کے قول کو حجت تسلیم نہیں کیا وہ اپنے موقف کی تائید میں درج بالا روایت پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر 'شبہ' کی بنیاد پر فیصلہ معتبر ہوتا تو آنحضرت ﷺ لازمی طور پر اس بچہ کو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے حوالہ کرتے کیونکہ ان کے بھائی عتبہ کی مشابہت بالکل نمایاں تھی لیکن اس کے برعکس آنحضرت ﷺ نے یہ بچہ عبد بن زمعہ کے حوالے کر دیا اور شبہ کو اہمیت نہیں دی۔

اس کے برعکس 'شبہ' کو معتبر و حجت تسلیم کرنے والے فقہاء بھی اسی روایت سے استدلال کرتے ہیں اور مذکورہ اعتراض کا یہ جواب دیتے ہیں کہ

"انما لم يعمل به في ابن زمعة لان الفراش اقوى و ترك العمل بالبينة

(۱) [بخاری، ترجمہ وتشریح از محمد داؤد راز، (ج ۳/ص ۲۷۴)]

لمعارضة ماهو اقوى منها لا يوجب الاعراض عنها اذا خلت عن المعارض".(۱)

''آپ ﷺ نے زمعہ کے بیٹے کے حوالے سے قیافہ شناسی پر اس لئے عمل نہیں کیا کہ (یہاں) فراش زیادہ قوی قرینہ ہے اور کسی قوی تر دلیل معارض کی وجہ سے دوسری دلیل کو چھوڑنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جب وہ معارض دلیل نہ ہو تب بھی اس کم تر قوی (متروکہ) دلیل پر عمل نہ کیا جائے (بلکہ اس وقت کم تر دلیل ہی حجت ہوگی)''

اس سے معلوم ہوا کہ بچہ جس شخص کے گھر اور بستر پر پیدا ہوا اور وہ شخص اس عورت کا جائز شوہر یا مالک (سید) ہو تو وہ بچہ اسی گھر اور بستر کے مالک کا ہوگا۔ گو اس عورت کے کسی غیر سے ناجائز تعلقات کی بنا پر بچے کی شکل وصورت حقیقی شوہر یا آقا کی بجائے اس زانی ہی سے کیوں نہ ملتی ہو اور قیافہ شناس بھی اس زانی کو ایسے بچے کا باپ قرار دے رہا ہو تب بھی اس بچہ کو صاحب فراش کی طرف منسوب کیا جائے گا البتہ زانی کو شرعی سزا دی جائے گی۔

مذکورہ صورت میں قیافہ شناس کی بات اس لئے حجت نہیں کہ شریعت نے 'فراش' کے قرینہ کو 'قیافہ شناسی' کے قرینہ سے زیادہ قوی بلکہ قانونی طور پر 'سند' قرار دیا ہے اس لئے ایسی صورت میں جبکہ ایک طرف صاحب فراش ہو اور دوسری طرف قیافہ شناس، تو قیافہ شناس پر صاحب فراش بہر صورت قابل ترجیح ہوگا۔ اسی لئے فقہائے ثلاثہ نے ایسی صورت میں 'فراش' کو 'لعان' کی طرح مانع قرار دیا ہے یعنی اگر یہ موانع نہ ہوں تو پھر قیافہ شناس کی بات ہی حجت ہوگی اور اگر ان میں سے کوئی مانع ہو تو پھر قیافہ شناس کی بات شرعی نکتہ نگاہ سے حجت تسلیم نہیں ہوگی۔

(۱) [المغنی، (ج۸/ص۳۷۳)]

حضرت عمرؓ اور قیافہ شناسی:

مختلف واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ خود بھی قیافہ شناس تھے اور بہت سے پیچیدہ مسائل میں دیگر ماہر قیافہ شناسوں کی خدمات بھی حاصل کیا کرتے تھے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ

"وقد اخرج یزید بن ھارون فی الفرائض بسند صحیح الی سعید بن المسیب ان عمر کان قائفا"(۱)

''یزید بن ھارون نے فرائض (کتاب) میں سعید بن میسب سے بسند صحیح روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ قیافہ دان تھے''۔

حافظ ابن قیمؒ عبدالرزاق کی سند سے بیان کرتے ہیں کہ

"ان عمر ابن الخطاب دعا القافة فی رجلین اشترکا فی الوقوع علی امرأة فی طھر واحد وادعیا ولدھا فالحقیقة القافة باحدھما"(۲)

''حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک ایسی عورت کے معاملہ میں قیافہ دان کو طلب کیا کہ جس عورت سے ایک ہی طہر میں دو آدمیوں نے وطی کی تھی اور وہ دونوں اس کے بچے کے مدعی تھے۔ چنانچہ قیافہ شناس نے ان دونوں میں سے ایک کے ساتھ بچے کو ملحق کردیا''۔

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ

"واسنادہ صحیح متصل"(۳)

''اس واقعہ کی سند صحیح و متصل ہے''۔

حضرت عمرؓ نے بہت سے واقعات میں قیافہ شناس کی رائے کے مطابق فیصلے کئے ہیں۔(۴)

---

(۱)[(فتح الباری،۱۲/ ۵۷)] (۲)[(الطرق الحکمیة،۲۵۴)] (۳)[(ایضاً)]

(۴)[تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، الطرق الحکمیة، (۲۵۳،۲۵۵) المؤطا، کتاب الاقضیة، باب القضاء بالحاق الولد بابیه (ارقام، ۲۲،۲۳،۲۴،۲۵)]

حتی کہ ابن قدامہ حنبلیؒ اس پر اجماع کا دعویٰ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

"وكان عمرؓ قضى به بحضرة الصحابة فلم ينكره منكر فكان اجماعا"

"چونکہ حضرت عمرؓ نے قیافہ شناس کے قول پر صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں فیصلہ کیا اور کسی نے ان پر انکار نہیں کیا اس لئے (قیافہ شناسی کے حجت ہونے) پر اجماع ہو گیا۔"(۱)

حافظ ابن قیمؒ کا فیصلہ:

موصوف قیافہ شناسی کی شرعی حیثیت کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ

"وقد دلت عليها سنة رسول الله ﷺ و عمل خلفائه الراشدين والصحابة من بعدهم منهم عمرؓ بن الخطاب و على بن ابى طالب و ابو موسى الاشعريؓ وابن عباسؓ و انس بن مالكؓ ولا مخالف لهم فى الصحابة و قال بها التابعين سعيد بن المسيب و عطاء بن ابى رباح والزهرى و اياس بن معاوية و قتادة و كعب بن سوار و من تابعي التابعين الليث بن سعد و مالك بن انس واصحابه وممن بعدهم الشافعى واصحابه واسحاق وابو ثور و اهل الظاهر كلهم و بالعملة فهذا قول جمهور الامة"(۲)

"قیافہ شناسی کے حجت ہونے پر اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی سنت بھی دلالت کرتی ہے اور خلفائے راشدین اور ان کے بعد دیگر صحابہؓ کا عمل بھی اس کا مؤید ہے۔ صحابہ کرامؓ میں سے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابو موسیٰ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت انس رضی اللہ عنہم اسے حجت گردانتے تھے اور کسی صحابی نے بھی ان کی اس بات پر مخالفت نہیں کی۔

(۱)[(المغنی،۸/۳۷۲)]
(۲)[(الطرق الحکمیۃ،۲۵۲)]

پھر تابعین میں سے سعید بن میتب، عطا، زھری، ایاس بن معاویہ، قتادۃ اور کعب بن سوار بھی اسی کے قائل تھے۔ پھر تبع تابعین میں سے لیث بن سعد، امام مالکؒ اور ان کے اصحاب اس کے قائل رہے اور ان کے بعد امام شافعیؒ اور ان کے اصحاب اور اسحاق، ابوثور اور تمام اہل ظاہر اس کے قائل تھے۔ بالاختصار جمہور (علمائے) امت کا یہی قول ہے''۔

❷ فوجداری جرائم میں قیافۃ الاثر کی شرعی حیثیت

قیافہ شناسی کی دوسری قسم قیافۃ الاثر ہے اور اس کی تعریف میں یہ وضاحت ہو چکی ہے کہ یہ ایک ایسا علم ہے جس میں جائے حادثہ پر پاؤں وغیرہ کے نشانات اور دیگر آثار و قرائن کی مدد سے مطلوب و مقصود تک رسائی حاصل کی جاتی ہے اس لئے اسے ''قیافۃ الاثر'' کہا جاتا ہے۔

کسی معاملہ کی گہرائی تک پہنچنے کے لئے آثار و قرائن کی اہمیت مسلمہ ہے لیکن یاد رہے کہ محض آثار و قرائن کی بنیاد پر ہر فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ قرائن، آثار، علامات، امارات و نشانات وغیرہ مجرم یا امر واقعہ کی معرفت و شناخت میں معاون ہوتے ہیں اس لئے انہیں حادثات و واقعات میں بنیادی طور پر 'معاون' ہی کی حیثیت حاصل ہوتی ہے البتہ اگر کوئی قرینہ قطعی و یقینی ہو یا آثار و قرائن کے بعد مجرم خود اعتراف جرم کر لے تو پھر ان آثار و قرائن کی بنیاد پر اسی طرح شرعی فیصلے کئے جائیں گے جس طرح ''عینی گواہوں'' کی بنیاد پر کئے جاتے ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ یہ فیصلے دیوانی مقدمات میں کئے جائیں گے جبکہ فوجداری مقدمات میں محض قرائن کی بنیاد پر حدود جاری کرنے سے اس وقت تک گریز کیا جائے گا جب تک کہ مجرم خود اعتراف گناہ نہ کر لے یا پھر عینی گواہ میسر آ جائیں۔

شریعت اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ ماہر اور ذہین و فطین کھوجیوں، قیافہ دانوں، عمر رسیدہ تجربہ کاروں حتیٰ کہ کھوجی کتوں اور دیگر جدید آلات سے مختلف حوادث میں استفادہ کیا جائے۔ درج ذیل دلائل و امثلہ سے اس کی توضیح کی جاتی ہے۔

پہلی دلیل:

قرآن مجید میں حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں مذکور ہے کہ ان کے بھائی انہیں کنویں میں پھینک آئے اور ان کی خون آلود قمیص لا کر اپنے باپ سے کہتے ہیں کہ

﴿قالوا يا أبانا انا ذهبنا نستبق وتركنا يوسف عند متاعنا فاكله الذئب وما انت بمؤمن لنا ولو كنا صادقين وجاؤوا على قميصه بدم كذب قال بل سولت لكم انفسكم امرا فصبر جميل والله المستعان على ما تصفون﴾ (یوسف،۱۷-۱۸)

"اور کہنے لگے کہ ابا جان! ہم تو آپس میں دوڑ میں لگ گئے اور یوسف کو ہم نے سامان کے پاس چھوڑ دیا پس اسے بھیڑیا کھا گیا، آپ تو ہماری بات نہیں مانیں گے، گو ہم بالکل سچے ہی ہیں اور وہ یوسف کے قمیص کو جھوٹ موٹ کے خون سے خون آلود بھی کر لائے تھے۔ باپ نے کہا یوں نہیں ہوا بلکہ تم نے اپنے جی سے ایک بات بنالی ہے لہٰذا صبر ہی بہتر ہے اور تمہاری بنائی ہوئی باتوں پر اللہ ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے"۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب اس خون آلود قمیص کا جائزہ لیا تو پتہ چلا کہ اس میں کوئی چیر پھاڑ کے نشان نہیں بلکہ سارا کرتہ صحیح سالم ہے حالانکہ یہ ایک بدیہی امر تھا کہ اگر بھیڑیئے نے یوسف علیہ السلام کو کھایا ہوتا تو قمیص بالا ولیٰ پھٹی ہوتی جبکہ قمیص کا سالم ہونا اس بات کا ثبوت بن گیا کہ یوسف علیہ السلام کو بھیڑیئے نے نہیں کھایا بلکہ اس کے بھائی جھوٹ بولتے ہیں۔ گویا اس علامت کی بنیاد پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ آثار و قرائن کی مدد سے حقائق کا سراغ لگایا جا سکتا ہے۔ امام

(۱)[(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، تفسیر قرطبی،۹/۱۵۰)(الاکیل فی استنباط التنزیل،۱۳۰)(احکام القرآن لابن العربی،۳/۱۰۶۵)]

قرطبیؒ رقمطراز ہیں کہ

''فقہاء نے 'قسامہ' وغیرہ جیسے فقہی مسائل میں اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے علامات وامارات کو معتبر قرار دیا ہے اور اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے قمیص کے صحیح سالم ہونے کی بنیاد پر اپنے دوسرے بیٹوں کے جھوٹا ہونے پر استدلال کیا''۔ (۱)

اسی طرح جب حضرت یوسف علیہ السلام پر عزیز مصر کی بیوی نے بدکاری کی تہمت لگائی تو قرائن وآثار کی بنیاد پر حضرت یوسف علیہ السلام کا صدق ثابت کیا گیا۔ (۲)

دوسری دلیل:

صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ عکل اور عرینہ (قبائل) کے کچھ لوگ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ آئے اور اسلام میں داخل ہو گئے پھر انہوں نے کہا: اے اللہ کے نبی ﷺ! ہم لوگ مویشی رکھتے تھے۔ کھیت وغیرہ ہمارے پاس نہیں تھے۔ (اس لئے ہم صرف دودھ پر گزارا کیا کرتے تھے) اور انہیں مدینہ کی آب و ہوا ناموافق آئی تو آنحضرت ﷺ نے کچھ اونٹ اور ایک چرواہا ان کے ساتھ کر دیا اور فرمایا:

''ان اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پیو۔ (تو تم صحت یاب ہو جاؤ گے)''

وہ لوگ (چراگاہ کی طرف) نکلے حتی کہ جب مقام حرہ کے قریب پہنچے تو اسلام سے پھر گئے اور حضور نبی کریم ﷺ کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو لے کر بھاگ نکلے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے ان کے پیچھے کچھ لوگوں کو دوڑایا (اور بالآخر یہ پکڑے گئے) آنحضرت ﷺ کے حکم سے ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں (کیونکہ انہوں نے بھی چرواہے کو اسی طرح قتل کیا تھا) اور انہیں حرہ کے کنارے پھینک دیا

(۱)[(تفسیر قرطبی، ۹/۱۵۰)]

[(دیکھئے سورۃ یوسف، ۲۵، ۲۸)]

گیا حتیٰ کہ وہ اسی حالت میں مر گئے"۔ (۱)

مذکورہ روایت میں یہ بات قابل غور ہے کہ آپ نے ان مجرموں کو پکڑنے کے لئے ان کے پیچھے کچھ لوگوں کو روانہ کیا جبکہ دیگر روایات میں ہے کہ

"وعنده شباب من الانصار قريب من عشرين فارسلهم اليهم وبعث معهم قائفا يقتص اثرهم"(۲)

"(جب آپ ﷺ کے پاس چرواہے کے قتل کی خبر پہنچی تو اس وقت) آپ ﷺ کے پاس تقریباً بیس (۲۰) انصاری نوجوان تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں ان (مجرموں) کے تعاقب میں روانہ کیا اور ان کے ساتھ ایک قیافہ شناس بھی روانہ کیا جو ان (مجرموں) کے قدموں کے نشان تلاش کرتا تھا"۔

سنن ابی داؤد میں ہے کہ

"فبعث رسول الله في طلبهم قافة فاتي بهم"(۳)

"اللہ کے رسول ﷺ نے ان مجرموں کے تعاقب میں چند قیافہ شناس (بھی) روانہ کئے اور بالآخر ان مجرموں کو گرفتار کر لیا گیا"۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مجرموں کی سراغ رسانی کے لئے قیافہ دانوں اور کھوجیوں کی خدمات حاصل کرنا مشروع ہے۔ حافظ ابن قیمؒ اس واقعہ کے بعد فرماتے ہیں کہ

"فدل علي اعتبار القافة والاعتماد عليها في الجملة فاستدل باثر الاقدام على المطلوبين"

(۱)[بخاری، کتاب المغازی، باب قصة عكل وعرينة، (۴۱۹۲) مسلم، کتاب القسامة والمحاربين، (۱۶۷۱) نسائی، (۴۰۳۶)]

(۲)[مسلم، کتاب القسامة باب حكم المحاربين والمرتدين، (۱۶۷، ۴۳۵۸)]

(۳)[سنن ابی داود، کتاب الحدود، باب ماجاء فی المحاربة، (۴۳۵۸)]

''حاصل کلام یہ ہے کہ اس واقعہ سے قیافہ دانوں کے معتبر و حجت ہونے اور ان پر اعتماد کرنے کی دلیل حاصل ہوتی ہے جیسا کہ قدموں کے نشانات سے مطلوبہ افراد پر استدلال کیا گیا ہے۔''(۱)

تیسری دلیل:

عہدِ فاروقی میں ایک مرتبہ ایک عورت کسی نوجوان انصاری پر فریفتہ ہو گئی اور اسے بدکاری کی دعوت دینے لگی مگر اس انصاری شخص نے اسے موقع نہ دیا تو اس عورت نے یہ حیلہ کیا کہ ایک انڈہ لیا اور اس کی زردی ضائع کر کے اس کی سفیدی اپنے کپڑوں اور رانوں کے درمیان گرا دی، پھر اسی حالت میں چیختی چلاتی حضرت عمرؓ کے پاس جا پہنچی اور کہنے لگی کہ فلاں شخص نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے اور یہ 'نشانات' اس کا بین ثبوت ہیں!!

حضرت عمرؓ نے دیگر عورتوں کو تحقیق کے لئے بلوایا۔ وہ عورتیں کہنے لگیں کہ ہاں اس کے جسم اور کپڑوں پر منی ہی کے نشانات ہیں۔ اب اس انصاری شخص کو گمان ہو گیا کہ حضرت عمرؓ مجھے سزا دیں گے، تو وہ فریاد رسی کرنے لگا کہ امیر المؤمنین! آپ میرے معاملہ میں توقف فرمائیں۔ اللہ کی قسم! میں نے نہ برائی کی ہے اور نہ ہی برائی کا ارادہ کیا بلکہ اس عورت نے مجھے ورغلانے کی کوشش کی تھی مگر میں گناہ پر آمادہ نہیں ہوا۔

حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے پوچھا: اے ابوالحسنؓ! اس معاملہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟ حضرت علیؓ نے کپڑوں کا جائزہ لیا، پھر گرم کھولتا ہوا پانی منگوایا اور کپڑے پر ڈالنے لگے۔ دریں اثنا وہ سفیدی (جسے منی سمجھا جا رہا تھا اچانک) جمنا شروع ہو گئی۔ پھر حضرت علیؓ نے اسے اتارا اور سونگھنے کے بعد اس کا ذائقہ چیک کیا تو انہیں معلوم ہو گیا کہ یہ انڈے کا ذائقہ ہے۔ پھر انہوں نے اس عورت کی زجر و توبیخ کی تو اس عورت نے اپنی تہمت کا اعتراف کر لیا''۔(۲)

---

(۱)[(الطرق الحکمیۃ،۲۵۴)]

(۲)[(الطرق الحکمیۃ،۵۶)]

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ "یہاں ظاہری علامات پر فیصلہ موقوف کیا گیا ہے اس لئے کہ منی کو آگ کی حرارت پگھلا کر مضمحل کر دیتی ہے جبکہ انڈے کی سفیدی اس حرارت سے جامد ہو جاتی ہے"۔ (ایضاً)

چوتھی دلیل:

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک نوجوان کی لاش لائی گئی جسے کسی نے قتل کر کے راستے میں پھینک دیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس معاملے میں کافی بھاگ دوڑ کی لیکن قاتلوں کا سراغ تک نہ ملا اور آپؓ پر یہ معاملہ بڑا مشکل ہو گیا۔ آپؓ نے دعا مانگی یا اللہ! مجھے اس کے قاتل تک پہنچنے میں کامیابی عطا فرما۔ پھر ایک سال کے بعد عین اسی جگہ ایک نومولود بچہ ملا جہاں سے مقتول ملا تھا۔ اس بچے کو حضرت عمرؓ کے پاس لایا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر اللہ نے چاہا تو اب میں مقتول کا سراغ لگانے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔

حضرت عمرؓ نے وہ بچہ ایک عورت کے سپرد کر دیا کہ وہ اس کی پرورش کرے اور بیت المال سے اس کا خرچہ کرے اور اسے سمجھا دیا کہ اگر کوئی شخص تم سے یہ بچہ منگوائے تو اسے پہچان لینا اور اگر کوئی عورت تم سے یہ بچہ حاصل کر کے اس سے (حد سے بڑھ کر) پیار کرے تو اس عورت کا پتہ مجھے بتا دینا۔ یہ بچہ اس عورت کے پاس پرورش پانے لگا حتیٰ کہ ایک لونڈی آئی اور اس عورت سے کہنے لگی کہ میری مالکہ نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ میں اس بچے کو تھوڑی دیر کے لئے اپنی مالکہ کے پاس لے جاؤں۔ پھر میں اسے تمہارے پاس واپس لے آؤں گی۔ اس عورت نے کہا کہ بالکل لے جاؤ لیکن میں بھی تمہارے ساتھ تمہاری مالکہ کے ہاں جاؤں گی۔ چنانچہ وہ عورت اس بچے کو لے کر اس باندی کے ساتھ اس کی مالکہ کے پاس چلے گئی۔

اس مالکہ نے جب اس بچے کو دیکھا تو اسے اپنے سینہ سے لگا لیا اور خوب پیار کرنے لگی اور معلوم ہوا کہ یہ کسی انصاری صحابی کی بیٹی ہے۔ پھر بچہ کی نگہداشت کرنے والی عورت

نے حضرت عمرؓ کو اس معاملے کی خبر دی تو حضرت عمرؓ نے اپنی تلوار پکڑی اور اس عورت (مالکہ) کے گھر جا پہنچے۔ اس مالکہ کا باپ گھر کے دروازے کے پاس آرام کر رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس کے باپ سے پوچھا کہ تمہاری فلاں بیٹی کیسی ہے؟ اس نے کہا: امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ اسے اجرِ کثیر سے نوازے وہ بڑی نیک، دیندار، صوم وصلوٰۃ کی پابند اور اللہ تعالیٰ اور والدین کے حقوق کا بڑا لحاظ رکھنے والی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ اسے مزید نیکی کی نصیحت کروں۔

اجازت پانے کے بعد حضرت عمرؓ نے اس عورت کو بالکل الگ کر لیا اور اپنی تلوار سونتے ہوئے کہا کہ "سچ سچ بات بتانا وگرنہ تمہاری گردن کاٹ دوں گا"۔ چونکہ حضرت عمر جھوٹ نہیں بولتے تھے اس لئے اس عورت نے کہا "بخدا! میں آپ کو سچ سچ بتا دیتی ہوں۔ دراصل ایک بڑھیا میرے پاس آیا جایا کرتی تھی جس نے مجھے اپنی بیٹی کا اور میں نے اسے ماں کا درجہ دے رکھا تھا۔ ایک مرتبہ وہ آ کر کہنے لگی کہ مجھے ایک سفر پر جانا ہے اور میری نوجوان بیٹی اکیلی ہے میں اسے تمہارے پاس چھوڑ کر جانا چاہتی ہوں تاوقتیکہ میں سفر سے واپس آ جاؤں۔ لیکن وہ لڑکی نہیں بلکہ نوخیز لڑکا تھا۔ البتہ اس کی چال ڈھال لڑکیوں جیسی تھی اور جب وہ میرے پاس چھوڑ گئی تو میں اسے لڑکی ہی سمجھتی رہی اور وہ بھی میرے ساتھ اسی طرح بات چیت کرتا جس طرح لڑکیاں آپس میں کرتی ہیں۔ ایک دن میں سوئی ہوئی تھی کہ اس نے میرے ساتھ مباشرت کر ڈالی، تو میں نے ایک چھری کے ساتھ اسے قتل کر کے وہاں پھینک ڈالا جہاں سے آپ کو وہ مقتول ملا تھا۔ پھر اس کی مباشرت سے یہ بچہ پیدا ہوا جسے میں نے اسی کے زانی باپ والی جگہ جا پھینکا۔ اللہ کی قسم! ان دونوں کا یہی معاملہ ہے"۔

حضرت عمرؓ نے ساری بات سن کر فرمایا کہ "تم نے واقعی سچ بولا ہے" اور پھر اسے کچھ نصیحت اور دعا فرما کر باہر تشریف لے آئے اور اس کے باپ سے کہنے لگے کہ "تمہاری بیٹی واقعی بہت نیک ہے" پھر حضرت عمرؓ واپس لوٹ آئے۔[1]

(۱) [(الطرق الحکمیۃ، ۳۳، ۳۴)]

③ دیوانی مقدمات میں قیافہ شناسی کی شرعی حیثیت

جس طرح فوجداری جرائم میں قیافہ دانوں اور کھوجیوں کی خدمات حاصل کرنا جائز و مشروع ہے اسی طرح دیوانی مقدمات میں بھی ان کی مدد سے فیصلہ کرنا مشروع ہے۔ اس سلسلہ میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ رقمطراز ہیں کہ

''جس طرح کسی گمشدہ چیز پر دو آدمی مدعی ہوں تو اس چیز کے صحیح اوصاف بتانے والے کے حق میں ہم فیصلہ دیں گے اور یہ قیافہ سے ملتی جلتی صورت ہے۔ اسی طرح اگر دو آدمی کسی پودے یا کھجور کے بارے میں جھگڑا کریں جبکہ وہ ان دونوں کے ہاتھ (قبضہ) میں ہو تو اس جھگڑے کا فیصلہ اہل خبرہ (یعنی کھوجی یا قیافہ شناس یا صاحب فہم وفراست) لوگ کریں گے۔ اسی طرح جیسے نسب کے جھگڑے میں قیافہ شناسوں کی طرف رجوع کیا جاتا ہے ویسے ہی دیگر مقدمات و معاملات میں ان کی طرف رجوع کیا جائے گا اور یہ اس وقت ہوگا جب مدعی برابر درجہ کے ہوں''۔ (۱)

اس سلسلہ میں جن شرعی دلائل کو پیش کیا جاتا ہے ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

پہلی دلیل:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے روایت ہے کہ جنگ بدر میں، میں صف میں کھڑا تھا کہ میں نے اپنے دائیں اور بائیں قبیلہ انصار کے دو نوعمر لڑکے کھڑے تھے۔ میں نے آرزو کی کہ کاش! میں ان سے زبردست (اور زیادہ) عمر والوں کے درمیان ہوتا۔ ایک لڑکے نے میری طرف اشارہ کیا اور پوچھا چچا جان! آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں! لیکن بیٹا تم لوگوں کو اس سے کیا سروکار؟ لڑکے نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کو گالیاں دیتا ہے۔ قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر وہ مجھے

---

(۱)[(الفتاویٰ الکبریٰ، (ج۵:ص۵۰۹)]

مل گیا تو اس وقت تک میں اس سے جدا نہیں ہوں گا جب تک کہ ہم میں سے کوئی ایک جس کی قسمت میں پہلے مرنا ہوگا مر نہ جائے۔ (عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ) مجھے اس پر بڑی حیرت ہوئی۔ پھر دوسرے لڑکے نے مجھے اشارہ کیا اور وہی باتیں اس نے بھی کہیں۔ ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے کہ مجھے ابوجہل دکھائی دیا جو لوگوں (کفار کے لشکر) میں گھومتا پھر رہا تھا۔ میں نے ان لڑکوں سے کہا کہ جس کے متعلق تم مجھ سے پوچھ رہے تھے، وہ سامنے (نظر آ رہا) ہے۔ دونوں نے اپنی تلواریں سونتیں اور اس پر جھپٹ پڑے اور حملہ کر کے اسے قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ ﷺ کو خبر دی۔ آنحضرت ﷺ نے پوچھا کہ "تم دونوں میں سے کس نے اسے مارا ہے؟" دونوں لڑکوں میں سے ہر ایک نے کہا کہ "میں نے اسے مارا ہے"۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ "تم نے اپنی تلواریں صاف کر لی ہیں؟" انہوں نے عرض کیا کہ "نہیں"۔ پھر آپ ﷺ نے ان دونوں کی تلواروں کو دیکھا اور فرمایا کہ "تم دونوں ہی نے اسے مارا ہے"۔ پھر آپ ﷺ نے اس (مقتول) کا سارا سامان معاذ بن عمرو بن جموع کو دے دیا۔ یہ دونوں نوجوان معاذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو بن جموع تھے"۔ (۱)

یہ ایک شرعی اصول ہے کہ مقتول کافر کا مالِ غنیمت اسے دیا جاتا ہے جس نے اسے قتل کیا ہو جیسا کہ حدیث نبوی ہے:

"من قتل قتيلا له عليه بينة فله سلبه" (۲)

"جس نے کسی کافر کو قتل کیا اور اس کا ثبوت بھی بہم پہنچا دیا تو اس مقتول کا مال اسی قاتل کو ملے گا"

اس لحاظ سے ابوجہل کا مال غنیمت ان دونوں نوجوانوں میں سے کسی ایک یا پھر

---

(۱) [(صحيح البخاري، كتاب فرض الخمس، باب من لم يخمس الاسلاب ومن قتل قتيلا فله سلبه۔۔۔۳۱۴۱)]

[بخاری، کتاب فرض الخمس (۳۱۴۲) مسلم، (۱۷۵۱) ابوداود، (۲۷۱۷) جامع الترمذی، (۱۵۶۲)]

دونوں کا حق قرار پاتا تھا۔ اب اس فیصلے کے لئے حضور نبی کریم ﷺ نے آثار و علامات کو بنیاد بناتے ہوئے ان دونوں کی تلواروں کا جائزہ لیا اور آپ ﷺ اس نتیجہ پہنچے کہ ان دونوں ہی نے ابوجہل کو قتل کیا ہے اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ

''کلا کما قتله''

''یعنی تم دونوں نے اس بدبخت کو مارا ہے''۔ (۱)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضرت معوذؓ و معاذؓ دونوں کی تلواروں پر لگے خون کے آثار سے آنحضرت ﷺ نے یہ فیصلہ کیا کہ دونوں نے اسے برابر قتل کیا ہے تو پھر مالِ غنیمت صرف ایک کو کیوں دیا بلکہ اسے دونوں میں برابر تقسیم کرنا چاہئے تھا؟

شارحین نے اس سوال کا ایک جواب تو یہ دیا ہے کہ

''معاذ بن عمرو نے چونکہ ابوجہل کو قتل کرنے میں زیادہ کام دکھایا تھا اس لئے اسے ہی آپ ﷺ نے مالِ غنیمت عنایت فرمایا جبکہ اس سے زیادہ بہتر جواب یہ ہے کہ مالِ غنیمت میں واقعی معوذ و معاذؓ دونوں کا حصہ بنتا تھا مگر آپ ﷺ نے صرف حضرت معاذؓ ہی کو مالِ غنیمت اس لئے دیا تھا کہ ''حضرت معوذ اس معرکے میں شہید ہو گئے تھے''۔ (۲)

دوسری دلیل:

ابراہیم بن مرزوق بصری بیان کرتے ہیں کہ

''دو آدمی حضرت ایاس بن معاویہ کے پاس آئے اور ان دونوں کا دو چادروں کے بارے میں جھگڑا تھا جن میں سے ایک چادر سرخ اور دوسری سبز تھی۔ ایک نے کہا کہ میں غسل کے لئے حوض میں داخل ہوا تو میں نے اپنی چادر (ایک طرف) رکھ دی۔ پھر یہ شخص آیا اور اس نے اپنی چادر میری چادر کے نیچے رکھ دی اور غسل کرنے لگا۔ پھر یہ مجھ سے پہلے

(۱)[(دیکھئے فتح الباری، ج۶:ص۲۴۸)]

[(فتح الباری، ۷:۲۹۶)]

فارغ ہو کر نکلا اور میری چادر اٹھا کر چلتا بنا جبکہ میں نے حوض سے نکل کر اس کا تعاقب کیا تو یہ کہنے لگا کہ یہ میری چادر ہے۔ ایاس نے اس سے پوچھا کہ تیرے پاس کوئی دلیل ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ تو ایاس نے کہا ایک کنگھی لاؤ۔ کنگھی لائی گی اور یکے بعد دیگرے دونوں کے سروں پر کنگھی کی گئی تو ایک کے سر سے سرخ اون جبکہ دوسرے کے سر سے سبز اون نکلی تو حضرت ایاسؒ نے اس شخص کو سرخ چادر دے دی جس کے سر سے سرخ اون نکلی تھی جبکہ دوسرے کو سبز چادر دی جس کے سر سے سبز اون نکلی تھی''۔(۱)

علم قیافہ کی بعض ناجائز اور ممنوع صورتیں

علم قیافہ کے حوالہ سے گزشتہ صفحات میں کی جانے والی بحث نہایت دقیق اور پیچیدہ سی ہے۔ اگرچہ راقم نے اپنی طرف سے نہایت عرق ریزی کے بعد اسے آسان تر اور باحوالہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ بہت سے 'عامل' حضرات قیافہ شناسی کی بعض جائز صورتوں کی آڑ میں لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور اس میں بہت سی ناجائز اور ممنوع چیزوں کی آمیزش کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے صحیح اور غلط کی پہچان نہایت مشکل ہو کر رہ جاتی ہے لہٰذا میں نے اس کی تمام جائز صورتوں کو ایک جامع اختصار کے ساتھ رقم کر دیا ہے جسے غور سے پڑھ لینے کے بعد قارئین خود ہی یہ فیصلہ کر سکیں کہ اس کے علاوہ عاملوں، نجومیوں اور کاہنوں وغیرہ کی طرف سے قیافہ شناسی کے نام سے پیش کی جانے والی معلومات کذب وافتراء کا ملغوبہ ہے اور ان کی کوئی حقیقت نہیں۔

یاد رہے کہ اس سلسلے میں کاہنوں (عاملوں) نے علم قیافہ کی دو قسمیں کر رکھی ہیں۔ ایک کا تعلق صرف چہرے کی شکل وصورت اور خدوخال پر موقوف کیا جاتا ہے جسے 'چہرہ شناسی' یا 'چہروں سے قسمت کا حال معلوم کرنا' بھی کہا جاتا ہے جبکہ دوسری صورت کا تعلق مجموعی طور

(۱)[(الطرق الحكمية،۳۸)]

پر انسان کے سارے جسم، قد، دبلے بدن، یا موٹاپے وغیرہ سے جوڑا جاتا ہے۔ چہرہ شناسی کے حوالے سے ان عاملوں اور کاہنوں کی درج ذیل باتوں کا کوئی اعتبار نہیں:

۱۔ جس شخص کے ناک، نتھنے اور ماتھا تقریباً برابر (چپٹا ہوا) ہو تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ کسی اچھے خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ عقلمند ہے، کھیل اور پڑھائی میں یکساں حصہ لیتا ہے، اس کی شادی اور پھر کئی بچے ہوں گے۔

۲۔ جس شخص کا ماتھا، ناک یا ٹھوڑی سے بہت چھوٹا ہو اور ناک چہرے کے درمیان تک چلی جائے تو وہ شخص خر دماغ، بے وقوف اور کاہل وجود ہوگا۔

۳۔ لمبی ناک، بہادری اور دلیری کی نشانی ہے۔

۴۔ چھوٹی ناک والے کو لوگ اہمیت نہیں دیتے۔

۵۔ چھوٹی آنکھیں بے غیرت اور ظالم ہونے کی علامت ہیں۔

۶۔ زیادہ جھکنے والی آنکھیں تنگ دل اور کمزور دل ہوتی ہیں۔

۷۔ چھوٹے کان والا انسان بہت اچھا رہتا ہے لیکن زیادہ چھوٹے کانوں والا بزدل، کمینہ ہوتا ہے۔

۸۔ لمبے کانوں والا اچھا انسان ہوتا ہے۔

۹۔ گہرے بھورے بال دلیری اور جرأت کا نشان ہیں۔

۱۰۔ لمبے بالوں والے مرد وزن عجیب طبیعت کے مالک اور ہوائی قلعے بنانے والے ہوتے ہیں۔ (۱)

مذکورہ بالا تمام باتیں فضول اور حقائق و واقعات کے برعکس ہیں۔ اسی طرح ان عاملوں نے پورے جسمانی خدوخال کی بنیاد پر کچھ پیشگوئیاں کر رکھی ہیں مثلاً

۱۔ جس شخص کا سر بڑا اور گول ہوتا ہے وہ اپنے ارادوں میں پختہ خیال ہوتا ہے اور

(۱) [(ماخوذ از اسرار عالم جنتری، ص ۳۰)]

وہ دیانتدار، نیک خصلت، صاحب مروت اور دولت مند ہوتا ہے۔

۲- جس آدمی کا سر بڑا اور لمبا ہوتا ہے وہ بے وقوف، کم عقل، کمزور اور حاسد ہوتا ہے۔

۳- فراخ پیشانی والا شخص صاحب علم و دانش ہوتا ہے۔

۴- ناہموار اور بے اعتدال پیشانی والا آدمی ہمیشہ رنج و مصیبت میں رہتا ہے۔

۵- جس شخص کا چہرہ زیادہ پر گوشت ہو تو وہ زندہ دل اور فیاض ہوتا ہے اور سب لوگ اس میں دلچسپی رکھتے اور ملتے ہیں۔

۶- جس شخص کی گردن پتلی ہو وہ دانا اور عقلمند ہوتا ہے۔

۷- موٹی گردن والا بد بخت ہوتا ہے۔

۸- جس شخص کے بازو لمبے ہوتے ہیں وہ بہادر اور جس کے بازو چھوٹے ہوں وہ ماتحت اور غلام ہوتا ہے۔

۹- جس کا دایاں ہاتھ بائیں سے لمبا ہو تو یہ بہادری کی نشانی ہے اور اس کے برعکس بزدلی کی علامت ہوتی ہے۔

۱۰- جس شخص کی آٹھ پسلیاں ہوں وہ صاحبِ سلطنت ہوتا ہے جس کی نو یا دس پسلیاں ہوں وہ فقیر اور درویش اور جس کی گیارہ پسلیاں ہو وہ زاہد و متقی اور جس کی بارہ پسلیاں ہوں وہ مصیبت زدہ اور تیرہ پسلیوں والا دولتمند اور چودہ پسلیوں والا بدکار اور بد اخلاق ہوتا ہے۔

یہ تمام علامتیں بھی اٹکل پچو اور اندازے ہیں جو سراسر حقائق و مشاہدات کے خلاف ہیں۔ اس لئے ان کا بھی کوئی اعتبار نہیں۔

اسی طرح تقریباً ہر انسان کے جسم پر کہیں نہ کہیں کالے رنگ کے چھوٹے چھوٹے نشان ہوتے ہیں جنہیں 'تل' کہا جاتا ہے۔ یہ تل انسانی ساخت میں شروع سے ایسے ہی

ہوتے ہیں جیسے بال اور مسام وغیرہ ہوتے ہیں جبکہ بعض احمق لوگوں نے انہیں بھی قسمت کا رازدان بنادیا ہے مثلاً کہا جاتا ہے کہ

۱۔ جس شخص کی داہنی کنپٹی پر تل ہوگا وہ بڑا دولتمند اور خوش قسمت ہوگا۔

۲۔ جس شخص کی پیشانی کے درمیان بالوں کے قریب تل ہوگا وہ تنگ مزاج ہوگا اور ایسی عورت صدموں اور مصیبتوں کا شکار رہتی ہے۔

۳۔ جس شخص کا تل سیاہ ہوگا وہ جھوٹا ہوگا اور جس کا تل سرخ ہوگا وہ بڑا صاحب بصیرت ہوگا۔

۴۔ جس شخص کے داہنے یا بائیں رخسار پر تل ہوگا وہ قسمت کے لحاظ سے درمیانے درجے کا ہوگا۔

۵۔ جس شخص کی گردن کے دونوں طرف تل ہو وہ پھانسی کی موت مریگا

صاف ظاہر ہے کہ یہ سب واہیات، بکواسات اور فضول اٹکل پچو ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں!!

باب 5

فہم وفراست اور کشف والہام کی حقیقت اور اس کا دائرہ کار

- فراست بذریعہ کرامت
- فراست بذریعہ مشاہدہ
- کشف والہام میں فرق
- اتقوا فراسۃ المؤمن...ایک جھوٹی روایت!
- فہم وفراست کی بنا پر شرعی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا!

فہم وفراست اور کشف والہام

بنیادی طور پر فراست سے مراد بصیرت و دانائی ہے۔ یہ دانائی مشاہدات و تجربات سے بھی حاصل ہو سکتی ہے اور تعلیم وتدریس سے بھی۔ علاوہ ازیں بعض لوگوں کو اللہ کی طرف سے یہ دانائی خصوصی طور پر بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ اس لحاظ سے اس مؤخر الذکر دانائی (فراست) کو کرامت بھی کہا جاتا ہے اور یہ چیز بعض اوقات حالت بیداری میں اور بعض اوقات خواب کے ذریعے ودیعت ہوتی ہے۔ اسی لئے اہل علم نے فراست کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک ومتقی لوگوں کے دلوں میں فراست ڈال دیتے ہیں جس سے وہ دوسرے لوگوں کے احوال و واقعات اس کرامت کی وجہ سے معلوم کر لیتے ہیں جبکہ فراست کی دوسری قسم وہ ہے جو تجربات، اور گہرے مشاہدات سے حاصل ہوتی ہے اور اس کے ذریعے مختلف احوال و واقعات تک رسائی ممکن ہو جاتی ہے۔ (1)

فراست بذریعہ کرامت

اس قسم میں لوگ افراط وتفریط کا شکار ہیں بعض حضرات تو اس صورت کا مطلق انکار کرنے والے ہیں کہ ایسا ممکن ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کے دل میں کوئی دانائی کی بات القا کریں اور اسے محال سمجھنے کی یہ وجہ ذکر کی جاتی ہے کہ یہ تو وحی کی صورت ہے اور وحی انبیاء و رسل کے لئے خاص ہے۔

(1) [(تفصیل کے ملاحظہ ہو، فیض القدیر، ج1: ص143) (تحفۃ الاحوذی، ج8: ص543)]

اس کے برعکس بعض صوفیاء نے فراست کا دائرہ اس قدر بڑھا دیا کہ (نعوذ باللہ) وہ انبیاء سے بھی گویا متجاوز نظر آتے ہیں مثلاً صاحب کشف المحجوب، (ص ۲۸۹) رقمطراز ہیں کہ

''جب اللہ کا دوست موجودات سے آنکھیں پھیر لیتا ہے تو لامحالہ دل سے اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیتا ہے''۔ گویا صوفیاء کے نزدیک چلہ کشی وخلوت نشینی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا باطنی دیدار فراست ہی کا کمال ہے بلکہ بعض صوفیاء کے بقول:

''جس شخص کے اندر یہ نور فراست جس قدر زیادہ ہوگا اس کا یہ مشاہدہ حق اتنا ہی قوی ہوگا''(۱)

امام غزالیؒ بھی اس سلسلہ میں غلو کا شکار ہوئے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں کہ

''قلب میں جو حقیقت عالم کی آتی ہے تو کبھی وہ حواس ہی سے آتی ہے اور کبھی لوح محفوظ سے آتی ہے جس طرح آنکھ میں سورج کی صورت، کبھی تو اس کی طرف دیکھنے سے آتی ہے اور کبھی بذریعہ پانی کے دیکھنے سے جس میں آفتاب کا عکس ہوتا ہے اور یہ عکس آفتاب کی صورت اصل ہی کے مشابہ ہوتا ہے۔ اس طرح جس دل کے سامنے سے حجاب دور ہو جاتا ہے تو لوح محفوظ کی چیزیں سوجھنے لگتی ہیں اور ان کا علم اس میں آ جاتا ہے۔ اس صورت میں جو اس کے استفادہ سے مستغنی ہوتا ہے۔

پھر (اللہ کے رسول ﷺ نے) ان لوگوں کی توصیف میں خداوندِ کریم کا یہ قول ارشاد فرمایا کہ پھر میں اپنے چہرے کو ایک طرف کر کے متوجہ ہوتا ہوں۔ تجھے معلوم ہے کہ کس کے سامنے میں اپنا چہرہ کرتا ہوں اور کوئی جانتا ہے کہ میں ان کو کیا دینا چاہتا ہوں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اول یہی عطا ہوتی ہے کہ ان کے دلوں میں روشنی ڈال دیتا ہوں تو وہ میرے حال سے خبر دینے لگتے ہیں جیسے میں ان کا حال کہتا ہوں اور مدخل ان خبروں کا دروازہ باطنی ہے''۔ (۲)

---

(۱) [(دیکھئے الرسالۃ القشیریۃ، ص ۶۳۹)]

(۲) [(احیاء العلوم، ۳: ۳۰)]

گویا امام غزالیؒ کے بقول صوفیاء اس فراست کے ذریعے لوحِ محفوظ کی چیزیں پڑھ کر لوگوں کو سنانے لگتے ہیں۔ (معاذ اللہ) حالانکہ یہ رسائی تو انبیاء کو بھی نصیب نہ ہوئی تھی جو فراست کی بنیاد پر صوفیاء کو نصیب ہوگئی!!

کشف والہام میں فرق

مذکورہ بالا دونوں صورتیں افراط وتفریط پر مبنی ہیں اور حق بات یہ ہے کہ فراست کی وہ صورت جو بطور کرامت حاصل ہوتی ہے اس میں کوئی شک نہیں لیکن اس کا دائرہ صرف اسی قدر ہے کہ بعض اوقات کوئی بات بذریعہ الہام انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کر دی جاتی ہے لیکن یاد رہے کہ اس کی بنیاد پر کوئی شرعی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا اور یہ الہام، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص انعام ہے جس کے لئے کسی مراقبے، مجاہدے، چلہ کشی، خلوت نشینی، ریاضت وغیرہ کی ضرورت نہیں بلکہ ان اعمال کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں اور نہ ہی صحابہ کرام ایسی بدنی ریاضتیں کیا کرتے تھے۔ لیکن صوفیا نے اس کے مقابلے میں کشف کی اصطلاح تیار کر رکھی ہے اور اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ چلہ کشی اور بدنی ریاضتوں کے ذریعے ایک مقام ایسا آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے دل پر حقائق منکشف کرنے لگتے ہیں اسے ہی یہ کشف سے تعبیر کرتے ہیں۔ حالانکہ صوفیا کے کشف اور اس الہام میں بڑا فرق ہے اور پھر یہ الہام من گھڑت ریاضتوں کا حاصل نہیں بلکہ یہ خدائی انعام ہے جو صرف انتہائی متقی، ایماندار اور فرائض کی مکمل بجا آوری کرنے والے ہی کو حاصل ہوتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور“ (النور: ۴۰)

”جس کو اللہ تعالیٰ نور (ہدایت) سے نہ نوازیں، اس کے لئے کوئی نور نہیں“

اتقوا فراسة المؤمن ۔۔۔ایک جھوٹی روایت!

فراست کے حوالے سے ایک روایت صوفیاء کے ہاں بڑی مشہور ہے کہ

"اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله"[1]

''مومن کی فراست سے بچو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے''۔

لیکن اس کی کوئی سند بھی ضعف سے خالی نہیں۔امام ابن جوزی ،ناصر الدین البانی ،ابن عدی وغیرہ نے اسے انتہائی کمزور روایت قرار دیا ہے۔

فراست بذریعہ مشاہدہ

فراست کی یہ دوسری قسم مسلم و غیر مسلم بلا استثناء کسی بھی ذہین و فطین کو حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ اس میں ظاہری احوال دیکھ کر کوئی بھی دانا شخص اپنے تجربہ کی بناء پر کوئی درست بات بیان کر سکتا ہے۔اس لئے اہل علم نے اس کی تعریف اس طرح کی ہے کہ

''یہ ایسا علم ہے جس کے ذریعے انسان کے ظاہری احوال مثلاً رنگ، شکل وصورت، اعضاء و جوارح اور چال ڈھال سے اس کا اخلاق و کردار وغیرہ معلوم کر لیا جاتا ہے یعنی ظاہری کیفیت سے اندازہ لگا کر باطنی کیفیت معلوم کر لی جاتی ہے''۔[2]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ

''جب کوئی شخص مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اس کے سوال سے اندازہ لگا لیتا ہوں کہ یہ فقیہ ہے یا غیر فقیہ!''۔[3]

---

(۱)[(جامع الترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ الحجر: ۳۱۲۷)(حلیۃ الاولیاء، ۱۰:۲۸۱)(الضعفاء للعقیلی، ۴:۱۲۹)(الموضوعات لابن جوزی، ۳:۱۴۵)(الکامل فی الضعفاء، ۱:۲۱۰)(تاریخ بغداد، ۷:۲۴۲)(ضعیف الجامع الصغیر، ۱۲۷)(المعجم الکبیر ۷۴۹۷)(مسند الشہاب، ۶۶۳)(مجمع الزوائد، ۱۰:۲۶۸)(المقاصد الحسنۃ، ۴۳)(السلسلۃ الضعیفۃ، ج۴:ص ۲۹۹، ۳۰۲)]

(۲)[(مفتاح دار السعادۃ، ۱:۳۰۹)(لسان العرب، ۶:۱۶۰)(تفسیر قرطبی، ۱۰:۴۱)]

(۳)[(تفسیر قرطبی، ایضا)]

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت انسؓ، عثمان بن عفانؓ کے پاس تشریف لائے اور جب وہ راستہ سے گزر کر آرہے تھے تو ان کی نظر کسی عورت پر جا پڑی تھی۔ حضرت عثمانؓ نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا کہ میرے پاس ایسا شخص آیا ہے جس کی آنکھوں میں زنا کا نشان ہے، تو حضرت انسؓ حیرانی سے بولے کیا اللہ کے رسول ﷺ کی وفات کے بعد بھی وحی آتی ہے؟ (یعنی یہ تو غیبی معاملہ ہے آپ کو کیسے معلوم ہوا؟) حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں:

''وحی تو نہیں آتی لیکن میری فہم و فراست نے یہ اندازہ لگایا ہے''۔ [(ایضاً)]

اسی طرح امام شافعیؒ اور امام محمد بن حسنؒ کے حوالہ سے کتابوں میں ایک واقعہ مذکور ہے کہ

''ایک مرتبہ دونوں حضرات خانہ کعبہ کے صحن میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آیا۔ اسے دیکھ کر ان دونوں حضرات میں سے ایک نے کہا کہ یہ بڑھئی معلوم ہوتا ہے جبکہ دوسرے صاحب نے کہا کہ یہ لوہار معلوم ہوتا ہے۔ اس مجلس میں بیٹھے ہوئے کچھ لوگ جلدی سے آنے والے شخص کے پاس گئے اور اس سے اس کے پیشے کے بارے میں سوال کیا تو اس نے جواب دیا کہ ''میں پہلے بڑھئی تھا اور اب لوہار کا کام کرتا ہوں''۔ [(ایضاً)]

فہم و فراست کی بنیاد پر شرعی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا!

مقدمات میں فہم و فراست کی بنیاد پر کوئی شرعی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا بلکہ فیصلے کے لئے مضبوط دلائل اور گواہ ضروری ہیں البتہ فہم و فراست سے مدد ضرور حاصل کی جا سکتی ہے۔ مفسر ابن العربی رقمطراز ہیں کہ

"لایترتب علیه حکم و لا یؤخذ به موسوم ولا متفرس"[1]

یعنی ''فہم و فراست کی بنیاد پر کوئی شرعی حکم اور فیصلہ لاگو نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی فراست کی بنیاد پر کسی شخص کو سزا دی جا سکتی ہے''۔

(۱) [(احکام القرآن، ج۳: ص۱۱۱۹)]

امام قرطبیؒ نے بھی ابن العربی کے اس فیصلے کو نقل کرنے کے بعد اس کی تائید فرمائی ہے۔(۱)

فقہائے اربعہ اور جمہور علماء کا بھی یہی موقف ہے کہ محض فہم وفراست کی بنیاد پر کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔

یہ بات بھی یاد رہے کہ بعض لوگ فہم وفراست، قرائن وعلامات اور وسیع علم وتجربہ کی بنیاد پر بعض پیشگوئیاں کرتے ہیں لیکن وہ غیبی علم کا دعویٰ ہرگز نہیں کرتے اور نہ ہی اپنی پیشگوئی کو قطعی قرار دیتے ہیں بلکہ ایک اندازے کا اظہار کرتے ہیں اور شرعی نکتہ نگاہ سے اس میں کوئی حرج نہیں۔

(۱)[(تفسیر قرطبی،۱۰: ۴۱)]

باب 6

بدشگونی، بدفالی اور نحوست

- بدشگونی کیا ہے؟ (علم الزجر والطیرۃ)
- دورِ جاہلیت میں بدشگونی کی مختلف صورتیں
- دورِ حاضر میں بدشگونی کی مختلف صورتیں
- بدشگونی حرام اور کفر ہے!
- بدشگونی کے خلاف صحابہ کے چند واقعات
- کسی چیز کا منحوس ہونا (گھر، عورت اور سواری!)

بدشگونی اور نحوست کیا ہے؟

بدشگونی، بدفالی، نامبارک اور نحوست مترادف الفاظ ہیں جبکہ فال، (نیک فالی، نیک شگونی) اصطلاحی طور پر ان کا متضاد ہے۔ عربی زبان میں بدشگونی کے لئے لفظ 'تطیر' استعمال ہوتا ہے۔ یہ 'طیر' (ط ی ر) سے مشتق ہے اور 'طیرا' (مصدر از ضرب) کا معنی ہے پرندے کا اڑنا۔ (۱)

چونکہ اہل عرب دورِ جاہلیت میں پرندوں کے دائیں یا بائیں جانب اڑنے پر اپنے سفر وغیرہ کا انحصار کرتے تھے یعنی اگر گھر سے بوقتِ روانگی یہ دیکھتے کہ اچانک کوئی پرندہ دائیں جانب کو اڑا ہے تو وہ اسے اپنے سفر کے لئے مبارک سمجھتے اور اس سے نیک شگون لیتے، لیکن اگر اس کے برعکس پرندہ بائیں جانب اڑتا ہوا دیکھ لیتے تو اس سے برا شگون لیتے اور اس روز سفر ترک کر دیتے۔ اگرچہ یہ توہم پرست اہل عرب اس دور میں دیگر بہت سی چیزوں سے بھی شگون لیتے تھے مگر ان کا شگون زیادہ تر پرندوں پر موقوف تھا اس لئے پرندوں کی مناسبت سے انہوں نے شگون کے لئے لفظ 'تطیر' کو استعمال کیا۔

بدشگونی کی اصطلاحی تعریف (علم الزجر و الطیرة!)

حافظ ابن حجرؒ اہل عرب کی بدشگونی کے حوالہ سے رقمطراز ہیں کہ

"واصل التطیر انهم کانوا فی الجاهلیة یعتمدون علی الطیر فاذا خرج احدهم لامر فان رای الطیر طار یمنة تیمن به واستمر وان راه طار یسرة تشاءم به ورجع و ربما کان احدهم الطیر لیتطیر فیعتمدها فجاء الشرع بالنهی عن ذلک" (۲)

(۱) [لسان العرب، قاموس، المنجد، النهایة، بذیل مادہ 'طیر'] (۲) [(فتح الباری، ۱۰:۲۱۳)]

''تطیر (بدشگونی) یہ ہے کہ دورِ جاہلیت میں لوگ پرندوں پر اعتماد کرتے اور جب ان میں سے کوئی شخص سفر کے لئے روانہ ہونے لگتا تو دیکھتا کہ اگر پرندہ اس کے دائیں جانب اڑا ہے تو وہ اسے اپنے لئے اچھا سمجھتے ہوئے اپنا سفر جاری رکھتا اور اگر وہ پرندے کو بائیں جانب اڑتے دیکھتا تو اس سے برا شگون لیتا اور سفر موقوف کر کے واپس لوٹ جاتا اور کبھی کبھار وہ اس مقصد کے لئے خود پرندے کو اڑا کر اپنی قسمت آزماتے کہ یہ دائیں پرواز کرتا ہے یا بائیں پھر شریعت نے اس عمل کو باطل قرار دے دیا''۔

احادیث میں اسی کو 'زجر الطیر' کہا گیا ہے یعنی پرندے کو اس مقصد کے لئے اڑانا کہ اگر وہ دائیں جانب اڑے تو اسے اپنے آئندہ کام میں اچھا سمجھا جائے اور اگر بائیں جانب اڑے تو اسے اپنے لئے برا سمجھا جائے حالانکہ یہ محض وہم اور وسوسہ ہے جس کا تقدیر سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر تقدیر میں اس سفر (یا کام) میں بھلائی اور نفع مقدر ہے تو وہ مل کر رہے گا اور اگر خدانخواستہ مصیبت یا نقصان مقدر ہے تو پھر (سوائے دعا کے) اسے کوئی چیز ٹال نہیں سکتی۔

صاحبِ مفتاح (طاش زائدہ کبریٰ) علم الطیرۃ (بدشگونی) کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

''یہ فال کی ضد ہے یعنی فال میں کسی کام کے کرنے کا شگون لیا جاتا ہے جبکہ اس میں کسی کام کے نہ کرنے کا شگون لیا جاتا ہے۔ یہ شگون اس طرح لیا جاتا ہے کہ کوئی شخص کسی ایسی بات کو دیکھتا یا سنتا ہے جو اسے ناپسند معلوم ہوتی ہے حالانکہ طبعی طور پر وہ ناپسندیدہ نہیں ہوتی اور جو چیزیں طبعی طور پر ناپسندیدہ ہوتی ہیں مثلاً لوہے کے کوٹنے کی آواز یا گدھے کی آواز (وغیرہ) انہیں ناپسند کرنا بدشگونی نہیں کہلاتا''۔ (1)

(1) [(مفتاح السعادۃ، 2: 328)]

دورِ جاہلیت میں بدشگونی کی مختلف صورتیں

اہل علم نے دورِ جاہلیت میں مروجہ اہل عرب کی بدشگونی کی بہت سی صورتیں ذکر کی ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ پرندوں کے دائیں جانب اڑنے سے اچھا شگون اور بائیں جانب اڑنے سے برا شگون لیا جاتا تھا۔ اس مقصد کے لئے بسا اوقات کنکر مار کر کسی پرندے کو اڑا کر دیکھا جاتا کہ یہ دائیں جانب پرواز کرتا ہے یا بائیں جانب تاکہ حسب شگون عمل کیا جاسکے۔

۲۔ پرندوں کے علاوہ بعض مخصوص جانوروں سے بھی شگون لیا جاتا مثلاً ہرن اگر دائیں جانب بھاگتا تو اسے اپنے سفر کے لئے اچھا سمجھتے اور اگر بائیں جانب بھاگتا تو اس سے برا شگون لیتے۔

۳۔ بعض لوگ مخصوص جانوروں اور پرندوں کی بولیوں سے برا شگون لیا کرتے جن میں کوا، الو، فاختہ، کتا، شیر وغیرہ نمایاں تھے۔

۴۔ بعض لوگ مختلف چیزوں کو منحوس سمجھتے اور ان سے اجتناب کی کوشش کرتے مثلاً ماہ صفر کو منحوس سمجھتے اور اس مہینے میں سفر نہ کرنے کا شگون لیتے۔

۵۔ بعض مخصوص دنوں، تاریخوں، جانوروں، سواریوں، مکانوں، جگہوں، انسانوں، قبیلوں اور عورتوں کو منحوس سمجھ کر بدشگونی لیتے۔

۶۔ بعض مخصوص پیشوں اور ہنروں کو منحوس سمجھ کر برا شگون لیتے اور اس پیشہ سے متعلقہ افراد سے ملاقات کو برا خیال کرتے۔

۷۔ بعض نام اور الفاظ بھی ان کے ہاں برے سمجھے جاتے اور انہیں کسی موقع پر

---

(۱)[سیرت ابن هشام (۴۴۲/۳) السنن الكبرى للبيهقى (۲۲۷/۹) مسند احمد (۳۲۵/۴)]

اچانک سن لینے پر براشگون لیتے مثلاً اگر لفظ 'سوسنۃ' (یہ سوس سے ہے جس کا معنی ہے اون یا لکڑی کھانے والا کیڑا) سنتے تو اس سے یہ براشگون لیتے کہ 'سوء یبقی سنة' اب ایک سال تک مصائب کا شکار رہیں گے۔ اسی طرح لفظ 'یاسمین' (چنبیلی) سنتے تو اس سے یاس (ناامیدی) اور مین (جھوٹ) کا شگون لیتے۔

۸- کسی اندھے، بھینگے، مریض اور مفلوج وغیرہ کو دیکھ کر بھی براشگون لیتے۔

۹- بعض پھلوں، درختوں، پتھروں اور نگینوں وغیرہ سے بھی شگون لیا کرتے تھے۔ (۱)

دورِ جاہلیت میں شگون اور فال باقاعدہ پیشہ تھا

بدشگونی کی مذکورہ صورتیں تو انفرادی طور پر جاہل و مشرک اہل عرب میں پائی جاتی تھی اور پورے عرب معاشرہ میں اس کا چلن عام ہوا کرتا تھا حتیٰ کہ آہستہ آہستہ اس نے مستقل پیشہ کی حیثیت اختیار کر لی۔

اردو دائرۃ المعارف میں 'علمِ فال' کا مقالہ نگار لکھتا ہے کہ

''چونکہ یہ علم فنی نوعیت کا تھا اس لئے اس کے اجارہ دار وہ لوگ بن گئے جنہیں ترقی یافتہ اور منظم سماج میں 'پروہت' کا منصب حاصل تھا۔ بدوی عرب کی چند روزہ خانہ بدوشانہ تہذیب میں ایسے پروہتوں کے طبقے کا وجود محال نظر آتا ہے جو پرندوں کی آواز اور ان کی بولیوں کی تفسیر میں مہارت رکھتے ہوں''۔ (۲)

دورِ جاہلیت میں ان چیزوں کا کتنا رواج تھا، اس کا اندازہ قرآن مجید کی اس آیت

---

(۱) [تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو کتاب الحیوان للجاحظ، ۷: ۱۵۰) (اسد الغابۃ، ۲: ۳۸۰) (تاریخ الامم والملوک، ۱۵: ۲۶۰۹) (اردو دائرۃ المعارف، ۱۴: ۴۹۷) (الکامل فی التاریخ، ۵: ۲۴۷) (العقد الفرید، ۱: ۲۲۶) (عیون الاخبار، ۲: ۱۴۸)]

(۲) [دائرۃ المعارف اردو (۱۴: ۴۴۹)]

سے بھی ہوتا ہے جس میں ان چیزوں کو حرام قرار دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿یاایھا الذین امنوا انما الخمر و المیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون﴾(المائدہ: ۹۰)

''اے ایمان والو! یہ شراب، جوا، آستانے اور پانسے (یعنی قسمت معلوم کرنے کے تیر) یہ سب گندے شیطانی کام ہیں لہٰذا ان سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاسکو''۔

اسی طرح درج ذیل ایک اور آیت میں اسے حرام کہا گیا ہے:

﴿وان تستقسموا بالازلام ذلکم فسق﴾(المائدہ، ۳)

''(نیز ہر وہ چیز بھی حرام ہے) جس میں فال کے تیروں سے تم اپنی قسمت معلوم کرو یہ سب گناہ کے کام ہیں''۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ

''الازلام سے مراد وہ تیر ہیں جن سے وہ لوگ اپنے کاموں میں فال نکالتے تھے اور اپنی قسمت کا حال معلوم کیا کرتے تھے''۔(۱)

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ

''دورِ جاہلیت میں لوگ نیزوں کے ساتھ فال گیری کرتے تھے اور یہ تین طرح کے تیر تھے جن میں ایک پر 'افعل' (کرلو) لکھا ہوتا، دوسرے پر 'لاتفعل' (یعنی یہ کام نہ کرو) لکھا ہوتا اور تیسرے پر کچھ نہ لکھا ہوتا۔ بعض لوگوں کے بقول ایک پر 'امرنی ربی' (میرے رب نے مجھے اس کا حکم دیا ہے) لکھا ہوتا دوسرے پر 'نھانی ربی' (میرے رب نے مجھے اس سے منع فرمایا ہے) لکھا ہوتا اور تیسرا خالی ہوتا۔ اگر پہلی قسم کا تیر نکلتا تو مطلوبہ کام کیا جاتا، دوسری قسم کا تیر نکلتا تو مطلوبہ کام چھوڑ دیا جاتا اور اگر تیسری قسم کا تیر نکلتا تو پھر دوبارہ تیر نکالا جاتا''۔(۲)

(۱)[صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ انما الخمر والمیسر والانصاف والازلام ۔۔۔ تفسیر ابن کثیر،۲:۱۸]

(۲)[(تفسیر ابن کثیر، ایضاً)]

سیرت کی کتابوں میں بعض ایسے واقعات ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دور جاہلیت میں لوگ انفرادی طور پر بھی فال نکال کرتے تھے اور بسا اوقات کسی کاہن و عامل کی خدمات بھی حاصل کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں کتب سیرت میں یہ واقعہ بڑا معروف ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر اللہ نے انہیں دس لڑکے عطا کئے اور وہ سب کے سب اس عمر کو پہنچے کہ ان کا بچاؤ کرسکیں تو وہ ایک لڑکے کو کعبہ کے پاس قربان کردیں گے اور جب عبدالمطلب کے لڑکوں کی تعداد پورا دس ہوگئی اور وہ بچاؤ کرنے کے لائق ہوگئے تو عبدالمطلب نے قسمت کے تیروں پر ان سب کے نام لکھے اور ان تیروں کو ہبل بت کے قیم ونگران کے حوالے کیا۔ قیم نے تیروں کو گردش دے کر قرعہ نکالا تو حضرت عبداللہ کا نام نکلا۔ عبدالمطلب نے عبداللہ کا ہاتھ پکڑا، چھری لی اور ذبح کرنے کے لئے خانہ کعبہ کے پاس لے گئے لیکن قریش اور خصوصاً حضرت عبداللہ کے ننہیال والے یعنی بنو مخزوم اور عبداللہ کے بھائی ابوطالب آڑے آئے۔ عبدالمطلب نے کہا تب میں اپنی نذر کا کیا کروں؟ انہوں نے مشورہ دیا کہ وہ کسی عرافہ خاتون کے پاس جا کر حل دریافت کریں۔

عبدالمطلب ایک عرافہ کے پاس گئے، اس نے کہا کہ عبداللہ اور دس اونٹوں کے درمیان قرعہ اندازی کریں۔ اگر عبداللہ کا نام قرعہ میں نکلے تو مزید دس اونٹ بڑھا دیں۔ اس طرح اونٹ بڑھاتے جائیں اور قرعہ اندازی کرتے جائیں یہاں تک کہ اللہ راضی ہو جائے۔ پھر اونٹوں کے نام قرعہ نکل آئے تو انہیں ذبح کردیں۔ عبدالمطلب نے واپس آ کر عبداللہ اور دس اونٹوں کے درمیان قرعہ اندازی کی مگر قرعہ عبداللہ کے نام نکلا۔ اسکے بعد وہ دس دس اونٹ بڑھاتے گئے اور قرعہ اندازی کرتے گئے مگر عبداللہ کے نام ہی قرعہ نکلتا رہا۔ جب سو اونٹ پورے ہو چکے تو پھر قرعہ اونٹوں کے نام نکلا۔ اب عبدالمطلب نے انہیں عبداللہ کے بدلے ذبح کیا اور وہیں چھوڑ دیا''۔ (۱)

(۱) [(ابن ہشام، ۱: ۱۵۱ تا ۱۵۵ بحوالہ الرحیق المختوم، ۹۸)]

علاوہ ازیں بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار و مشرکین بسا اوقات ذاتی طور پر خود ہی فال نکال لیا کرتے تھے مثلاً ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ واقعہ ہجرت بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ

''سراقہ بن مالک بن جعشم نے آپ ﷺ کا تعاقب کیا، سراقہ خود کہتے ہیں کہ میں نے اپنا گھوڑا دوڑایا تاکہ جلد از جلد انہیں جا پکڑوں جب میں ان کے قریب پہنچ گیا تو گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور میں گر گیا۔ میں نے اٹھ کر اپنا ہاتھ اپنے ترکش میں ڈالا۔ اس سے تیر نکال کر یہ فال نکالی کہ میں ان لوگوں کو نقصان پہنچاؤں یا نہ پہنچاؤں مگر فال میں وہ چیز نکلی جو مجھے پسند نہ تھی تاہم میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور فال کی کوئی پرواہ نہ کی''۔ (۱)

دورِ حاضر میں بدشگونی کی مختلف صورتیں:

وہ تمام صورتیں جو دورِ جاہلیت میں توہم پرستی کی بنیاد پر لوگوں میں پائی جاتی تھیں اور اسلام نے انہیں باطل قرار دے کر ان کی بیخ کنی فرما دی تھی وہ آہستہ آہستہ پھر مسلمانوں میں لوٹ آئی ہیں اگرچہ اس کی بعض شکلیں قدرے مختلف ہیں لیکن اصلیت کے اعتبار سے بدشگونی کی جدید و قدیم صورتوں میں قدرے اشتراک، بہر حال موجود ہے۔ اس کی بہت سی مثالیں ذکر کی جا سکتی ہیں مگر از راہِ اختصار چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں:

۱۔ اکثر لوگ گھر کی منڈیر (دیوار) پر کوے کے بولنے سے کسی مہمان کا شگون لیتے ہیں۔

۲۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جھاڑو مارنے سے مضروب آدمی کا جسم سوکھ جاتا ہے۔

۳۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ شام کے وقت اگر کوئی مرغا اذان دے تو اسے ذبح کر لو کیونکہ اس سے بدشگون لیا جاتا ہے۔

۴۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہاتھ کی ہتھیلی میں خارش ہونے سے مال و دولت ملتا ہے

(۱)[(صحیح البخاری، باب ھجرۃ النبی ﷺ)(مسند احمد، ۴: ۱۷۵، ۱۷۶)]

اور تلوے میں خارش ہونے یا جوتے پر جوتا چڑھنے سے سفر درپیش ہوتا ہے۔

۵- بعض لوگ صبح کے وقت کسی خاص چیز، جگہ یا خاص جانور کا نام لینا منحوس اور برا سمجھتے ہیں۔

۶- بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ مرد کی بائیں اور عورت کی دائیں آنکھ پھڑکنے سے کوئی مصیبت، دکھ یا تکلیف پیش آئے گی اور اگر اس کے برعکس مرد و زن کی دوسری آنکھ پھڑکے تو یہ کسی خوشی کی علامت ہے۔

۷- بعض لوگ مخصوص سالوں، مہینوں اور مخصوص دنوں کو منحوس سمجھتے ہوئے بدشگونی لیتے ہیں۔

۸- بعض لوگ کسی خاص عدد سے برا اور اس کے برعکس کسی اور خاص عدد سے اچھا شگون لیتے ہیں۔

۱۰- دیہاتوں میں بعض عورتیں چکی کا قبضہ ہاتھ سے چھوٹنے پر مہمان کے آنے کا شگون لیتی ہیں۔

اس کے علاوہ بھی بہت سے ایسی چیزیں، صورتیں اور حالتیں ہیں جن سے مہذب و غیر مہذب، جاہل و عالم، دیہاتی و شہری مختلف قسم کے لوگ مختلف قسم کا شگون لیتے ہیں حالانکہ اچھائی اور برائی، خوشی اور غمی، آسانی اور تنگی وغیرہ صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے کوئی چیز بذاتِ خود ان خواص کی حامل نہیں ہوتی لہٰذا کسی چیز کو تقدیر کے معاملات میں دخیل سمجھنا جہالت ہی نہیں بلکہ بسا اوقات یہ کفر و شرک کی صورت بھی اختیار کر لیتا ہے اور کسی مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ تقدیر پر ایمان لانے کے باوجود ایسی توہمانہ باتوں کا شکار ہوگا۔

بدشگونی حرام بلکہ کفر ہے!

قرآنی دلائل:

✿ ﴿ولقد اخذنا ال فرعون بالسنين و نقص من الثمرات لعلهم يذكرون فاذا جاء تهم الحسنة قالوا لنا هذه و ان تصبهم سيئة يطيروا بموسٰى و من معه الا انما طائرهم عندالله ولكن اكثرهم لا يعلمون﴾

''اور ہم نے فرعون والوں کو مبتلا کیا قحط سالی میں اور پھلوں کی کم پیداواری میں تا کہ وہ نصیحت قبول کریں۔ پس ان پر جب خوشحالی آ جاتی تو کہتے کہ یہ تو ہمارے لئے ہونا ہی چاہئے اور اگر ان کو کوئی بدحالی پیش آتی تو موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی نحوست بتلاتے۔ یاد رکھو کہ ان کی نحوست اللہ تعالیٰ کے پاس ہے لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے''۔

مذکورہ آیت میں یہ بات بیان ہوئی ہے کہ آل فرعون کو اگر بھلائی اچھائی اور دنیاوی فوائد حاصل ہوتے تو وہ کہتے کہ یہ ہماری محنت کی وجہ سے حاصل ہوئے ہیں اور اگر اس کے برعکس دنیاوی نقصانات کا سامنا ہوتا تو فوراً کہہ دیتے کہ یہ سب اس شخص (یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام) کی وجہ سے ہوا ہے۔ گویا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) منحوس خیال کرتے تھے اور آپ کی موجودگی سے بدشگونی لیتے جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس طرح تمام اچھائیاں اس کی طرف سے حاصل ہوتی ہیں اسی طرح نقصان بھی اسی کے حکم سے ہوتا ہے یعنی خیر وشر کے تمام اسباب اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں۔ (الاعراف، ۱۳۰، ۱۳۱)

✿ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿و كل انسان الزمناه طائره فى عنقه﴾ (بنی اسرائیل: ۱۳)

''ہم نے ہر شخص کا پروانہ خیر وشر اس کی گردن میں لٹکا دیا ہے''۔

✿ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قالوا ربنا یعلم انا الیکم لمرسلون وما علینا الا البلاغ المبین قالوا انا تطیرنا بکم لئن لم تنتھوا لنرجمنکم و لیمسنکم منا عذاب الیم قالوا طائرکم معکم ائن ذکرتم بل انتم قوم مسرفون﴾(یٰس، ۱۶، ۱۹)

''ان (رسولوں) نے کہا کہ ہمارا پروردگار جانتا ہے کہ بے شک ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں اور ہمارے ذمہ تو صرف واضح طور پر پہنچا دینا ہے۔انہوں نے کہا کہ ہم تو تم کو منحوس سمجھتے ہیں اگر تم باز نہ آئے تو ہم پتھروں سے تمہارا کام تمام کردیں گے اور تم کو ہماری طرف سے سخت تکلیف پہنچے گی۔ان رسولوں نے کہا کہ تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہی لگی ہوئی ہے۔کیا اسی کو نحوست سمجھتے ہو کہ تم کو نصیحت کی جائے بلکہ تم حد سے نکل جانے والے لوگ ہو''۔

جس طرح قوم فرعون نے اپنی بدحالی، قحط سالی اور دیگر نقصانات کا ذمہ دار حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قرار دیا اور ان کی موجودگی سے براشگون لیا اسی طرح دیگر بہت سے رسولوں اور نبیوں کی قوموں نے بھی اپنے پیغمبروں سے براشگون لیا جیسا کہ مندرجہ بالا آیات سے واضح ہے اور اسی طرح قومِ ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کے بارے میں کہا:

۞﴿قالوا طیرنا بک وبمن معک قال طائرکم عنداللہ بل انتم قوم تفتنون﴾(النمل، ۴۷)

''وہ کہنے لگے ہم تو تیری اور تیرے ساتھیوں کی بدشگونی لے رہے ہیں۔آپ نے فرمایا تمہاری بدشگونی اللہ کے ہاں ہے بلکہ تم فتنے میں پڑے ہوئے لوگ ہو''۔

اسی طرح حضور نبی اکرم ﷺ کے دور میں منافقین کی بھی یہی روش تھی کہ

۞﴿وان تصبھم حسنة یقولوا ھذہ من عنداللہ وان تصبھم سیئة یقولوا ھذہ من عندک قل کل من عنداللہ﴾(النساء: ۷۸)

''اور اگر انہیں کوئی بھلائی ملتی تو کہتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر کوئی

برائی پہنچتی ہے تو کہہ اٹھتے ہیں کہ یہ تیری طرف سے ہے۔ انہیں کہہ دو کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے"۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ انبیاء و رسل جیسی برگزیدہ ہستیوں کو کفار و منافقین ہمیشہ (معاذ اللہ) منحوس خیال کرتے ہوئے ان کے وجود پاک سے بدشگون لیتے اور اس زعم باطل میں اپنے نبیوں کو قتل کرنے کے درپے بھی ہوئے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ انبیا و رسل اپنی قوموں کو بت پرستی، کفر و شرک اور تمام اخلاقی برائیوں سے منع کیا کرتے تھے جبکہ ان کی قومیں اپنی عادات سے تائب ہونے کے لئے تیار نہ تھیں (الا من رحم ربی)

پھر دریں اثنا اگر وہ کسی آسمانی یا زمینی آفت و حادثہ کا شکار ہوتے تو اسے اپنے شرکیہ اعمال کا نتیجہ قرار دینے کی بجائے ان نیک ہستیوں (انبیاء) کو اس کا ذمہ دار ٹھہراتے کہ تمہاری اس بت پرستی کے خلاف دعوت و تبلیغ کی وجہ سے ہمارے بت اور دیوتا ناراض ہو گئے ہیں اور ہمیں شر کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ یہی بات بیان کی کہ خیر و شر کا تعلق تقدیر سے ہے اور جو لوگ انبیاء کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں بھلائی و کامیابی انہی کا مقدر ہے جبکہ اس کے برعکس کفر و شرک کے مرتکب دنیا و آخرت میں نقصان ہی اٹھائیں گے۔

احادیث سے دلائل

درج ذیل احادیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ بدشگونی شرک ہے:

۞"عن عبداللہ بن مسعودؓ عن رسول اللہ ﷺ قال "الطیرۃ شرک الطیرۃ شرک ثلاثا وما منا الا ولکن اللہ یذھبہ بالتوکل"[1]

(۱)[(سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب فی الطیرۃ، ۳۹۱۰) (جامع الترمذی، ۱۶۱۴) (سنن ابن ماجہ، ۳۵۳۸) (ابن حبان، ۶۱۲۲) (مسند احمد، ۱: ۴۳۸) (مسند طیالسی، ۳۵۶) (مشکل الآثار، ۱: ۳۵۸) (حاکم، ۱: ۱۷، ۱۸) (الادب المفرد، ۹۰۹) حافظ ابن حجرؒ نے امام بخاریؒ کے استاذ سلیمان بن حرب کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ "وما منا" سے آخر تک کا کلام حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ہے جو اس روایت میں 'مدرج' کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ (فتح الباری، ۱۰: ۲۱۳)]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے اور ہم میں سے ہر شخص کے دل میں برا شگون پیدا ہو سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ پر توکل کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اسے دور فرما دیتے ہیں''۔

✿ عن ابی هريره قال قال رسول الله ﷺ "لاعدوى و لا طيرة ولا هامة ولا صفر"(۱)

''حضرت ابو ہریرہؓ سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چھوت لگنا، بدشگونی لینا، الو کا منحوس ہونا اور صفر (دوسرا اسلامی مہینہ) کا منحوس ہونا یہ سب لغو خیالات ہیں''۔

✿ "عن عمران بن حصينؓ قال قال رسول الله ﷺ "ليس منا من تطير او تطير له او تكهن تكهن له او سحر او سحر له ومن اتى كاهنا فصدقه بما يقول فقد كفر بما انزل على محمد"(۲)

''حضرت عمرانؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''جس شخص نے فال نکالی یا فال نکلوائی یا کہانت کا کام کیا یا اپنے لئے کروایا یا جادو کیا یا کسی سے جادو کروایا اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں اور جو شخص کسی 'عامل' کے پاس گیا اور اس کی باتوں پر یقین کیا تو اس نے اس چیز کے ساتھ کفر کیا جو محمد ﷺ پر نازل کی گئی ہے''۔

✿ "عن قبيصة قال سمعت رسول الله ﷺ يقول "العيافة والطيرة والطرق من الجبة"(۳)

''حضرت قبیصہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی سنا

---

(۱)[بخاری، کتاب الطب، باب الجذام، ۵۷۰۷) مسلم ۲۲۲۰)][(۲)][(مسند بزار، ۳۵۴۳)(المعجم الکبیر، ج ۱۷، ص ۳۵۵)][(۳)][(سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب فی الخط وزجر الطیر، ۳۹۰۷)(ابن حبان، ۶۱۳۱)]

کہ علم رمل اور پرندوں کو اڑا کر یا کسی اور چیز سے بدشگونی لینا 'جبت' ہے"۔ (جبت میں کفر وشرک، بت پرستی اور جادو وغیرہ تمام مفہوم پائے جاتے ہیں۔ گویا آپ ﷺ نے اس کی مذمت فرمائی ہے)

✿ "عن ابن عمرؓ قال ان رسول الله ﷺ قال "لاعدوی ولا طیرة"[1]

"حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: امراض میں چھوت چھات کی اور بدشگونی کی کوئی اصل نہیں"۔

✿ "عن انس عن النبی ﷺ قال "لا عدوی ولا طیرة و یعجبنی الفال. قالوا وما الفال؟ قال الکلمة طیبة"[2]

"حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نبی کریم ﷺ نے فرمایا چھوت لگنا کوئی چیز نہیں اور بدشگونی (کی کوئی حقیقت) نہیں ہے البتہ نیک فال مجھے پسند ہے۔ صحابہ نے عرض کیا نیک فال کیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اچھی بات منہ سے نکالنا یا کسی سے اچھی بات سن لینا"۔

✿ "عن جابرؓ قال قال رسول الله ﷺ لاعدوی ولا طیرة ولا غول"[3]

"حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ متعدی بیماری اور بدشگونی کی کوئی حقیقت نہیں اور جن بھوت بھی (اللہ کی مرضی کے بغیر) کچھ نہیں کر سکتے"۔ (کوئی بیماری متعدی ہوتی ہے یا نہیں، اس کا جواب اگلے باب میں ملاحظہ فرمائیں)

✿ "عن سعد بن مالک ان رسول الله ﷺ کان یقول "لاھامة ولا عدوی ولا طیرة وان تکن الطیرة فی شیئ ففی الفرس والمرأة والدار"[4]

---

(۱)[(بخاری، کتاب الطب، باب الطیرة، ۵۷۵۳) (مسلم، ۲۲۲۵)] (۲)[(بخاری، ایضاً، (۵۷۷۶) مسلم، ۲۲۲۳)] (۳)[(مسلم، کتاب السلام، باب لاعدوی ولا طیرة، ۲۲۲۲)]
(۴)[(سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب فی الطیرة، ۳۹۲۱) (السلسلة الصحیحة، ۷۸۹)]

''حضرت سعدؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ الو، متعدی بیماری اور بدشگونی کی کوئی حقیقت نہیں اور اگر کسی چیز سے برا شگون لیا جاتا تو وہ گھوڑا، گھر اور عورت ہوتی''۔

۞''عن معاویة بن الحکم السلمی قال قالت یارسول اللہ ﷺ! امورا کنا نصنعها فی الجاهلیة کنا ناتی الکهان قال فلا تاتوا الکهان قا ل قلت: کنا نتطیر قال ذاک شیئ یجده احدکم فی نفسه فلا یصدنکم''(۱)

''حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا کہ (اس کے بارے میں آپ کا خیال ہے کہ) دورِ جاہلیت میں ہم کاہنوں کے پاس جایا کرتے تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے پاس نہ جایا کرو۔ میں نے کہا کہ ہم بدشگونی بھی کیا کرتے تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ محض خیال ہے جو دل میں پیدا ہو جاتا ہے اور اس خیال کی بنیاد پر کسی چیز سے پیچھے نہ ہٹا کرو''۔

۞''عن عبداللہ بن عمرو بن العاص عن رسول اللہ ﷺ قال: من ردته الطیرة عن حاجته فقد اشرک قالوا فما کفارة ذلک؟ قال ان تقولوا اَللّٰهُمَّ لَا طَیْرَ اِلَّا طَیْرُکَ وَلَا خَیْرَ اِلَّا خَیْرُکَ وَلَا اِلٰهَ غَیْرُکَ''(۲)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''جس شخص کو برا خیال (بدشگونی) اس کے کام سے روک دے اس نے شرک کیا۔ لوگوں نے کہا کہ پھر اس کا کفارہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسی صورت میں یہ دعا پڑھا کرو:

اَللّٰهُمَّ لَا طَیْرَ اِلَّا طَیْرُکَ وَلَا خَیْرَ اِلَّا خَیْرُکَ وَلَا اِلٰهَ غَیْرُکَ''

(۱)[(مسلم، کتاب السلام، باب تحریم الکهانة واتیان الکهان، ۵۳۷-۱۲۱)]

(۲)[مسند احمد، (ج ۲: ص ۲۲۰) السلسلة الصحیحة، (۱۰۶۵) علامہ البانیؒ فرماتے ہیں کہ ''ابن لهیعه سے روایت کرنے والا راوی عبداللہ بن وهب ہے جو ان عبادلہ اربعہ میں شامل ہے جن کی ابن لهیعه سے کی جانے والی روایت محدثین کے نزدیک صحیح قرار پاتی ہے لہٰذا یہ روایت قابل اعتبار ہے''۔]

''یااللہ! تیرے شگون کے سوا کوئی شگون نہیں، تیری بھلائی کے سوا کوئی بھلائی نہیں اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں''۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر دل میں کوئی برا شگون پیدا ہو تو مذکورہ دعا پڑھ لینی چاہئے۔ علاوہ ازیں ایسی صورت میں درج ذیل دعا بھی پڑھی جاسکتی ہے۔

۞ ''اَللّٰھُمَّ لَا یَاْتِیْ بِالْحَسَنَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا یَدْفَعُ السَّیِّئَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِکَ''(۱)

''یااللہ! تیرے سوا کوئی بھلائی نہیں لاتا اور تیرے سوا کوئی برائی دور نہیں کرسکتا اور تیری مدد کے بغیر ہمیں نہ بھلائی کی طاقت ہے نہ برائی سے بچنے کی ہمت ہے''۔

بدشگونی کے خلاف صحابہ کرامؓ وعلمائے عظام کے چند واقعات

۞ حضرت عکرمہ (تابعی) فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس بیٹھا تھا کہ اچانک ایک پرندہ چیختا ہوا گزرا تو لوگوں میں سے ایک شخص کہنے لگا خیر خیر (یعنی اس پرندے سے اچھائی کا شگون لیا) تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا:

"ما عند هذا لا خير ولا شر یعنی اس پرندے کا خیر وشر سے دور کا بھی واسطہ نہیں"۔ (۲)

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے حضرت علی بن ابی طالبؓ کے حوالے سے ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ جب انہوں نے خوارج کے خلاف لڑائی کا پروگرام بنایا تو ایک نجومی آکر کہنے لگا:

''اے امیر المؤمنین! چاند 'عقرب' میں ہے لٰہذا آپ کے لئے اس وقت اپنے ساتھیوں کو لیکر لڑائی کے لئے نکلنا مناسب نہیں''۔ حضرت علیؓ فرمانے لگے کہ

''میں تو اللہ پر بھرسہ اور توکل کرتے ہوئے سفر کروں گا تاکہ تیری تکذیب ہو''۔

چنانچہ حضرت علیؓ نے لڑائی کے لئے کوچ فرمایا اور اس لڑائی میں اکثر و بیشتر خارجی مارے گئے اور آپ کو فتح نصیب ہوئی۔ حضرت علیؓ کو اس کامیابی پر بڑی خوشی ہوئی کیونکہ اس

(۱)[(سنن ابی داؤد، کتاب الطب، ۳۹۱۹)] (۲)[(تفسیر قرطبی، ج ۷: ص ۲۴۵)]

لڑائی کے بارے میں حضورﷺ کی ایک پیشگوئی بھی موجود تھی''۔ (۱)

ابن عبدالحکم فرماتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز مدینہ سے سفر کے لئے نکلے جبکہ چاند 'عقرب' میں تھا تو میں نے اس سے برا شگون لیتے ہوئے ان کے اس سفر پر اس وقت روانگی کو ناپسند کرتے ہوئے کہا کہ آج رات چاند کیسی خوبصورتی سے چمک رہا ہے۔ عمر بن عبدالعزیز نے چاند کی طرف دیکھا اور (میرا مقصد بھانپ کر) فرمانے لگے کہ اس سے تمہاری مراد یہ ہے کہ چاند عقرب میں ہے اور مجھے اس وقت سفر کے لئے نہیں نکلنا چاہئے! لیکن سنو!

"انا لا نخرج بشمس ولا بقمر ولكنا نخرج بالله الواحد القهار"

''ہم شمس وقمر پر بھروسہ اور اعتماد کر کے سفر نہیں کرتے بلکہ ہم تو اللہ وحدہ لاشریک و ذوالجلال والاکرام پر توکل کر کے نکلتے ہیں''۔ (۲)

کسی چیز کا منحوس ہونا!

(کوئی چیز منحوس نہیں ہوتی!)

اس مسئلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ کوئی چیز بذات خود منحوس ہوتی ہے یا نہیں۔ بعض لوگ گھر، بیوی اور سواری کے منحوس ہونے کے قائل ہیں جبکہ بعض اس کے قائل نہیں اور اس اختلاف کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مذکورہ چیزوں کے منحوس ہونے یا نہ ہونے کے حوالہ سے دونوں طرح کی روایتیں مذکور ہیں مثلاً بعض روایات میں اس طرح ہے کہ

"انما الشؤم فی ثلاثة فی الفرس والمرأة والدار" (۳)

''یعنی تین چیزوں میں نحوست پائی جاتی ہے گھوڑے، عورت اور گھر میں''

(۱) [(مجموعة الفتاویٰ، ج ۱۸: ۱۰۹)] (۲) [(ابجد العلوم، ۲: ۳۶۸)]

(۳) [بخاری، کتاب الجهاد، باب ما یذکر من شوم الفرس، (۲۸۵۸، ۵۰۹۳) مسلم (۲۲۲۶) شرح معانی الآثار، ج ۲: ص ۳۸۱) (مسند احمد، ج ۶: ص ۱۵۰، ۲۴۰، ۲۴۶) المعجم الكبير (ج ۳: ۱۹۲) ابوداؤد: کتاب الطب، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ وغیرھا]

جبکہ بعض روایات میں اس کے برعکس اس طرح ہے کہ

"ان کان الشؤم فی شیئ ففی الدار والمرأة والفرس"[1]

"اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو وہ گھر یا عورت یا گھوڑا ہے"

یعنی مؤخر الذکر (دوسری) قسم کی روایات میں ہر طرح کی نحوست کی نفی مذکور ہے جبکہ مقدم الذکر (پہلی) قسم کی روایات میں ان تین چیزوں میں نحوست کا اثبات پایا جاتا ہے اور اسی وجہ سے اہل علم میں یہ اختلاف پیدا ہوا کہ ان میں نحوست ہے یا نہیں۔ اگر ایک ہی قسم کی روایات ہوتیں تو پھر اس قسم کا اختلاف پیدا نہ ہوتا۔ بہر صورت اس اختلاف کے حل کی راجح صورت درج ذیل ہے:

راجح صورت

راقم کی تحقیق کے مطابق جن روایات میں مذکورہ تین چیزوں کے نحوست کے وجود کا اثبات ہے (یعنی انما الشؤم او الطیرة فی ثلاث والی روایات) وہ ان الفاظ کے ساتھ شاذ اور مرجوح ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ رقمطراز ہیں کہ

"وقد رواہ مالک و سفیان وسائر الرواة بحذف انما لکن ھذا الحصر مردود واما الترمذی فجعل روایة ابن ابی عمر ھذہ مرجوحة"[2]

"امام مالک، سفیان اور دیگر تمام راویوں نے انما (یعنی کلمہ حصر) کے بغیر اسے روایت کیا ہے اور یہ حصر مردود ہے اور امام ترمذی نے ابن عمر کی مذکورہ روایت (یعنی انما الشؤم فی ثلاث) کو مرجوح قرار دیا ہے"۔

شیخ البانی "الطیرة فی المرأة والفرس والدار" والی روایت کے ضمن میں رقمطراز ہیں کہ

---

(۱)[بخاری، کتاب النکاح، باب ما یتقی من شؤم المرأة، (۵۰۹۴،۵۰۹۵) احمد، (۵: ۳۳۵) شرح معانی الآثار (ج ۲: ص ۳۸۱)]

(۲)[(فتح الباری، ۶: ۶۱)]

"وجملة القول ان الحديث اختلف الرواة فی لفظه فمنهم من رواه كما فی الترجمة ومنهم من زاد عليه فی اوله ما يدل علی انه لا طيرة او الشؤم (وهما بمعنی واحد كما قال العلماء) وعليه الاكثرون فروايتهم هی الراجحة لان معهم زيادة علم فيجب قبولها وقد تايد ذلک بحديث عائشة الذی فيه ان اهل الجاهلية هم الذين كانوا يقولون ذلک وقد قال الزركشی فی الاجابة (ص ۱۲۸) قال بعض الائمة ورواية عائشة فی هذا اشبه بالصواب ان شاء الله تعالی (يعنی من حديث ابی هريرة) لموافقته نهية عن الطيرة نهيا عاما وترغيبه فی تركها بقوله: يدخل الجنة سبعون الفا بغير حساب وهم الذين لايكتبون"(۱)

''خلاصہ کلام یہ ہے کہ راویوں نے اس روایت کے الفاظ میں اختلاف کیا ہے۔ بعض نے تو اس طرح روایت کیا جیسے مذکور ہے جبکہ بعض نے اس کے شروع میں یہ لفظ بھی روایت کئے ہیں ''لاطیرۃ اوالشوم'' (یعنی کوئی چیز منحوس نہیں) اور اکثر اہل علم اسی موقف پر ہیں (کہ کوئی چیز نحس نہیں) لہٰذا انہی راویوں کی روایت راجح ہے کیونکہ انہوں نے زیادہ چیز روایت کی ہے جس کو قبول کرنا واجب ہے۔ اس کی تائید حضرت عائشہؓ کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ دورِ جاہلیت میں لوگ ان چیزوں کو منحوس سمجھا کرتے تھے (اور آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کے باطل نظریات کو رد کرتے ہوئے فرمایا کہ کوئی چیز منحوس نہیں اور اگر کوئی چیز منحوس ہوتی تو وہ یہ تین ہوتیں) امام زرکشی اپنی الاجابہ میں رقمطراز ہیں کہ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی روایت زیادہ صحیح ہے۔ ان شاء اللہ (یعنی ابو ہریرہؓ کی روایت کے مقابلہ میں حضرت عائشہؓ کی روایت اصح ہے اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے) کیونکہ حضرت عائشہؓ کی روایت کی موافقت آنحضرت ﷺ کے اس فرمان سے بھی ہوتی

(۱)[(السلسلة الصحيحة، ج۲: ص۷۲۸)]

ہے جس میں آپ ﷺ نے بدشگونی کی مطلق طور پر نفی فرمائی ہے اور بدشگونی سے اجتناب کی ترغیب دلاتے ہوئے فرمایا کہ میری امت سے ستر ہزار افراد بغیر حساب وکتاب کے جنت میں جائیں گے جن میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو بدشگونی نہیں لیتے''۔

علاوہ ازیں شیخ البانی نے ''الطیرۃ فی المرأۃ والفرس والدار'' والی روایت کی سند پر صحت کا حکم لگانے کے باوجود اسے شاذ قرار دیا ہے۔(۱)

نیز شیخ البانیؒ ''اُن یك من الشؤم شیئ حق'' والی روایت کے تحت فرماتے ہیں کہ

''والحدیث یعطی بمفهومه ان لا شؤم فی شیئ''(۲)

''اس حدیث کا واضح طور پر یہی مفہوم ہے کہ کسی چیز میں بھی نحوست نہیں۔''

شیخ البانی نے اپنے اس موقف کی تائید میں مزید ایک صحیح حدیث.... یعنی

''لاشؤم وقد یکون الیمن فی ثلاثة فی المرأة والفرس والدار''(۳)

''نحوست کسی چیز میں نہیں اور تین چیزوں میں برکت ہے یعنی گھر، عورت اور گھوڑے میں''

.....درج کرنے کے بعد لکھا ہے کہ

''والحدیث صریح فی نفی الشؤم فهو شاهد قوی للاحادیث التی جائت بلفظ ان کان الشؤم فی شیئ'' ونحوه خلافا للفظ الآخر ''الشؤم فی ثلاث، فهو بهذا اللفظ شاذ مرجوح''(۴)

''یہ حدیث واضح طور پر نحوست کی نفی کر دیتی ہے اور یہ ان احادیث کے لئے قوی شاہد ہے جن میں یہ مذکور ہے کہ ''اگر نحوست کسی چیز میں ہو سکتی تو وہ عورت، گھر اور گھوڑا

---

(۱)[(ایضاً، ج۲: ص۷۲۶)] (۲)[(السلسلة الصحیحة، ۱: ۱۸۲)]

(۳)[(سنن ابن ماجه، ۱: ۶۱۴)(جامع الترمذی، ۲: ۱۳۵)(مشکل الآثار، ۱: ۳۴۱)]

(۴)[(السلسلة الصحیحة، ۴: ۵۶۵)]

ہوتے"۔ اسی طرح یہ حدیث ان احادیث کے خلاف ہے جن میں یہ مذکور ہے کہ "تین چیزوں میں نحوست ہے یعنی عورت، گھر اور گھوڑے میں"۔ نیز نحوست کے اثبات والی یہ روایت (یعنی جس میں ہے کہ تین چیزوں میں نحوست ہے) ان الفاظ کے ساتھ شاذ اور مرجوح ہے"۔

معلوم ہوا کہ اصول حدیث کی رو سے نحوست کے اثبات والی روایات مرجوح اور شاذ ہیں جبکہ نحوست کی نفی والی روایات راجح و محفوظ ہیں لہٰذا اس صورت میں یہ ثابت ہوا کہ کسی چیز میں بھی نحوست نہیں ہے!

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کا حضرت ابو ہریرہؓ پر اعتراض

مسند احمد میں ابوحسان سے مروی ہے کہ دو آدمی حضرت عائشہؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ عورت، گھر اور گھوڑے میں نحوست ہے۔ حضرت عائشہؓ نے یہ بات سنی تو غصے کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس نے ابوالقاسم پر قرآن نازل کیا آپ ﷺ تو ایسا نہیں کہا کرتے تھے البتہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ دورِ جاہلیت میں لوگ یہ کہا کرتے تھے کہ عورت، گھر اور گھوڑے میں نحوست ہے۔ (اور آپ ﷺ نے ان جاہلوں کے اس اعتقاد کی نفی فرمائی ہے) پھر حضرت عائشہؓ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ما اصاب من مصیبة فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبرأها﴾ (۱)

"تمہیں جو بھی مصیبت پہنچتی ہے یا زمین پر جو آفت آتی ہے ہم اسے پیدا کرنے سے پہلے ہی تقدیر میں لکھ چکے ہیں اور یہ کام اللہ تعالیٰ پر آسان ہے"۔

بعض لوگ اس روایت سے یہ مسئلہ اخذ کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے قرآنِ مجید کی آیت سے ابو ہریرہؓ کی روایت کو رد کر دیا کہ ان کی روایت قرآن سے متعارض تھی حالانکہ اصل مسئلہ کچھ اس طرح ہے کہ یا تو حضرت ابو ہریرہؓ نبی کریم ﷺ کی حدیث کو صحیح طرح سن یا سمجھ

(۱) [(احمد، ۶:۲۴۶) (فتح الباری، ۶:۵۶۱) (حاکم ۲:۴۷۹)]

نہ سکے تھے یا پھر حضرت ابو ہریرہؓ سے سننے والوں نے صحیح طرح سنا اور سمجھا نہیں اور یہ دونوں احتمال قوی ہیں۔ پہلے احتمال کی تائید مسند طیالسی کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ حضرت عائشہؓ سے کہا گیا کہ اللہ کے رسول ﷺ کے حوالہ سے ابو ہریرہؓ یہ روایت کرتے ہیں کہ ''عورت، گھر اور گھوڑے میں نحوست ہے'' تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ابو ہریرہؓ اس حدیث کو صحیح طرح محفوظ نہیں کر پائے اس لئے کہ جب وہ داخل ہوئے تھے تو اللہ کے رسول یہ فرما رہے تھے کہ ''اللہ تعالیٰ یہود کو تباہ و برباد کرے جو یہ کہتے ہیں کہ عورت، گھر اور گھوڑے میں نحوست ہے'' تو ابو ہریرہؓ نے حدیث کا آخری حصہ (ان الشؤم فی الدار والفرس والمرأة / عورت، گھر اور گھوڑے میں نحوست ہے'') سن لیا جبکہ وہ پہلا حصہ (قاتل الله اليهود يقولون / اللہ تعالیٰ یہود کو تباہ و برباد کرے جو یہ کہتے ہیں) نہ سن سکے''۔(۱)

دوسرے احتمال کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے کہ ''خود حضرت ابو ہریرہؓ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ ﷺ نے بذاتِ خود اللہ کے رسول ﷺ سے سنا ہے کہ گھر، گھوڑے اور عورت میں نحوست ہے؟ تو حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ اگر میں ہاں کہوں تو میں اللہ کے رسول ﷺ کے ذمہ وہ چیز لگا بیٹھوں جو اللہ کے رسول نے نہیں فرمائی۔ البتہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے یہ سنا ہے کہ سچا شگون نیک فال (اچھا کلمہ) ہے اور نظر بد حق ہے''۔(۲)

اس لئے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کو خلاف قرآن کہہ کر رد نہیں کیا گیا بلکہ حضرت عائشہؓ نے اپنے اعتراض کی خود یہ وضاحت فرمادی کہ ابو ہریرہؓ صحیح طرح مکمل حدیث سن نہیں سکے وگرنہ مکمل حدیث قرآن کے خلاف ہرگز نہیں۔ اور یہ بات ہی محال ہے کہ کوئی حدیث جو واقعی اللہ کے رسول سے ثابت ہو، وہ قرآن کے مخالف ثابت ہو جائے کیونکہ قرآن کی طرح حدیث بھی وحی ہے اور وحی کا وحی سے تضاد، ٹکراؤ نہیں ہو سکتا! (ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافا كثيرا)

❁....❁....❁

(۱)[(مسند طیالسی، ۱۵۳۷) علامہ البانی نے شواہد کی بنا پر اسے حسن قرار دیا ہے۔ السلسلة الصحيحة، ۲:۷۲۵)]

(۲)[مسند احمد، ج۲: ص۲۸۹) اس کی سند میں ضعف ہے۔]

باب 7

فال اور استخارہ

- فال کیا ہے؟
- اچھی فال اور بُری فال
- جھوٹے فالنامے!
- قرآنی فال کی حقیقت
- استخارہ کیا ہے؟
- استخارہ کی حدود وشرائط

فال کیا ہے؟

فال کی (اصطلاحی) تعریف میں حاجی خلیفہ رقمطراز ہیں کہ

"وهو علم يعرف به بعض الحوادث الاتية من جنس الكلام المسموع من الغير او بفتح المصحف او كتب المشائخ كديوان الحافظ والمثنوى ونحوهما"[1]

"یعنی فال ایسا علم ہے جس کے ذریعے مستقبل کے بعض واقعات کو معلوم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور کسی شخص سے اچانک کوئی بات سننے یا قرآن مجید کھولنے یا قرآن کے علاوہ دیگر کتابیں مثلاً دیوانِ حافظ اور مثنوی وغیرہ کھولنے پر اس کا دارومدار ہوتا ہے"۔

دورِ جاہلیت میں لوگ اپنے سفر، کاروبار، شادی اور دیگر معاملات میں عموماً تیروں کے ذریعے فال نکالتے اور ان تیروں پر ہاں، کرلو وغیرہ کے الفاظ ہوتے یا اس کے برعکس نہیں، نہ کرو وغیرہ جیسے الفاظ ہوتے اور بعض تیر بالکل خالی ہوتے۔ اگر ایسا تیر نکلتا جس پر مطلوبہ کام کرنے کا مشورہ ہوتا تو وہ لوگ اس کے مطابق مطلوبہ کام کرتے، اگر نہ کرنے کا تیر نکلتا تو اس کام کو چھوڑ دیا جاتا اور اگر سادہ تیر نکلتا تو دوبارہ قسمت آزمائی کے لئے فال نکالی جاتی۔

فال کی دو قسمیں

فقہاء و علماء نے فال کی دو قسمیں بیان کی ہیں جیسا کہ امام قرافی رقمطراز ہیں کہ

"فال کی دو قسمیں ہیں، ایک مباح و جائز ہے (یعنی جس میں اچھے کلمات کی بنیاد پر حسن ظن قائم کیا جاتا ہے) اور وہ حدیث کہ نبی کریم ﷺ اچھی فال کو پسند کیا کرتے تھے، اسے اسی مباح قسم پر محمول کیا جائے گا اور دوسری قسم حرام ہے جیسا کہ امام طرطوشی فرماتے

(۱) [(کشف الظنون، ۲:۱۲۱۶) (مفتاح السعادۃ، ۲:۳۳۷)]

ہیں کہ قرآن سے یا علم رمل سے یا قرعہ وغیرہ سے فال لینا یہ سب حرام ہے کیونکہ یہ استقسام میں شامل ہے اور استقسام یہ ہے کہ اہل عرب کے پاس فالنامے کے تیر ہوتے۔ایک پر افعل اور دوسرے پر لا تفعل اور تیسرے پر غفل (یعنی کچھ نہ) ہوتا۔اگر وہ پہلا تیر نکلتا تو وہ مطلوبہ کام کرتے،دوسری قسم کا نکلتا تو وہ مطلوبہ کام نہ کرتے اور تیسری قسم کا تیر نکلتا تو دوبارہ پھر تیر سے فال نکالتے۔یہ غیب معلوم کرنے کی ایک قسم ہے اور اسے استقسام اس لئے کہا گیا ہے کہ اس سے اچھی قسم (یعنی ہاں والے تیر) کو تلاش کیا جاتی اور بری قسم (یعنی نہ کرو والے تیر) کی وجہ سے مطلوبہ کام نہ کیا جاتا یہ وہی استقسام بالازلام ہے جس کی حرمت قرآن مجید میں موجود ہے لہٰذا ایسی فال نکالنے کا عمل حرام ہے''۔[1]

جائز فال کونسی ہے؟

فال کی ایک قسم جائز ومباح ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی اچھے کلمہ کو سن کر اچھا گمان کرنا مثلاً بیمار شخص کسی سے تندرست یا سالم اور صحیح وغیرہ کا لفظ سن کر یہ گمان کرے کہ وہ عنقریب صحت مند ہو جائے گا یا کوئی لشکر لفظ غنیمت سن کر یہ فال لے کہ انہیں اس معرکہ میں کامیابی حاصل ہوگی یا کوئی طالب علم امتحان سے پہلے لفظ نجات (نجاح یا نجح وغیرہ) سن کر یہ حسن ظن قائم کرے کہ وہ امتحان میں کامیاب ہو جائے گا تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ جس طرح خوشبو سے انسانی ذہن فرحت وتازگی محسوس کرتا ہے اسی طرح اچھے کلمات سے بھی انسان طبعی طور پر خوشی محسوس کرتا ہے۔اس لئے اچھے کلمات سے فال لینا یعنی اچھا گمان قائم کرنا بالکل مستحب ہے بلکہ اس لحاظ سے اسے سنت بھی کہا جا سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بھی اچھے کلمات سے فال لینا (یعنی حسن ظن قائم کرنا) پسند کیا ہے اور آپ ﷺ نے فال کی تعریف ہی یہ کی کہ اس سے مراد اچھا کلمہ (الکلمۃ الطیبۃ یا الکلمۃ الصالحۃ) ہے اور درج ذیل احادیث سے اس کی وضاحت ہوتی ہے:

(1) [(الفروق للقرافی،۴:۲۴۰،۲۴۱)]

۞ "عن ابی هریرة قال قال النبی ﷺ لاطیرة وخیرها الفال قال وما الفال یارسول الله ﷺ؟ قال الكلمة الصالحة يسمعها احدكم"(۱)

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "بدشگونی کی کوئی اصل نہیں اور اس سلسلہ میں بہترین چیز 'فال' ہے۔ لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ! فال کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: فال وہ عمدہ بات (نیک اور اچھی بات) ہے جو تم میں سے کوئی (اچانک) سنتا ہے"۔

۞ عن انس عن النبی ﷺ قال "لاعدوی ولاطیرة ویعجبنی الفال الصالح الكلمة الحسنة"(۲)

حضرت انس سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "چھوت لگ جانے کی کوئی اصل نہیں (یعنی کوئی بیماری متعدی ۞ نہیں) اور نہ بدشگونی کی کوئی اصل ہے اور مجھے اچھی فال پسند ہے یعنی کوئی کلمہ خیر"۔

۞ عن بریدة قال ان النبی ﷺ كان لا يتطير من شيئ وكان اذا بعث عاملا سال عن اسمه فاذا اعجبه اسمه فرح به ورؤی بشر ذلك فی

(۱) [(صحیح البخاری، کتاب الطب، باب الفال: ۵۷۵۵)]

(۲) [(صحیح البخاری، ایضاً: ۵۷۵۶) (جامع الترمذی، ۱۶۱۵)]

[۞ متعدی بیماری کے حوالے سے یہ بات یاد رہے کہ آنحضرت ﷺ نے جس چیز کی نفی فرمائی وہ اہل عرب کا یہ تصور تھا کہ بیماریاں بذات خود ایک سے دوسرے کو لگ جاتی ہیں حالانکہ کوئی بیماری اللہ کے حکم ومرضی کے بغیر کسی دوسرے کو ازخود نہیں لگ سکتی۔ اسی چیز کو آپؐ نے ان لفظوں سے بیان کیا کہ لا عدوی...(کوئی بیماری اللہ کے حکم کے بغیر متعدیانہ اثرات نہیں چھوڑتی) آپ کی مراد یہی تھی کہ کوئی بھی بیماری خواہ اس میں کتنے ہی متعدیانہ اثرات کیوں نہ ہوں، اس وقت تک کسی کو نہیں لگ سکتی جب تک کہ اللہ کی مرضی نہ ہو۔ گویا آپ نے اللہ کی منشا کو اجاگر کرنے کے لئے یہ بات بیان فرمائی تھی۔ بیماریوں کے متعدیانہ اثرات سے آپ نے انکار نہیں کیا کیونکہ بعض دیگر روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ نے بعض بیماریوں کے متعدیانہ اثرات سے بچنے کی بھی تلقین فرمائی ہے۔]

وجهه وان كره اسمه رؤى كراهيته ذلك في وجهه واذا دخل قرية سأل عن اسمها فاذا (فان) اعجبه اسمه فرح بها ورؤى بشر ذلك في وجهه وان كره اسمها رؤى كراهية ذلك في وجهه"(۱)

حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کسی چیز سے بُرا شگون نہیں لیا کرتے تھے اور جب آپ ﷺ کسی شخص کو ذمہ دار بنا کر کہیں روانہ فرمانا چاہتے تو اس کا نام دریافت کرتے۔ اگر اس کا نام آپ کو پسند آتا تو آپ خوش ہوتے اور خوشی سے آپ کا چہرہ مسکرا اٹھتا لیکن اگر آپ اس نام کو ناپسند کرتے تو ناپسندیدگی کے آثار بھی آپ کے چہرہ مبارک سے ظاہر ہو جاتے۔ اسی طرح جب آپ ﷺ کسی بستی میں داخل ہوتے تو اس بستی کا نام دریافت فرماتے، اگر وہ نام آپ کو پسند آتا تو آپ کے چہرہ مبارک پر خوشی کے آثار دکھائی دیتے اور اگر وہ نام پسند نہ آتا تو آپ کے چہرہ مبارک پر کراہت کے آثار نمایاں ہوتے۔

✿"عن ابن عباسؓ قال ان النبي ﷺ كان يتفاؤل ولا يتطير ويصجبه الاسم الحسن"(۲)

"حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ فال لیا کرتے تھے اور بد شگون نہیں لیتے تھے۔ آپ ﷺ کو اچھا نام پسند تھا"۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ اچھے کلمات سن کر اچھا گمان کرنا ہی 'فال' ہے کیونکہ فال کی یہی تعریف حضور ﷺ سے منقول ہے (اور یہی وجہ ہے کہ آپ اچھے ناموں کو پسند فرماتے

✿(۱)[(سنن ابي داود، کتاب الطب، باب في الطيرة) (مسند احمد، ۵:۳۴۸) (صحیح ابن حبان، ۱۴۳۰) شیخ البانیؒ نے مختلف طرق کی بناء پر اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (السلسلة الصحيحة، ۷۶۲) نیز حافظ ابن حجرؒ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ (فتح الباری، ۱۰:۲۱۵) البتہ اس کی اسناد میں قتادہ (مدلس راوی) کے سماع کی صراحت مذکور نہیں۔ ممکن ہے کہ عمومی دلائل کی مناسبت سے اہل علم نے اسے قابل استشہاد قرار دیا ہو)۔]

(۲)[(مسند احمد، ۱:۲۵۷، ۳۰۴) (مسند طيالسي، ۲۶۹۰) (شرح السنة، ۳۲۵۴) (السلسلة الصحيحة، ۷۷۷)]

اور اچھے نام رکھنے کی ترغیب دلاتے اور اگر کسی کا نام برا ہوتا تو آپ اسے تبدیل فرما دیتے) جبکہ مشرک لوگ فال سے فالنامہ مراد لیتے اور اچھے اور برے دونوں طرح کے معاملات کی پیشگی معلومات کے لئے تیروں کی قرعہ اندازی پر اعتماد کرتے۔ اگر ان کی فال ناپسندیدہ چیز برآمد ہوتی تو وہ بدظنی کا شکار ہو جاتے اور اس بدظنی کے پیچھے کوئی معقول وجہ بھی نہ ہوتی۔ اس لئے اسلام نے اس چیز کو ناپسند کرتے ہوئے اس سے منع فرما دیا ہے جیسا کہ آئندہ تفصیل سے معلوم ہوگا۔

فال کی دوسری اور جھوٹی قسم ....یعنی فالنامہ!

فال کی دوسری قسم جو نہ صرف ناجائز بلکہ کفر و شرک تک پہنچانے والی ہے وہ یہ ہے کہ انسان کسی کام سے پہلے محض توہم پرستی سے اس کے اچھے یا برے نتائج معلوم کرنے کی کوشش کرے۔ اس لئے اسے فالنامہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ یاد رہے کہ مختلف ظاہری اسباب و عوامل اور سابقہ تجربات کے ذریعے کسی کام کے پیشگی اثرات و نتائج معلوم کرنا فالنامہ میں داخل نہیں بلکہ یہ ظاہری اسباب پر موقوف ہے اس لئے تجربات سے فائدہ اٹھانا قطعی طور پر درست اور بصیرت و دانائی کی علامت ہے مثلاً کوئی شخص خاص قسم کا کاروبار کرنا چاہتا ہے تو وہ اس سلسلہ میں ایسے لوگوں سے رابطہ کرتا ہے جو پہلے سے یہ کاروبار کر رہے ہیں یا کسی وقت کرتے رہے ہیں تاکہ اس کاروبار کے تمام اچھے، برے، منافع اور نقصانات پر مشتمل پہلو واضح ہو جائیں تو یہ اقدام بلاشبہ جائز ہے لیکن 'فٹ پاتھ' پر بیٹھے سارے جہان کی خاک چھاننے والے، دوکوڑی کے محتاج جاہل و احمق اور کندہ ناتراش عامل کے پاس بیٹھ کر کسی کاغذ پر آنکھیں بند کر کے انگلی پھیرنا اور ہاں یا ناں میں اپنے مقصد کا حل تلاش کرنا اور غیب جاننے کی کوشش کرنا حماقت و بے وقوفی نہیں تو اور کیا ہے؟!

اس عمل (فالنامہ) کا تعلق عقیدے سے ہے کہ انسان اپنی اچھی یا بری نامعلوم تقدیر کی بجائے ان نجومیوں، کاہنوں اور عاملوں کی فالوں پر یقین کر لیتا ہے اور ناپسندیدہ فال نکلنے پر اپنی قسمت کا ماتم کرتا ہے اور ناامید ہو کر بیٹھ جاتا ہے حالانکہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ فالنامے کی ہاں یا ناں یا فال کے کسی فیصلے کی کوئی اٹل حقیقت نہیں بلکہ ہر شخص کی تقدیر ہی اٹل ہے اور دعا کے علاوہ کوئی چیز اس تقدیر میں تبدیلی پیدا نہیں کر سکتی خواہ کوئی فال جیسا خیالی عمل ہو یا کوئی واقعی زبردست قوت، اللہ کے نزدیک یہ سب ہیچ ہیں۔

اگر غور کیا جائے تو تقدیر کو ایمانیات میں داخل کرنے کی وجہ ہی یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہر مسلمان میں عقیدے کی پختگی پیدا ہو اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

"ما اصاب من مصیبة فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبرا ھا ان ذلک علی اللہ یسیر" (الحدید، ۲۲)

"زمین پر اور تمہاری جانوں پر جو کوئی مصیبت واقع ہوتی ہے وہ پہلے ہی تقدیر میں لکھی جا چکی ہے قبل اس کے کہ ہم اسے پیدا کریں اور یقیناً یہ کام اللہ کے لئے آسان ہے"۔

دوسری بات یہ ہے کہ ناپسندیدہ فال نکلنے پر انسان ناامید ہو جاتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونا مسلمان کا کام نہیں بلکہ یہ کافر کا شیوہ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے

﴿ولا تیئسوا من روح اللہ انہ لا ییئس من روح اللہ الا القوم الکافرون﴾

"اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ یقیناً اللہ کی رحمت سے ناامید وہی لوگ ہوتے ہیں جو کافر ہیں"۔ (یوسف: ۸۷)

دورِ حاضر میں بھی فال نکالنے والوں کا پیشہ جاہل عوام میں خاصا مقبول ہے۔ شہروں میں جگہ جگہ مختلف نجومیوں، دست شناسوں، کاہنوں اور عاملوں کے بڑے بڑے بورڈ آویزاں ہوتے ہیں جن پر ناممکن کو ممکن بنانے کے بلند بانگ دعوے درج ہوتے ہیں۔ مثلاً

''محبوب آپ کے قدموں میں''۔۔۔۔، ''جو چاہو سو پوچھو''۔۔۔۔، ''ہر تمنا پوری ہو گی''۔۔۔۔، ''کالے علم کی کاٹ پلٹ کے ماہر''۔۔۔۔، ''ماہر بنگالی عامل''۔۔۔۔، ''جادو اور تعویذ گنڈے کے ماہر''۔۔۔۔ وغیرہ وغیرہ

اسی طرح ان لوگوں کے پاس تربیت یافتہ طوطے بھی ہوتے ہیں جن کے ذریعے مختلف لفافے اٹھوا کر کھولے جاتے ہیں اور جاہلوں کو ان کی قسمت کا حال بتایا جاتا ہے۔ اسی طرح ان میں سے بعض نے چاک اور سلیٹ بھی رکھی ہوتی ہے جس پر مختلف خانوں میں حروف تہجی یا حروفِ ابجد لکھے ہوتے ہیں اور گاہک سے آنکھیں بند کروا کر اس کی انگلی ان پر گھما کر کسی ایک حرف پر اچانک رکوا دی جاتی ہے اور پھر ان حروف کے اپنی طرف سے لکھے ہوئے خود ساختہ نتائج میں سے کوئی نتیجہ سنا کر چلتا کیا جاتا ہے۔

اسی طرح اس موضوع کی بہت سی کتابیں بھی مارکیٹ کی زینت بنی ہوئی ہیں ن پر ایسے ہی چھوٹے اور خود ساختہ فالنامے درج ہوتے ہیں کہ سائل ایک ہی مرتبہ ایسی کتاب خرید کر رکھ لے پھر ساری زندگی اس میں موجود جعلی فالناموں سے مشورہ کر کے عمل واقدام کرتا رہے حالانکہ ان کی کوئی حقیقت نہیں اور نہ ہی ان سے غیبی معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔

قرآنی فال کی حقیقت

گذشتہ صفحات میں یہ وضاحت گذر چکی ہے کہ فال کی جائز صورت یہ ہے کہ اچھے کلمات سن کر اللہ تعالیٰ پر حسن ظن قائم کیا جائے، اس میں کوئی مضائقہ نہیں جبکہ اس کے علاوہ فال کی تمام صورتیں ناجائز اور حرام ہیں لیکن کئی نام نہاد علماء اس سلسلہ میں عوام کو گمراہ کرنے کے لئے ایک طرف یہ سہارا لیتے ہیں کہ اچھے کلمات سے فال لینا مسنون ہے اور اس پر مزید یہ گرہ لگاتے ہیں کہ قرآن مجید چونکہ اچھے اور پاک کلمات پر مشتمل کتاب ہے لہٰذا اس سے فال لینا بھی جائز ہے۔ پھر 'قرآنی فال' کے نام پر انہوں نے خودساختہ فالنامے بنا رکھے ہیں اور اس طرح لوگوں کو گمراہ کیا جاتا ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف بھی ایک جھوٹی روایت منسوب کی جاتی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جو شخص قرآن مجید سے فال لینا چاہے وہ سات مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے پھر تین مرتبہ یہ کلمات پڑھے:

"اللھم بکتابک تفاء لت وعلیک توکلت اللھم ارنی فی کتابک ما ھو المکتوم من سرک المکتوم فی غیبک....."

"یا اللہ! تیری کتاب قرآن مجید سے میں فال نکالتا ہوں اور تجھ پر بھروسہ کرتا ہوں تو مجھے اپنی کتاب سے اپنا وہ غیبی راز بتا دے جو تیرے غیبی علم میں پوشیدہ ہے"۔

-----پھر قرآن مجید کے شروع سے فال نکالے۔"

بعض لوگوں نے اس کی مزید وضاحت بھی کی ہے کہ یہ فال کس طرح نکالی جائے۔ اس سلسلہ میں ان کا کوئی متفقہ بیان نہیں بلکہ بعض کے نزدیک قرآن مجید مطلق کھولا جائے پھر سات صفحات (یا نو یا اس سے کم و بیش) صفحات آگے اور بعض کے نزدیک اتنے ہی صفحات مفتوحہ صفحہ سے پیچھے کی طرف کھولے جائیں پھر اس پر انگلی گھمائی جائے اور کسی لفظ

پر انگلی روک کر اس کے معنی سے فال لی جائے وغیرہ وغیرہ۔۔۔

یاد رہے کہ یہ حضرت علیؓ پر بہتان والزام ہے ان سے ایسی کوئی روایت بسند صحیح ثابت نہیں۔ مفسر آلوسیؒ اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ

"ففي النفس منه بشيئ ...... وان الاستخارة بالقرآن مما لم يرد فيها شيئ يقول عليه عن الصدر الاول و تركها احب الى لاسيما وقد اغنى الله ورسوله عنها بما سن من الاستخاره الثابتة في غير ما خبر صحيح"(۱)

"یہ روایت صحیح معلوم نہیں ہوتی اور قرآنی استخارے کے بارے میں بھی صدر اول کے مسلمانوں سے کوئی معتبر دلیل منقول نہیں اس لئے میرے نزدیک اس سے اجتناب ہی بہتر ہے اور بالخصوص جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے دعائے استخارہ کے ذریعے دیگر چیزوں سے مستغنی کر دیا ہے (تو پھر کوئی عمل کرنے کی کیا ضرورت؟) لہٰذا استخارہ مسنون ہے اور اس کا ثبوت کئی صحیح احادیث سے ملتا ہے۔"

نواب صدیق بن حسن قنوجیؒ قرآنی فال کے حوالہ سے رقمطراز ہیں کہ

"قلت والمعتمد عدم التفاؤل من كتاب الله ولم يرد السلف بطريق يعمد عليها فى هذا الباب ولم يقل به احد من اهل العلم بالحديث واذا كان فتح الفال من التنزيل ممنوعا فكيف بغيره من كثير الانبياء والاولياء والمشائخ"(۲)

"میرے نزدیک قابل اعتماد بات یہی ہے کہ قرآنی فالنامے کی کوئی حقیقت نہیں کیونکہ سلف صالحین سے اس بارے میں کوئی صحیح چیز منقول نہیں اور نہ ہی محدثین نے قرآنی فالنامے کا (کتب احادیث میں) ذکر کیا لہٰذا جب قرآن مجید سے فال نکالنا ممنوع

(۱)[(تفسیر روح المعانی،۲:۵۹)]

(۲)[(ابجد العلوم،۲:۳۹۴)]

ہے تو دیگر نبیوں اور ولیوں وغیرہ کی کتابوں سے فال نکالنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟

مفسر ابن العربیؒ قرآنی فال کے حوالہ سے رقمطراز ہیں کہ

"فان قيل فهل يجوز طلب ذلك في المصحف؟ قلنا لايجوز فانه لم يكن المصحف ليعلم به الغيب انما بينت آياته ورسمت كلماته ليمنع عن الغيب فلا تستشغلوا به ولايتعرض احدكم له"[1]

''اگر یہ سوال کیا جائے تو قرآن مجید سے فال نکالنا جائز ہے یا نہیں؟ تو ہم اس کا یہ جواب دیں گے کہ یہ جائز نہیں کیونکہ قرآن مجید کوئی ایسی چیز نہیں کہ اس کے ذریعے غیبی چیزیں معلوم کی جائیں بلکہ اس کے آیات، کلمات اور جملے بالکل واضح طور پر حصولِ غیب سے منع کرنے والے ہیں لہٰذا قرآن مجید کو ان مقاصد (یعنی فالناموں اور تعویذ گنڈوں) کے لئے استعمال کرنے کی کوشش نہ کرو''۔

قرآنی فال...ایک عجیب واقعہ!

کچھ عرصہ پہلے کسی رسالے میں ایک واقعہ پڑھا تو رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ واقعہ یہ تھا کہ کسی بچی کے اہل خانہ نے اس کا نام ۔۔۔'الٰہ'۔۔۔ رکھ دیا تھا۔ (**معاذ اللہ! استغفر اللہ ونعوذ باللہ!!**) حالانکہ الٰہ تو اللہ رب العزت کا نام ہے جس کا ترجمہ ہے 'معبود' ۔۔۔ اور مسلمانوں کا معبود بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ آخر یہ نام کس طرح رکھا گیا اور کون بدبخت تھا جس نے یہ نام رکھنے کا مشورہ دیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب وہ بچی پیدا ہوئی تو اس کی کسی خالہ نے کہا کہ میں اس کا نام قرآن مجید کی فال نکال کر رکھوں گی۔ چنانچہ اس نے قرآن مجید کھول کر ہاتھ کی انگلی کو اس پر گھمایا اور پھر اسے روک کر آنکھیں کھولیں تو جس لفظ کے اوپر اس کی انگلی رکی تھی وہ یہی 'الٰہ' تھا۔ چنانچہ قرآنی برکت سمجھتے ہوئے یہ نام رکھ لیا گیا!! استغفر اللہ ونعوذ باللہ!!

---

(۱)[(احکام القرآن، ۲:۵۴۵)]

استخارہ کیا ہے؟

''استخارہ''۔۔۔کا لغوی معنی ہے خیر طلب کرنا۔ دراصل یہ ایک دعا ہے جو حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو سکھائی اس لئے کہ وہ کسی اہم معاملہ میں قدم اٹھانے سے پہلے اللہ کے حضور دو رکعت نفل ادا کرنے کے بعد یہ دعا مانگیں تا کہ اس دعا کی برکت سے اس کام میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت و برکت پیدا ہو جائے لہٰذا استخارہ سنت ہے اور اس کا حقیقی فائدہ متقی شخص ہی اٹھا سکتا ہے۔

دعائے استخارہ مع ترجمہ درج ذیل ہے:

''اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاقْدُرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ''(۱)

''یا اللہ! میں تجھ سے تیرے علم کی بدولت خیر طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت کی بدولت تجھ سے طاقت مانگتا ہوں اور تیرے فضل عظیم کا طلبگار ہوں کہ قدرت تو ہی رکھتا ہے اور مجھے کوئی قدرت نہیں، علم تجھ ہی کو ہے اور میں کچھ نہیں جانتا اور تو تمام پوشیدہ باتوں کو خوب جانتا ہے۔ یا اللہ! اگر تو جانتا ہے

(۱)[(صحیح البخاری، کتاب التهجد، باب ما جاء فی التطوع مثنی مثنی ۱۱۶۲)]

کہ یہ کام جس کے لئے استخارہ کیا جا رہا ہے میرے دین، دنیا اور اخروی انجام کے لحاظ سے میرے لئے بہتر ہے تو اسے میرے نصیب میں کر دے اور اس کام کا حصول میرے لئے آسان کر دے۔ اور اس کام میں میرے لئے برکت عطا فرما اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے دین، دنیا اور میرے کام کے انجام کے لحاظ سے برا ہے تو اسے مجھ سے دور کر دے اور مجھے اس کام سے ہٹا دے، پھر جہاں کہیں خیر ہے وہ میرے لئے مقدر فرما دے اور اس سے میرا دل مطمئن فرما دے۔"

دعائے استخارہ کے سلسلہ میں درج ذیل باتیں مدنظر رہیں:

۱۔ دعائے استخارہ سے پہلے دوگانہ (دو نفل) ادا کر لیں۔

۲۔ اس دعا میں جہاں ھذا الامر (یہ کام) کے الفاظ ہیں وہاں اپنے مقصود و مطلوب کام کا نام لیا جائے مثلاً آپ کوئی چیز خریدنا چاہتے ہیں یا سفر کے لئے نکلنا چاہتے ہیں تو اس چیز یا سفر کا نام لے کر دعا کریں کہ یا اللہ اگر یہ چیز یا یہ سفر میرے لئے بہتر ہے تو یہ میرے مقدر میں کر دے۔ اور اگر یہ میرے لئے بہتر نہیں تو مجھے اس سے بچا لے اور جہاں میرے لئے بہتری ہے وہ میرے مقدر میں کر دے۔

۳۔ اگر 'ھذا الامر' کے الفاظ پر اپنی مطلوبہ چیز کی نیت کر لی جائے اور اس چیز کا نام نہ بھی لیا جائے تو پھر بھی کوئی حرج نہیں۔

۴۔ دعائے استخارہ، نماز کے تین ممنوع اوقات کے علاوہ کسی بھی وقت کی جا سکتی ہے۔

۵۔ دعائے استخارہ کے بعد سونا یا رات کے وقت ہی استخارہ کرنا ضروری نہیں۔

۶۔ ضروری نہیں کہ دعائے استخارہ کے بعد کوئی خواب آئے اس لئے کسی خواب کا منتظر نہیں رہنا چاہئے۔

۷۔ مؤمن شخص کی خواب میں بھی راہنمائی ہو جایا کرتی ہے لیکن خواب اور استخارہ لازم وملزوم نہیں۔

۸۔ اگر استخارے کے بعد طبیعت مطلوبہ کام پر مطمئن نہ ہو تو استخارہ بار بار بھی کیا جاسکتا ہے۔

۹۔ کوئی ایسا شرعی و دینی کام۔۔۔ جو فرض یا حرام یا مکروہ کے درجہ میں ہو۔۔۔ اس کے لئے استخارہ نہیں کیا جاتا مثلاً۔۔۔ نماز پڑھنے یا چھوڑنے، روزہ رکھنے یا چھوڑنے۔۔۔ کے لئے استخارہ کرنا حماقت ہے کیونکہ یہ دینی فرائض ہیں جنہیں ادا کرنا ہر بالغ مسلمان پر فرض ہے خواہ یہ طبیعت پر گراں ہوں۔ اس لئے استخارہ صرف انہی امور میں کیا جاتا ہے جو مباح کے درجہ میں ہوں اور مباح سے مراد ایسا کام ہے جس کا کرنا اور نہ کرنا برابر ہو یعنی اس کے کرنے پر بھی کوئی ثواب نہ ہو اور اس کے چھوڑنے پر بھی کوئی گناہ نہ ہو۔ بعض اوقات مستحب معاملات میں بھی استخارہ کرلیا جاتا ہے بشرطیکہ دو مستحب کاموں میں سے کسی ایک کا انتخاب مقصود ہو۔ مزید تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۰۔ استخارے کے بعد اگر مطلوبہ کام کی بجائے کوئی اور کام ہو جائے تو اسے ہی اپنے لئے بہتر سمجھنا چاہئے خواہ بظاہر اس میں کوئی نقصان کا پہلو ہو کیونکہ ممکن ہے کہ جس چیز میں زیادہ نقصان ہو اس سے اللہ تعالیٰ نے بچا کر کم نقصان والی چیز مقدر میں کردی ہو اور ایسا دعائے استخارہ ہی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

۱۱۔ استخارہ صرف وہ شخص کرے جس کا اس استخارے والے معاملے سے براہ راست تعلق ہو، یعنی کسی دوسرے شخص سے اپنے لئے استخارہ نہیں کروانا چاہئے۔

باب 8

علم جفر، علم عدد، علم اسرار الحروف اور حروف ابجد کے استعمال کی شرعی حیثیت

- ☐ علم جفر اور علم اسرار الحروف (وجہ تسمیہ، پس منظر)
- ☐ حروف کے خواص معلوم کرنے کے خودساختہ طریقے
- ☐ لکی نمبر، قسمت نمبر، بیلنس نمبر، سائیکل نمبر....
- ☐ علم اعداد کے ماہرین سے ہماری کچھ گزارشات
- ☐ حروف ابجد کے استعمال کی جائز اور ناجائز صورتیں

علم جفر، علم عدد، اور علم اسرار الحروف

دراصل یہ تمام علوم مختلف حروفِ تہجی (خواہ اردو حروفِ تہجی ہوں یا عربی یا انگریزی یا ہندی یا لاطینی وغیرہ) اور مختلف عددوں مثلاً ۱، ۲، ۳ یا 1,2,3 وغیرہ کے گرد گھومتے ہیں۔ ان سے متعلقہ علوم کی کئی قسمیں ہیں جن سے بعض کا تعلق ان حروف کے مخفی اسرار سے ہے (اگرچہ یہ صاف جھوٹ ہے کہ ان حروف اور اعداد میں کوئی تاثیر، اسرار، یا نشانات ہوتے ہیں جس کی وضاحت آئندہ صفحات میں آ رہی ہے) اور بعض کا تعلق محض گنتی کے استعمال سے ہے خواہ گنتی کا یہ استعمال ظاہری طور پر ہو یا رموزی طور پر۔

اس لحاظ سے علم جفر، علم اسرار الحروف اور علم سیمیا تو تقریباً مترادف ہیں جبکہ 'علم عدد' (یا علم ابجد وغیرہ) ان سے جدا ہے۔ علاوہ ازیں اعداد کو رموز اور شعار وغیرہ کے لئے استعمال کرنا، جائز ہے جبکہ انہی اعداد اور حروف کو مؤثر سمجھ کر تعویذ گنڈے، شگون اور فالنامے وغیرہ کے لئے استعمال کرنا سراسر ناجائز، غیر مشروع اور حرام ہے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

علم جفر:

حاجی خلیفہ علم جفر کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ

"اس سے مراد لوحِ محفوظ (یعنی تقدیر) کے اس علم کا حصول ہے جس میں ماضی اور مستقبل کی جزوی اور کلی معلومات درج ہیں۔ بعض لوگوں کا دعویٰ ہے کہ حضرت علیؓ نے بسط اعظم کی ترتیب سے ایک چمڑے (جفر) پر اٹھائیس (28) حروف لکھے اور ان حروف سے

مخصوص شرائط کے ساتھ کچھ ایسے الفاظ نکالے جو تقدیر کا راز مہیا کرتے ہیں اور پھر یہی علم اہل بیت اور ان سے محبت کرنے والوں کو ورثہ میں حاصل ہوا اور اہل بیت اس علم کو دوسرے لوگوں سے چھپا کر رکھتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان حروف کے اسرار و رموز کو مھدی منتظر (شیعوں کے بقول ان کا بارھواں امام جو کسی غار میں گم ہو گیا تھا) کے سوا کوئی نہیں جانتا''۔ (۱)

معلوم ہوا کہ علم جفر سے مراد 'حروف' کا ایسا علم ہے جس میں ان کے مخفی اسرار کے ساتھ تقدیر کی بابت معلومات حاصل کی جاتی ہیں۔ (۲)

وجہ تسمیہ

اور اسے علم جفر اس لئے کہا جاتا ہے کہ لوگوں کے بقول:

''حضرت علیؓ نے سب سے پہلے ان حروف کو جفر (یعنی چمڑے) پر لکھا تھا''۔ (۳)

علم جفر کے حوالہ سے اردو دائرۃ المعارف میں ہے کہ

''ایک عددی علم ہے جس میں مخفی معانی کی مدد سے واقعات، خصوصاً آنے والے واقعات کی تعبیر یا ان کی اطلاع حاصل کی جاتی ہے۔ یہ کشفی یا باطنی روایت بعض خاص حلقوں میں بڑی مقبول ہوئی۔ خلافت کے لئے بعض حلقوں کی سر توڑ کوشش کے دوران میں جو ابتداء ہی سے باہمی اختلافات سے کمزور ہو گئے تھے اور بالخصوص المتوکل کے عہدِ خلافت میں سخت جبر و تشدد کا شکار بنے رہے۔ ۲۳۷ھ/ ۸۵۱ء میں ایک کشفی اور القائی ادب کا آغاز ہوا۔ یہ ادب مختلف شکلوں میں منظر عام پر آیا جس پر بحیثیت مجموعی جفر کے اسم کا عام اطلاق ہوتا ہے۔ اکثر اس کے ساتھ اسم جامعہ یا صفت جامع کا بھی اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ جفر کا

(۱)[(کشف الظنون، ج۱: ص۵۹۱)]

(۲)[(مزید تفصیل کے لئے دیکھئے المنجد، لسان العرب، تاج العروس بذیل مادہ جفر)]

(۳)[(کشف الظنون، ایضاً)]

رجحان مافوق الفطرت اور کائناتی پیمانے پر رویت عالم کی طرف ہے۔ اپنی ابتدائی صورت میں الہامی نوعیت کے ایسے علم باطنی سے ہٹ کر جو ائمہ یعنی حضرت علیؓ کے وارثوں اور جانشینوں سے مخصوص تھا، اب یہ پیشگوئی کے ایک ایسے طریق کار سے منسوب ہونے لگا جس تک ہر حسب ونسب کے معقول آدمی خصوصاً صوفیاء حضرات کی رسائی ہو سکے''۔ (۱)

اسی طرح 'کتاب الجفر' نامی ایک کتاب بھی اس علم کے حوالے سے لوگوں میں (بالخصوص شیعہ اور صوفیاء میں) معروف ہے جس کے بارے میں یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ فرقہ زیدیہ کے سردار ہارون بن سعید العجلی کے پاس ایک کتاب تھی جس کی اشاعت وہ امام جعفر صادقؒ کی سند پر کیا کرتا تھا اور اس میں مستقبل کی اطلاعات درج تھیں۔ (۲)

مذکورہ اقتباسات سے درج ذیل تضاد بیانیاں واضح ہوتی ہیں کہ

- بعض کے بقول یہ علم حضرت علیؓ سے شروع ہوا جبکہ بعض کے بقول یہ امام جعفر صادق سے شروع ہوا۔

حالانکہ ان میں سے کسی ایک شخصیت تک بھی اس کی کوئی سند یا ثبوت نہیں ملتا بلکہ یہ حضرت علیؓ اور حضرت امام جعفر صادقؒ پر بہتان ہے۔

- بعض لوگوں کے بقول ان حروف کے اسرار کو مھدی منتظر کے سوا کوئی نہیں جانتا جبکہ دیگر لوگوں کے بقول اہل بیت اور صوفیاء اسرار حروف کے ماہر ہیں۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اول تو اس علم کی کوئی سند نہیں اور دوم یہ کہ گنتی یا لغت کے حروف یا قرآنی حروف مقطعات وغیرہ کے بارے میں شریعت نے کوئی اسرار اور راز نہیں بتائے بلکہ ایسا دعویٰ گویا غیب دانی کے دعویٰ کے مترادف ہے اور یہ دینی تعلیمات کے سراسر منافی ہے۔

---

(۱)[اردو دائرۃ المعارف (۳۱۱/۷)]

(۲)[(تفصیل کے لئے دیکھئے، کشف الظنون، ۱:۵۹۱)(اردو دائرۃ المعارف، ۷:۳۱۴)]

آنحضرت ﷺ کی صحیح حدیث ہے کہ

"من اتی عرافا فسأله عن شیئی لم تقبل له صلاة اربعین" (۱)

"یعنی جو شخص کسی عامل کے پاس گیا اور اس سے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا تو اس کی چالیس (40) دنوں کی نماز قبول نہیں کی جاتی۔"

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اس حدیث کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ

"ہر وہ شخص جو علم نجوم، کہانت، رمل اور اس سے ملتی جلتی کسی ایسی چیز سے عمل کرے جس سے 'غیب' کا علم حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، وہ عراف ہے"۔ (۲)

علم الحروف یا علم اسرار الحروف یا علم سیمیا

یہ تینوں تقریباً مترادف المعنی الفاظ ہیں۔ دائرۃ المعارف کے مقالہ نگار کے بقول:

"علم الحروف، جفر کی ایک شاخ (ہے) جس کا شروع میں صحیح مفہوم محض ناموں سے فال نکالنا تھا لیکن بعض باطنی فرقوں میں اس نے ایک ساحرانہ عمل کی شکل اختیار کر لی۔ اس حد تک کہ ابن خلدونؒ نے اسے سیمیا کا نام دیا ہے جو بالعموم سحر حلال (جادو کی ایک قسم White Magic) کے لئے مستعمل ہے۔ یہ علم حروف ھجا، نیز اسماء الحسنٰی اور اسمائے ملائک کے حروف کے سری خواص پر مبنی ہے"۔ (۳)

علم اسرار الحروف کا آغاز

ابن خلدونؒ کے بقول:

"جفر یا علم اسرار الحروف کو سیمیا بھی کہتے ہیں۔ صوفیائے کرام نے یہ لفظ طلسمات سے نقل کر کے اپنے مخصوص علم کے لئے گھڑ لیا ہے۔ اب یہ عام معنی میں مستعمل نہیں بلکہ ایک

---

(۱) [مسلم، کتاب الاسلام، ۲۲۳۰]

(۲) [(مجموع الفتاویٰ، ۱۰۶:۱۸)]

(۳) [(۳۱۱/۱۴)]

مخصوص علم کا نام ہے جس میں اسرار الحروف سے بحث کی جاتی ہے۔ جب سلف صالحین کا خیر والا زمانہ ختم ہوا اور غالی صوفیاء کا دور آیا تو ان کے دلوں میں ایک نئی تمنا نے کروٹ لی اور وہ یہ تھی کہ حجاب حواس پھاڑ کر خلاف معمول کام لوگوں کو دکھائے جائیں اور عالم عناصر میں تصرفات کا مظاہرہ کیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے علم اسرار حروف و اصطلاحات وضع کر کے ایک کتاب میں مرتب کر دیئے۔ ان کے گمان کے مطابق ارواح سماویہ اور روحانیات نجوم اسمائے حسنیٰ کے مظاہر ہیں اور انہی اسماء میں حروف کے اسرار بھرے ہوئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ آغازِ آفرینش سے لے کر آج تک کائنات میں جس قدر گوناگوں تغیرات ہوئے اور قیامت تک جس قدر انقلابات ہوں گے، ان سب کا استخراج ان اسرار حروف سے کیا جاسکتا ہے۔ اسی لئے صوفیاء اسی طرف مائل ہوئے تاکہ غیب کی خبریں بتا کر اپنا بھرم قائم رکھیں۔"(۱)

عربی حروف تہجی کے خواص معلوم کرنے کا طریقہ

اس جھوٹے علم کے دعویدار حضرات عربی حروف تہجی کو چار حصوں میں تقسیم کرتے ہیں جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

۱۔ آتشی حروف: یعنی ایسے حروف جن کی مدد سے سردی اور ٹھنڈک کو کم کیا جاتا ہے یا مزید گرمائش و آتش بھڑکائی جاتی ہے۔ اس کے لئے درج ذیل حروف استعمال کئے جاتے ہیں:

ا، ھ، ط، م، ف، ش، ذ، جن کا مجموعہ اھطم فشذ ہے۔

۲۔ آبی حروف: یعنی ایسے حروف جنہیں ایسی خرابیوں کی پیشگوئی اور مدافعت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جن کا تعلق گرمی سے ہو مثلاً بخار کی مختلف اقسام، نیز

---

(۱)[(مقدمہ ابن خلدون"، ۲: ۴۱۱)]

سردی کے اثر میں اضافہ کرنے کے لئے جہاں اس کی ضرورت درپیش ہو اس عمل کے لئے عامل حضرات درج ذیل حروف استعمال کرتے ہیں:

ج، ز، ک، س، ق، ث، ظ، جن کا مجموعہ جزکس قثظ ہے۔

۳۔ بادی حروف: انہیں بھی مختلف مقاصد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اس میں درج ذیل حروف شامل ہیں:

ب، و، ی، ن، ص، ت، ض، ان کا مجموعہ 'بوین صتض' ہے۔

۴۔ خاکی حروف: اس میں درج ذیل حروف شامل ہیں:

د، ح، ل، ع، ر، خ، غ، جن کا مجموعہ 'دحل عرخغ' ہے۔

اسے بالاختصار درج ذیل جدول سے بھی نمایاں کیا جاتا ہے:

نمبر شمار	کواکب	آتشی	بادی	آبی	خاکی
۱	زحل	ر	ب	ج	د
۲	مشتری	ہ	و	ز	ح
۳	مریخ	ط	ی	ک	ل
۴	سورج	م	ن	س	ع
۵	زہرہ	ف	ص	ق	ر
٦	عطارد	ش	ت	ث	خ
۷	قمر	ذ	ض	ظ	غ

عربی حروف تہجی کی عددی قیمت

مذکورہ حروف تہجی کی عددی قیمت بھی معین کی گئی ہے اگرچہ اس عددی قیمت میں اختلاف بھی پایا جاتا ہے تاہم درج ذیل عددی قیمت کو معیاری خیال کیا جاتا ہے۔

اکائیاں	دہائیاں	سینکڑے	ہزار
الف-1	ی-10	ق-100	غ-1000
ب-2	ک-20	ر-200	
ج-3	ل-30	ش-300	
د-4	م-40	ت-400	
ھ-5	ن-50	ث-500	
و-6	س-60	خ-600	
ز-7	ع-70	ذ-700	
ح-8	ف-80	ض-800	
ط-9	ص-90	ظ-900	

مذکورہ حروف اور ان کی عددی قیمت کے مجموعے کو 'حروفِ ابجد' بھی کہا جاتا ہے۔ اہل عرب نے اٹھائیس حروفِ تہجی کو نو نو حرفوں کے تین متواتر سلسلوں میں تقسیم کر رکھا تھا یعنی پہلے سلسلہ میں الف سے ط تک کو اکائیوں کے لئے، دوسرے سلسلہ میں ی سے ص تک دہائیوں کے لئے اور تیسرے سلسلہ میں ق سے ظ تک سینکڑوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ البتہ ہزار کے لئے صرف ایک حرف یعنی 'غ' مقرر تھا۔ علاوہ ازیں ان تمام حروف کو درج ذیل مجموعہ جات میں تقسیم کر رکھا تھا:

ابجد، ھوز، حطی، کلمن، سعفص، قرشت، ثخذ، ضظغ

یہ اہل مشرق کے وضع کردہ مجموعہ جات ہیں جبکہ اہل مغرب کے وضع کردہ مجموعہ جات اس سے قدرے مختلف ہیں اور وہ درج ذیل ہیں:

ابجد، ھوز، حطی، کلمن، صعفض، قرست، ثخذ، ظغش

اہل عرب کے ہاں یہ حروف اور ان کے عددی اشارے (یا قیمتیں) روایتی طور پر چلے آتے ہیں جبکہ ان کے آغاز کی تاریخ اور پس منظر قطعی طور پر معلوم نہیں۔ اس سلسلہ میں بعض نے کہا ہے کہ مدین کے چھ بادشاہ گزرے ہیں جنہوں نے ان مجموعہ جات کو اپنے ناموں کے لئے وضع کیا تھا۔ بعض کے بقول یہ مختلف دیوتاؤں کے نام ہیں، بعض کے بقول یہ ہفتے کے دنوں کے نام ہیں، اس کے علاوہ بھی کئی توجیہات منقول ہیں لیکن یہ سب افسانوی بیانات ہیں۔

عامل حضرات ان اعداد کو اس طرح استعمال کرتے ہیں کہ سائل کا نام، اس کے والد کا نام اور بسا اوقات اس کی تاریخ پیدائش وغیرہ بھی معلوم کی جاتی ہے پھر اس کے نام کے حروف کی عددی قیمت نکال کر جمع کیا جاتا ہے اور اس کے بعد حسبِ سوال کبھی دو پر کبھی تین یا پانچ یا بارہ پر تقسیم کیا جاتا ہے، پھر تقسیم سے باقی بچنے والے اعداد کے، اپنی طرف سے جواب مقرر کر رکھے ہوتے ہیں۔

انگریزی حروفِ تہجی سے خواص معلوم کرنے کا طریقہ

علم جفر کے دعویدار ہر قوم میں پائے جاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ہر زبان کے حروفِ تہجی اور اعداد کی مناسبت سے لوگوں کی قسمت، اخلاق و کردار وغیرہ معلوم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ انگریزی میں اس کے لئے درج ذیل چارٹ استعمال کیا جاتا ہے:

1	2	3	4	5	6	7	8	9
A	B	C	D	E	F	G	H	I
J	K	L	M	N	O	P	Q	R
S	T	U	V	W	X	Y	Z	

یعنی جب بھی J,A اور S کا عدد نکالنا ہوگا تو وہ '1' نکالا جائے گا اسی طرح T-K-B

اکائیاں	دہائیاں	سینکڑے	ہزار
الف-1	ی-10	ق-100	غ-1000
ب-2	ک-20	ر-200	
ج-3	ل-30	ش-300	
د-4	م-40	ت-400	
ھ-5	ن-50	ث-500	
و-6	س-60	خ-600	
ز-7	ع-70	ذ-700	
ح-8	ف-80	ض-800	
ط-9	ص-90	ظ-900	

مذکورہ حروف اور ان کی عددی قیمت کے مجموعے کو 'حروفِ ابجد' بھی کہا جاتا ہے۔ اہل عرب نے اٹھائیس حروفِ تہجی کو نو نو حرفوں کے تین متواتر سلسلوں میں تقسیم کر رکھا تھا یعنی پہلے سلسلہ میں الف سے ط تک کو اکائیوں کے لئے، دوسرے سلسلہ میں ی سے ص تک دہائیوں کے لئے اور تیسرے سلسلہ میں ق سے ظ تک سینکڑوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ البتہ ہزار کے لئے صرف ایک حرف یعنی 'غ' مقرر تھا۔ علاوہ ازیں ان تمام حروف کو درج ذیل مجموعہ جات میں تقسیم کر رکھا تھا:

ابجد، ہوز، حطی، کلمن، سعفص، قرشت، ثخذ، ضظغ

یہ اہل مشرق کے وضع کردہ مجموعہ جات ہیں جبکہ اہل مغرب کے وضع کردہ مجموعہ جات اس سے قدرے مختلف ہیں اور وہ درج ذیل ہیں:

ابجد، ہوز، حطی، کلمن، صعفض، قرست، ثخذ، ظغش

میں سے کوئی حرف استعمال ہو تو اس کے لئے 2 کا عدد تصور کیا جائے گا۔ اسے سمجھنے کے لئے درج ذیل مثال پر غور کریں:

''فرض کریں کہ ہمیں ایک مشہور نام ''لنڈن بینس جانسن'' کا عددی ارتعاش معلوم کرنا ہے چنانچہ اس کے لئے سب سے پہلے اس کے مساوی حروف کے مساوی اعداد جمع کیجئے۔ یہ نام اس طرح لکھا جائے گا نیچے مساوی اعداد بھی درج ہیں۔

LYNDON	BAINES	JOHNSON
375 4 6 5	219551	16 8 516 5

ان اعداد کا مجموعہ 85 ہے جسے اگر مختصر کیا جائے یعنی 5+8 تو 13 جمع ہوئے۔ اب اسے مزید مختصر کیا جائے یعنی (3+1) تو چار (4) جواب آیا۔ گویا مسٹر جانسن کا سائیکل نمبر 4 ہے جس سے اس کی زندگی کے ارتعاش یا زیروبم کا بخوبی پتہ لگایا جاسکتا ہے''۔[1]

گویا اس طرح ہر نام کا اختصار کر کے ایک عدد نکالا جاتا ہے جسے اس شخص کا سائیکل نمبر قرار دیا جاتا ہے اور ان سائیکل نمبروں کی تعداد ایک (1) سے نو (9) تک ہے اور ہر سائیکل نمبر کے تحت اس کی خاصیات یعنی قسمت کا مکمل حال درج کر دیا جاتا ہے اور اسی کا نام 'علم جفر' وغیرہ ہے۔

بیلنس نمبر

بیلنس نمبر، سائیکل نمبر ہی کی مزید اختصاری شکل سے حاصل ہوتا ہے یعنی مذکورہ نام (لنڈن بینس جانسن) کے حامل شخص کا بیلنس نمبر اس طرح نکالا جاتا ہے کہ اس کے نام کے تین ٹکڑے کر لئے جائیں یعنی (1) لنڈن (2) بینسن (3) جانسن اور ہر ٹکڑے کا صرف پہلا حرف لے کر اس کا نمبر نکالا جائے یعنی لنڈن (LYNDON) کا L، بینس (BAINES) کا B اور جانسن (JOHNSON) کا J:

(۱) [(پراسرار اعداد، مترجم اظہر کلیم، ۸)]

اب......

L	=	3
B	=	2
J	=	1
+	=	6

حاصل ہوا۔

پھر سائیکل نمبر ہی کی طرح بیلنس نمبر بھی ایک سے نو (9) تک مقرر ہیں اور ہر ایک بیلنس نمبر میں تقدیر و قسمت اور اخلاق و کردار سے متعلقہ کچھ چیزیں ذکر کر دی جاتی ہیں۔

لکی (قسمت) نمبر

بیلنس نمبر کے علاوہ ایک قسمت نمبر بھی معروف ہے اور اسے نکالنے کا طریقہ بھی ان سے ملتا جلتا بتایا جاتا ہے مثلاً کسی شخص کا قسمت نمبر معلوم کرنا ہو تو اس کی مکمل تاریخ پیدائش معلوم کریں مثلاً کسی شخص کی تاریخ پیدائش اگر 27 اگست 1908 ہے تو اب یہ دیکھئے کہ اگست سال کا کون سا مہینہ ہے؟ معلوم ہوا کہ یہ آٹھواں مہینہ ہے لہٰذا:

مہینہ	=	8
تاریخ	=	27
سال	=	1908
ان سارے اعداد کا مجموعہ	=	1943

اب ان اعداد کو پہلے ہی کی طرح جمع کریں یعنی

17=3+4+9+1

اور 17 کو مزید مختصر کیا یعنی 7+1=8

تو معلوم ہوا کہ ان صاحب کا قسمت نمبر 8 ہے۔

پھر بیلنس اور سائیکل نمبر کی طرح قسمت نمبر بھی 1 سے 9 تک ہیں جن میں ہر قسمت کے نمبر کے تحت قسمت کا حال درج کر دیا جاتا ہے۔

اسی طرح 'ماہانہ نمبر'، 'سالانہ نمبر'، خوش نصیبی نمبر، زندگی کا سپیشل نمبر وغیرہ جیسے کئی اور نمبر بھی مقرر کیے گئے ہیں اور ان میں بھی ایک سے نو تک مختلف اعداد نکال کر ان سے 'لوحِ محفوظ' دیکھنے کی کوشش کی جاتی ہے!

از راہِ اختصار اسی پر اکتفا کرتے ہوئے اب ہم ان نمبروں کا شرعی نکتہ نگاہ سے جائزہ لیتے ہیں:

ہماری گزارشات

۱۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اس علم میں واضح طور پر 'غیب' جاننے کی کوشش کی جاتی ہے اور قرآن وسنت میں وضاحت کے ساتھ یہ بات بیان کر دی گئی ہے کہ "اللہ کے سوا کوئی غیب دان نہیں"۔

۲ قرآن وسنت میں کہیں بھی اس علم کی 'مذکورہ افادیت' بیان نہیں کی گئی بلکہ اگر اس علم کی واقعی کوئی ایسی وقعت اور حیثیت ہوتی تو آنحضرت ﷺ اپنے سفر، جہاد، دعوت وتبلیغ وغیرہ جیسے ہر اہم کام میں اسے بروئے کار لاتے حالانکہ آپ ﷺ کی زندگی بلکہ صحابہ کرام، تابعین عظام، محدثین ومفسرین کرام وغیرہ میں سے کسی شخص سے ایسی کوئی بات منقول نہیں لہٰذا یہ ناجائز اور غیر مشروع 'علم' ہے۔

۳۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر اس طرح کے علوم سے تقدیر کا پیشگی علم حاصل کیا جا سکتا ہوتا تو ہمیں بار ہا تقدیر پر ایمان لانے اور اس پر صبر کرنے کی تلقین نہ کی جاتی بلکہ اس کے برعکس ایسے کسی علم کے حصول کی رغبت دلائی جاتی تا کہ ہم اپنی زندگی میں تمام معاملات کو پیشگی معلوم کر کے فائدہ اٹھاتے۔

۴- اگر یہ کوئی حتمی اور قطعی علم ہوتا تو کم از کم اس علم کے دعویداروں میں اختلاف اور تضاد نہ ہوتا لیکن اس علم پر مشتمل کتابیں پڑھنے سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی عدد کے خواص ایک صاحب کے نزدیک کچھ اور ہیں اور دوسرے صاحب کے نزدیک کچھ اور۔

۵- بلکہ بعض اوقات تو ایک ہی مصنف کی باتوں میں مطابقت دکھائی نہیں دیتی۔ ایک شخص کے قسمت نمبر میں الگ خصوصیات دکھائی جاتی ہیں اور 'خوش قسمتی نمبر' میں اس کے برعکس۔ جبکہ قسمت او خوش قسمتی میں کوئی ایسا فرق نہیں کہ جدا جدا بیان کیا جائے۔ اسی طرح سائیکل نمبر، بیلنس نمبر اور قسمت نمبر وغیرہ تمام کا تعلق تقدیر سے ہے لیکن انہیں الگ الگ نمبروں اور خاصیتوں میں بیان کیا جاتا ہے حالانکہ ہر شخص کی ایک ہی 'تقدیر' ہے جو پیدائش سے بھی پہلے اللہ تعالیٰ نے طے کر رکھی ہے جبکہ 'پراسرار حروف' کے دعویداروں کے نزدیک انسان کی کئی الگ الگ تقدیریں دکھائی دیتی ہیں۔

۶- اس پر بھی طرفہ تماشا یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا 'قسمتی نمبر' برا ہو تو وہ اپنا نام تبدیل کر لے اور اس طرح نام کی تبدیلی سے اس کا 'قسمت نمبر' بھی تبدیل ہو جائے گا حالانکہ یہ چیز محال ہے اس لئے کہ جو کچھ تقدیر میں لکھا جا چکا ہے اسے اللہ تعالیٰ کے سوا دنیا کی کوئی طاقت تبدیل نہیں کر سکتی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿لکل اجل کتاب یمحوا اللہ ما یشاء و یثبت و عندہ ام الکتاب﴾

"ہر مقررہ چیز کی مدت لکھی جا چکی ہے، اللہ تعالیٰ جو چاہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہے قائم رکھتا ہے اور لوحِ محفوظ اسی کے پاس ہے"۔ (الرعد، ۳۸-۳۹)

۷- یہ بات اس طرح بھی ناممکن ہے کہ اگر ان حروف کے ساتھ ہر شخص اپنی تقدیر کا

حال معلوم کر سکتا ہو تو دنیا میں کوئی بدقسمت یا دکھوں، تکلیوں کا شکار دکھائی ہی نہ دے گا بلکہ ہر شخص ایسا نام رکھنے کی کوشش کرے گا جس کے عدد خوش قسمتی کی علامت ہوں۔

۸۔ اگر کسی عدد میں 'بادشاہ' بنانے کی تاثیر ہو تو پھر ہر شخص ہی بادشاہ بننے کی کوشش کرے گا۔ اب بتلایئے کہ اگر بالفرض صرف ایک ملک میں 100 آدمی بادشاہ بننے کے لئے اپنا نام اس عدد کے مطابق کر لیں تو ان میں سے بادشاہ کون بنے گا؟

۹۔ اس علم پر یقین کرنے والے بھی عجیب احمق ہیں کہ یہ ایسے لوگوں کو جن کا عدد ناموافق ہو ہر دم احتیاط کی تاکید کرتے ہیں حالانکہ اگر ان کے بقول اگر نام کی تبدیلی سے عدد کی تبدیلی اور عدد کی تبدیلی سے قسمت کی تبدیلی ممکن ہے تو پھر یہ 'احتیاط' کی نصیحت کیوں فرماتے ہیں؟ نام کی تبدیلیاں کر کے لوگوں کی قسمتوں کو تبدیل کرتے رہیں بلکہ بغیر کسی خرچے کے ہر بدقسمت گھر بیٹھے ہی خوش قسمت بن جائیں اور نہ کسی ڈاکٹر حکیم کی ضرورت رہے نہ کسی ہسپتال کی ضرورت رہے، نہ محافظوں، سپاہیوں اور فوج کی ضرورت رہے بلکہ نہ دنیا میں کوئی پریشانی رہے اور نہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کی ضرورت رہے!!!

۱۰۔ علم جفر کے ذریعے عملیات کے لئے بسا اوقات تاریخ پیدائش کا جاننا (ان کے نزدیک) ضروری ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اگر کسی کو اپنا تاریخ و پیدائش یاد نہ ہو تو پھر کیا کیا جائے گا؟ کیونکہ بہت سے لوگوں کو اپنی تاریخ پیدائش یاد نہیں ہوتی (اگرچہ بعض نام نہاد عاملوں نے اس کے بھی کئی من گھڑت طریقے وضع کر رکھے ہیں لیکن ان کی بھی کوئی حقیقت نہیں)

حروفِ ابجد کے استعمال کی شرعی حیثیت

یہ تو ثابت ہو چکا ہے کہ کسی حرف یا عدد میں کوئی ایسی چیز نہیں ہوتی جس کے ذریعے کسی انسان کی قسمت، اخلاق یا غیبی حقائق معلوم کیے جاسکیں البتہ اگر ان حروف اور اعداد کو مختلف رموز، کنائے اور اشارہ جات (Code Word) کے لئے استعمال کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں مثلاً حروفِ ابجد ہی سے یہ بات سمجھئے کہ بعض اساتذہ امتحانی نمبر لگانے کے لئے طالب علم کا امتحان لیتے ہوئے اس کے سامنے اس کے نمبر لگا دیتے ہیں لیکن اس طالب علم کو بالکل معلوم نہیں ہوتا کہ میرے نمبر کتنے ہیں کیونکہ استاد حروفِ ابجد کے ذریعے نمبر لگاتا ہے اور شاگرد حروفِ ابجد کے استعمال کو نہیں جانتا ہوتا۔ مثلاً کسی طالب کے نمبر اگر بیاسی (82) لگانے ہوں تو 82 کی جگہ استاد، ف اور ب (فب) ڈال دے گا کیونکہ ف کی عدد قیمت اسی (80) اور ب کی دو (2) ہے۔

اسی طرح جنگوں میں بعض ایسے کلمات، حروف اور اعداد استعمال ہوتے ہیں جنہیں صرف مخصوص افراد ہی سمجھ سکتے ہیں کیونکہ دوسرے لوگوں کے سامنے وہ محض کوئی حرف، عدد یا عام لفظ ہے لیکن اسے پہچاننے والے ان کے ذریعے مخصوص لوگوں تک اپنا کوئی پیغام پہنچا رہے ہوتے ہیں۔ اسی طرح قرآنِ مجید میں حروفِ رموز واوقاف استعمال کئے جاتے ہیں مثلاً ج، ز، ط، لا، وغیرہ اور ان کا مقصود قرآنِ مجید کے ابتدائی یا آخری صفحات میں ذکر کر دیا جاتا ہے کہ 'ج' وقف جائز کی علامت ہے، 'ط' وقف مطلق کی علامت ہے...... وغیرہ وغیرہ۔ گویا ان قواعد کو ایک ہی مرتبہ لکھ دیا جاتا ہے اور جہاں کہیں ان میں سے کسی قاعدے اور اصول کا اطلاق ہو وہاں اس سے متعلقہ رمزیہ حرف، ج، ز، ط، وغیرہ ڈال دیا جاتا ہے۔ اور ایسا کرنے میں شرعی اعتبار سے کوئی مضائقہ نہیں۔

حروف ابجد کے استعمال کی ایک ناجائز صورت!

بعض لوگ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مکمل لکھنے کی بجائے ان کے اعداد نکال کر محض (۷۸۶-786) لکھ دیتے ہیں اور اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر کسی کاغذ پر پوری بسم اللہ لکھ دی جائے تو عین ممکن ہے کہ اس کاغذ کو ردی کی ٹوکری یا زمین وغیرہ پر پھینک دیئے جانے سے بسم اللہ کی توہین ہو لہٰذا اس توہین سے بچانے کے لیے بسم اللہ کے اعداد یعنی '۷۸۶' لکھ دیا جاتا ہے حالانکہ یہ بسم اللہ کی توہین ہے کہ اسے اس طرح اعداد کی صورت میں لکھا جائے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی سنت سے یہی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے جب بھی خطوط لکھوائے ان پر پوری بسم اللہ تحریر کروائی اور ایسے کئی خطوط کافر بادشاہوں کی طرف بھی روانہ کیے گئے بلکہ ایران کے کسریٰ 'خسرو پرویز' کا تو واقعہ مشہور ہے کہ اس بدبخت نے آپ ﷺ کا نامہ مبارک چاک کر دیا تھا۔ اگرچہ حضور نبی اکرم ﷺ کو بھی اندیشہ ہوگا کہ کہیں کوئی کافر بسم اللہ کی توہین نہ کرے لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے بسم اللہ کی جگہ اعداد نہیں لکھوائے جبکہ آپ ﷺ کے عہد مبارک میں عرب کے ہاں اعداد کا طریقہ بھی مروج تھا۔ اس لئے قرآنی آیات اور مسنون وظائف و ادعیہ کو من و عن اسی طرح پڑھا لکھا جائے جس طرح کہ یہ قرآن و حدیث کی صورت میں محفوظ ذرائع کیساتھ ہم تک منتقل ہوئی ہیں۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ بسم اللہ کو ۷۸۶ (786) کی صورت (اعداد) میں لکھنا ہندووانہ (اثرات یا) سازش کا نتیجہ ہے اس لئے کہ ہندوؤں کے ایک معبود کرشن کے نام کا نعرہ 'ہرے کرشنا' ہے اور اس کے اعداد کا مجموعہ بھی 786 ہے۔ اور اسی طرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے اعداد کا مجموعہ بھی 786 بنتا ہے! گویا ہندو 786 لکھ کر 'ہرے کرشنا' سے فریاد رسی کرتے ہیں اور بعض مسلمان بھی غیر شعوری طور پر ان کے معبود سے مدد مانگ کر گویا شرک کا ارتکاب کرتے ہیں!!

باب 9

علم رمل اور اس کی شرعی حیثیت

علم رمل اور اس کی شرعی حیثیت

'رمل'۔۔۔عربی زبان کا لفظ ہے جس کا لغوی معنی 'ریت' ہے اور اسے علم رمل اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کی مدد سے ریت پر کچھ نشانات لگا کر غیبی باتیں معلوم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور عامل لوگ یہ عمل ریت پر کیا کرتے تھے تو اسی مناسبت سے اسے 'علم رمل' کہا جانے لگا۔

حاجی خلیفہ اس علم کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ

"وهو علم يعرف به الاستدلال على احوال المسئلة حين السوال باشكال الرمل وهي اثنا عشر شكلا على عدد البروج واكثر مسائل هذا الفن امور تخمينه مبنية على التجارب فليس بتمام الكفاية"(۱)

"یعنی یہ ایک ایسا علم ہے جس میں بوقتِ سوال کسی مسئلہ کی نوعیت کے مطابق ریت پر مختلف شکلیں بنائی جاتی ہیں اور ان سے اس مسئلہ کو معلوم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ آسمانی بروج کے مطابق بارہ شکلیں ہوتی ہیں۔ اس علم کے مسائل محض ایسے اندازوں پر مشتمل ہوتے ہیں جو تجربے سے حاصل ہوتے ہیں لیکن یہ علم کوئی فائدہ نہیں دیتا۔"

اسی طرح نواب صدیق بن حسن فرماتے ہیں کہ

"اس علم کے اکثر و بیشتر مسائل تخمینی اور تجربے پر مبنی ہوتے ہیں جو مخفی امور میں یقین کے لئے مفید اور کفایت کے لئے مسلّم نہیں ہوتے"۔(۲)

---

(۱)[(کشف الظنون،۱:۹۱۲)]

(۲)[(ابجد العلوم،۲:۲۹۴)]

علم رمل کا استعمال

ابن خلدونؒ اس سلسلہ میں رقمطراز ہیں کہ

''اس علم کا خلاصہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے نقاط سے چار مرتبوں والی شکلیں وضع کی ہیں جو مراتب زوجیت وفردیت میں مختلف ہوتی ہیں اور متفق بھی چنانچہ انہوں نے سولہ شکلیں وضع کی ہیں جو یہ ہیں:
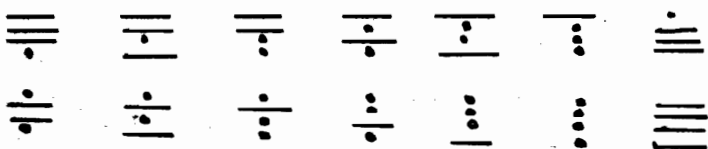
ہر شکل کا ایک خاص نام ہے اور ہر ایک شکل کے مخصوص منسوبات ہیں اور تاروں کی طرح کوئی سعد ہے کوئی نحس۔ انہوں نے ان شکلوں کے اپنے زعم کے مطابق 16 گھر مقرر کئے ہیں گویا یہ 16 خانے بارہ تو فلکی بروج ہیں اور چار اوتاد ہیں اور ہر شکل ایک خانہ سے مخصوص ہے اور ہر خانہ مخصوص عالم عناصر پر دلالت کرتا ہے۔ غرضیکہ انہوں نے علم نجوم کے مقابلہ میں اسی طرح ایک مخصوص فن ایجاد کر لیا ہے اور نجوم ہی کی طرح اس سے غیب کی باتیں معلوم کرتے ہیں۔۔۔۔

۔۔۔۔جب رمال اپنے زعم باطل میں کسی غیب کی خبر معلوم کرنا چاہتے ہیں تو کاغذ یا ریت یا آٹا لیتے ہیں اور نقاط کی چار سطریں بناتے ہیں۔ اسی طرح چار چار سطریں بنا کر 16 سطریں کر لیتے ہیں۔ پھر ہر سطر کے نقاط کو 2 سے تقسیم کر لیتے ہیں۔ اگر تقسیم پوری ہو جاتی ہے تو جفت (-) ورنہ طاق (٠) رکھ دیتے ہیں۔۔۔۔ اس طرح ہر سطر سے ایک مرتبہ اور ہر چار سطروں سے ایک مکمل شکل بن جاتی ہے اور 16 شکلوں سے چار شکلیں بن جاتی ہیں جن کو امہات کہا جاتا ہے۔ اس طرح زائچہ کی 16 شکلیں مکمل ہو جاتی ہیں پھر پندرھویں

شکل کے نقطہ کی رفتار سے سعادت ونحوست کا حکم لگاتے ہیں خواہ شکل یا خانہ جس میں شکل واقع ہے، بذاتِ خود سعد ونحس ہو!''۔ (۱)

علاوہ ازیں ابن خلدون اس پر تنقید کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

''لیکن یہ صنعت جیسا کہ آپ نے غور کیا ہوگا محض دعویٰ ہی دعویٰ اور صرف ڈھکوسلہ ہی ہے''۔ (۲)

گذشتہ اقتباسات سے معلوم ہوا کہ علم رمل فضول اندازوں اور تخمینوں پر مبنی ہے اور حقائق سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ علاوہ ازیں اس علم کا ماہر بھی وہی ہوسکتا ہے جو نجومی بھی ہو کیونکہ اس کا علم نجوم سے گہرا تعلق ہے جبکہ علم نجوم کی شرعی حیثیت اس سے پہلے واضح ہو چکی ہے کہ وہ نا قابل اعتبار، ممنوع اور حرام ہے۔ اسی طرح علم رمل بھی فضول ہے۔ دورِ حاضر میں علم رمل نے کئی عجیب شکلیں اختیار کر رکھی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مختلف دعاؤں اور قرآنی سورتوں کو ملا کر رملی (عامل) حضرات یہ عمل کرتے ہیں اور گویا اس طرح وہ عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم قرآنی اور روحانی عمل کر رہے ہیں!!

اس سلسلے میں اردو دائرۃ المعارف میں ''علم رمل'' کا مقالہ نگار لکھتا ہے کہ

''ایک نابالغ لڑکے کو پاک ریت پر کھڑا کیا جائے جس پر کسی کا پاؤں نہ پڑا ہو، ریت پر آیت الکرسی اور معوذتین پڑھ کر دم کیا جائے اور پھر یہ دعا پڑھی جائے:

''اللهم انی اسئلک بکل اسم دعاک به احد من خلقک قائما او قاعدا او راکعا او ساجدا فی السموات والارض او فی البحر او فی البر و بین منی و عرفات وعندالمقام وبیتک الحرام فی خلاء او فی ملاء فی ظلمات اللیل او فی ضوء النهار فسمعت دعاء ہ و کشفت بلاء ہ اسئلک ان ترینی حاجتی فی هذه الخطوط بحول بینک و قوة انک علی کل شیئ قدیر''۔ (۳)

---

(۱) [(مقدمہ ابن خلدون، ۱: ۳۲۱، ۳۲۲)] (۲) [(ایضاً)]

(۳) [واضح رہے کہ یہ دعا خود ساختہ ہے قرآن وحدیث میں اس کا کوئی ثبوت نہیں (راقم)]

۔۔۔۔۔جب یہ دعا پڑھ چکے تو ریت پر انگلی سے نقطے بناتا جائے مگر انہیں گنا نہ جائے، اگر نقطے اچھی طرح نمایاں نہ ہوں تو انہیں برابر کر کے از سر نو شروع کیا جائے۔عمل کے لئے ریت کا پاک ہونا اور لڑکے کے جسم پر زخم کا نشان نہ ہونا ضروری ہے۔عمل مرد اور عورت دونوں کے لئے کیا جا سکتا ہے' جس دن پانی برس رہا ہو یا تیز ہوا چل رہی ہو اس دن عمل نہ کیا جائے۔عمل کرنے کا وقت صبح سے ظہر تک ہے،عصر تک منع ہے،ضرورتاً شام کی نماز تک جائز ہے''۔(۱)

علم رمل کی شرعی حیثیت

بعض رمالیوں (عاملوں) کا کہنا ہے کہ علم رمل شرعی نکتہ نگاہ سے جائز ہے بلکہ ایک نبی کی سنت بھی ہے لہٰذا اس علم سے استفادہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس دلیل کا جائزہ لینے سے پہلے یہ بات واضح رہے کہ واقعتاً بعض صحیح احادیث میں یہ ذکر ملتا ہے کہ کسی نبی کو اللہ تعالیٰ نے یہ علم سکھایا تھا مثلاً حضرت معاویہ سلمیؓ سے مروی ہے کہ

''میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! ﷺ ہم لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں اور ہم میں سے بعض لوگ کاہنوں (عاملوں) کے پاس جاتے ہیں۔۔؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''ان کے پاس نہ جایا کرو''۔

میں نے کہا کہ

''ہم میں سے بعض لوگ بدشگونی لیتے ہیں؟''

آپ ﷺ نے فرمایا کہ

''یہ ایسی چیز ہے جو انسان کے دل میں اچانک پیدا ہوتی ہے لیکن جب ایسا (برا) خیال آئے تو اس کے مطابق عمل نہ کرو''۔

---

(۱)[اردو دائرۃ المعارف (ص،۳۱۸ ج ۱۴)]

میں نے کہا کہ

''بعض لوگ علم رمل سے (خط کھینچ کر) عمل کرتے ہیں؟''

آپ ﷺ نے فرمایا کہ

''کان نبی من الانبیاء یخط فمن وافق خطه فذاک''

''نبیوں میں سے ایک نبی ایسے تھے جو خط کھینچا کرتے تھے، جس شخص کا خط ان کے خط کے موافق ہو تو وہ درست ہوسکتا ہے''۔ (۱)

اس حدیث میں اگرچہ واضح طور پر علم رمل کو حرام نہیں کہا گیا لیکن آپ ﷺ کا بیان اس کی حرمت وممانعت ہی کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کی وضاحت کے لئے چند ائمہ سلف کے اقوال ملاحظہ کیجئے:

❶ اس حدیث کی تشریح میں امام نووی رقمطراز ہیں کہ

''اس حدیث کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ جس شخص کا خط اس نبی کے خط کے موافق ہو جائے تو پھر یہ علم اس کے لئے جائز ہے لیکن ہمیں یقینی طور پر کیسے علم ہوگا کہ اس شخص (رمالی) کا خط اس نبی کے خط کے موافق ہے؟ چونکہ اس کا کوئی ذریعہ نہیں لہٰذا یہ علم (رمل) ناجائز ہے اور آپ ﷺ کا مقصود بھی اس کی حرمت کی طرف اشارہ کرنا تھا لیکن آپ ﷺ نے واضح طور پر اسے حرام اس لئے نہ کہا کہ کہیں کوئی شخص اس سے یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ وہ نبی کسی حرام کام کا ارتکاب کرتے تھے۔ (حاشا وکلا ہرگز ایسا نہیں ہے) اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے اگر کسی کا خط اس نبی کے موافق ہو تو پھر ٹھیک ہے لیکن تمہیں تو اس نبی کے خط کا علم ہی نہیں''۔ (۲)

---

(۱)[مسلم، کتاب المساجد، باب تحریم الکلام فی الصلاۃ، ۵۳۷) (مسند احمد، ۲: ۳۹۴) (بیہقی، ۲: ۲۵۰)]
(۲)[شرح مسلم للنووی، ۵: ۲۶)]

گویا اہل عرب کو چیلنج کیا گیا کہ اگر اس علم کی کوئی سند اور دلیل تمہارے پاس ہے تو اسے پیش کرو مگر ان میں سے کوئی ایک رملی (عامل) بھی اس کی دلیل پیش نہ کرسکا تو آج یہ کوئی دلیل کیسے پیش کر سکتے ہیں!!

لہٰذا یہ علم اب جھوٹ ہی پر مبنی ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں اور ان کی باتوں پر یقین کرنا سب حرام اور باطل ہے اور اس علم کے نام پر 'دھندہ' کرنے والے بھی حرام خور ہیں!!!

باب 10

جادو کی حقیقت واقسام اور متعلقہ مسائل

- جادو کی اقسام (حقیقی اور مجازی جادو)
- شعبدہ بازی، ہپناٹزم رمسمریزم مراقبہ اور یوگا
- جادو کیسے سیکھا اور کیا جاتا ہے؟
- جادو کرنا، کروانا اور سیکھنا کفر ہے!
- جادو کی حرمت وکفر سے متعلقہ صحیح احادیث

جادو کی حقیقت

'جادو'۔۔اردو زبان کا معروف لفظ ہے، عربی میں اس کے لئے لفظ۔۔ 'سحر'۔۔۔استعمال ہوتا ہے جس کا لغوی معنی ہے دھوکہ دینا، حیلہ کرنا، فریفتہ کرنا، حقیقت سے پھیرنا، باطل کو حق کی صورت میں ظاہر کرنا، کسی چیز کو ایسا ملمع ساز کر کے پیش کرنا کہ دیکھنے والے حیران و ششدر رہ جائیں۔ (۱)

اصطلاحی طور پر اس کی تعریف اہل علم نے مختلف انداز میں پیش کی ہے مثلاً

۱- حافظ ابن قیم کے نزدیک جادو کی تعریف یہ ہے کہ

"السحر هو مركب من تاثيرات الارواح الخبيثة وانفعال القوى الطبيعة عنها" (۲)

"یعنی جادو مختلف خبیث روحوں سے ترکیب پانے والی ایک ایسی چیز ہے جس سے انسانی طبیعت متاثر ہو جاتی ہے"۔

۲- ابن قدامہ حنبلی رقمطراز ہیں کہ

"وهو عقد و رقى و كلام يتكلم به او يكتبه او يعمل شيئا يؤثر في بدن المسحور او قلبه او عقله من غير مباشرة له وله حقيقة فمنه مايقتل وما يمرض....." (۳)

(۱)[(تفصیل کے ملاحظہ ہو، لسان العرب، النہایۃ لابن الاثیر، القاموس المحیط، المعجم الوسیط، معجم مقاییس اللغۃ، تہذیب اللغۃ، محیط المحیط بذیل مادہ سحر)]

(۲)[(زاد المعاد، ۱۱۵)] (۳)[(المغنی، ۲۹۹)]

''جادو ان تعویذ گنڈوں اور دم درود، والے کلمات کا نام ہے جنہیں پڑھا، یا لکھا جاتا ہے یا جادوگر اس کے ذریعے جادوئی عمل کرتا ہے جس کی وجہ سے کسی شخص کا جسم، دل و دماغ اسے چھوئے بغیر متاثر ہو جاتا ہے اور جادو حقیقی تاثیر بھی رکھتا ہے جس کی وجہ سے کسی شخص کو قتل یا بیمار بھی کیا جا سکتا ہے، نامرد بھی کیا جا سکتا ہے اور میاں بیوی کے درمیان جدائی بھی ڈالی جا سکتی ہے اور مرد و زن کے درمیان محبت یا نفرت بھی جادو کے زور سے ڈالی جا سکتی ہے۔ یہ امام شافعی کا قول ہے۔''

۳۔ امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ

''جادو کا تعلق ہر اس کام کے ساتھ ہوتا ہے جس کا سبب مخفی ہو اور اسے اس کی حقیقت سے ہٹا کر پیش کیا جائے اور دھوکہ دہی اس میں نمایاں ہو''۔ (۱)

۴۔ اس کی ایک تعریف یہ بھی کی گئی ہے:

''ہر وہ چیز جس کا ماخذ اور بنیاد انتہائی لطیف اور دقیق ہو، اصطلاحی طور پر جادو کہلاتی ہے۔'' (۲)

۵۔ اس کے علاوہ ایک تعریف یہ بھی ہے:

''مختلف الفاظ کا ایسا مجموعہ جس کے ذریعے غیر اللہ کی تعظیم کی جائے اور کائنات کی تقدیر غیر اللہ کی طرف منسوب کی جائے، جادو کہلاتا ہے''۔ (۳)

گزشتہ تعریفات سے معلوم ہوا کہ اہل عرب کے ہاں جادو (لفظِ سحر) ایک وسیع مفہوم کے لئے استعمال ہوتا تھا جس میں ہر وہ چیز شامل تھی جس کے ذریعے دیکھنے

---

(۱)[(المصباح المنیر، ص۲۶۸)]

(۲)[(لسان العرب، المعجم الوسیط، المنجد بذیل مادہ س ح ر)]

(۳)[(احکام القرآن لابن العربی، ۱:۳۱)]

والوں کو مسحور یا حیران کر دیا جائے گویا اس وسیع مفہوم کے پیش نظر آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ

"ان من البیان لسحرا"[1]

"بعض انداز گفتگو بھی جادوئی اثر رکھتے ہیں۔۔۔"

یعنی مخاطب کو گفتگو کا ایسا طریقہ حاصل ہے جس کے ذریعے وہ سامع کو حیران کن حد تک متاثر کر دیتا ہے حالانکہ اگر کسی اچھے مقصد کے لئے ایسا زور بیان یا حسن انداز اختیار کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

جادو کی اقسام

عربی میں سحر کے وسیع تر مفہوم کے پیش نظر بعض اہل علم نے جادو کی بہت سی اقسام ذکر کی ہیں مثلاً امام راغب اصفہانی نے تقریباً چار قسمیں بیان کی ہیں یعنی

۱۔ دھوکہ دہی، تخیلات و توہمات پر مبنی ہوتا ہے جس میں کوئی شعبدہ باز ہاتھ کی صفائی سے نظروں کو حقیقت سے پھیر دیتا ہے یا چغل خور ملمع سازی کے ذریعے صحیح باتوں کو سننے سے روک دیتا ہے۔

۲۔ شیطانوں کا کسی بھی طرح تقرب حاصل کر کے ان سے مدد لے کر کیا جائے۔

۳۔ تیسری قسم وہ ہے جو عوام کے ہاں معروف ہے یعنی ایسا علم جس کے ذریعے صورتوں اور طبیعتوں کو بدلا جا سکتا ہے مثلاً انسان کو گدھا بنا کر دکھایا جاتا ہے۔

۴۔ ایسی صورت جو انتہائی لطیف و دقیق ہو۔[2]

امام رازی ان سے بھی زیادہ تفصیل میں چلے گئے ہیں اور انہوں نے جادو کی تقریباً آٹھ مختلف قسمیں بیان کی ہیں۔ حافظ ابن کثیر انہیں بالتفصیل ذکر کرنے کے

(۱)[(بخاری، ۵۱۴۶)(سنن ابی داؤد، ۵۰۰۷)(جامع الترمذی، ۲۰۲۸)(احمد، ۲:۱۶)]

(۲)[(تفصیل کے ملاحظہ ہو، مفردات القرآن بذیل مادہ سحر)]

بعد فرماتے ہیں کہ

''امام رازی نے ان میں بعض ایسی قسمیں داخل کر دی ہیں جن کا دارومدار محض باریک بینی پر ہے''۔ (حقیقت میں انہیں جادو قرار نہیں دیا جا سکتا) کیونکہ سحر یعنی جادو لغوی طور پر ہر اس چیز کو شامل ہے جو نہایت لطیف اور مخفی سبب والی ہو''۔ (۱)

اگر غور کیا جائے تو جادو کی بنیادی طور پر دو ہی قسمیں معلوم ہوتی ہیں:

۱- حقیقی جادو ۲- مجازی جادو

1 حقیقی جادو

اس سے مراد جادو کی وہ قسم ہے جس کے ذریعے فی الواقع کسی انسان کو جسمانی تکلیف پہنچائی جا سکتی ہے حتی کہ اس جادو کے ذریعے مطلوبہ شخص کو قتل بھی کیا جا سکتا ہے، مریض بھی کیا جا سکتا ہے، خوفزدہ اور غمزدہ بھی کیا جا سکتا ہے، کسی مرد اور عورت میں محبت یا نفرت بھی پیدا کی جا سکتی ہے، رشتہ دار، اعزاء واقرباء میں ناچاقی اور اختلاف بھی پیدا کیا جا سکتا ہے۔

اس کی تفصیل سے پہلے یہ بات ذہن نشین رہے کہ مذکورہ جادوئی مقاصد کا حصول کفر وشرک اور ناجائز ہونے کے باوجود کوئی آسان کام نہیں کہ ہر جادوگر ان مقاصد کے حصول تک رسائی رکھتا ہو بلکہ اکثر وبیشتر جادوگر برائے نام جادوگر ہوتے ہیں لیکن وہ اپنی دوکانداری چلانے کے لئے کوئی نہ کوئی حربہ اختیار کر لیتے ہیں مثلاً بعض جادوگر کسی کاغذ کے تعویذ کے ساتھ زہر کا سپرے کر کے اپنے گاہک کے حوالہ کر دیتے ہیں اور گاہک اپنے مطلوبہ شخص کو وہ تعویذ کسی نہ کسی طرح پلا دیتا ہے جس سے وہ شخص مر جاتا ہے یا سخت مریض ہو جاتا ہے۔ اب گاہک سمجھتا ہے کہ یہ جادوگر کے جادوئی تعویذ کا اثر ہے جبکہ اسے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس جادوگر نے اس پر زہر کی پان چڑھائی تھی وگرنہ یہی کام تو وہ (گاہک) خود بھی کر سکتا تھا!

(۱) [(ص، ۲۱۷ تا ۲۲۰ ج ۱)]

قرآنِ مجید اور حقیقی جادو!

قرآنِ مجید میں ساٹھ سے زیادہ مقامات پر جادو کے حوالے سے ذکر ملتا ہے جن میں سے بعض کا تعلق 'سحر حقیقی' سے اور اکثر و بیشتر کا تعلق 'سحر مجازی' سے ہے۔ جادو کی حقیقی قسم کے لحاظ سے ایک مثال درج ذیل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو نہایت عالی شان حکومت اور عظیم الشان سلطنت سے نواز رکھا تھا حتیٰ کہ آپ وہ واحد حکمران اور پیغمبر تھے جنہیں تمام انسانوں، جنوں، پرندوں، ہواؤں اور دیگر مخلوقات پر حکومت عطا کی گئی تھی اور یہ تمام چیزیں آپ کے تابع فرمان کر دی گئی تھیں لیکن آپ کی وفات کے بعد بعض لوگوں نے یہ مشہور کر دیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جادوگر تھے اور جادو کے زور سے حکومت کیا کرتے تھے۔

آنحضرت ﷺ کے دور میں بھی یہودیوں کا یہی نکتہ نظر تھا جس کی تردید کے لئے اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرۃ کی درج ذیل آیات نازل فرمائیں۔

﴿واتبعوا ما تتلوا الشياطين على ملك سليمان وما كفر سليمان ولكن الشياطين كفروا يعلمون الناس السحر وما انزل على الملكين ببابل هاروت و ماروت وما يعلمان من احد حتى يقولا انما نحن فتنة فلا تكفر فيتعلمون منهما ما يفرقون به بين المرء وزوجه وما هم بضارين به من احد الا باذن الله ويتعلمون ما يضرهم ولا ينفعهم.......﴾ (البقرہ،۱۰۱،۱۰۲)

''اور وہ اس چیز کے پیچھے لگ گئے جسے شیاطین (حضرت) سلیمان علیہ السلام کی حکومت میں پڑھتے تھے، سلیمان نے تو کفر نہ کیا تھا بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا، وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے اور بابل میں ہاروت ماروت، دو فرشتوں پر جو اتارا

گیا تھا وہ دونوں بھی کسی شخص کو اس وقت تک نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو ایک آزمائش میں ہیں، تو کفر نہ کر! پھر (بھی) لوگ ان سے وہ سیکھتے جس سے خاوند بیوی، میں جدائی ڈال دیں اور دراصل وہ بغیر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ یہ لوگ وہ سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان پہنچائے اور نفع نہ پہنچا سکے"۔

مذکورہ آیات سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

۱- حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور میں جادو کا وجود تھا۔

۲- حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت وسلطنت جادو کے زور پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے قائم ہوئی تھی۔

۳- حضرت سلیمان علیہ السلام جادوگر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ایک برگزیدہ پیغمبر تھے۔

۴- جادو پھیلانے والے شیطان تھے۔

۵- ھاروت اور ماروت نامی دو فرشتوں (بعض کے بقول دو آدمیوں) کو بھی کسی خاص مقصد کے لئے یہ علم سکھایا گیا تھا۔

۶- جادو سیکھنا، یا جادوئی عمل کرانا کفر ہے۔

۷- جادو کے ذریعے لوگوں کو جسمانی طور پر اذیت پہنچائی جا سکتی ہے۔

۸- اگر اللہ کی مشیت ہو تو جادو نقصان دیتا ہے ورنہ ہرگز نہیں۔

۹- جادو کا مقصد ہمیشہ برا ہی ہوتا ہے، کبھی کسی اچھے مقصد کے لئے جادوگر جادو نہیں کرتا۔

۱۰- میاں بیوی میں جدائی ڈالنا شیطان کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل ہے۔

ان آیات میں جادو کی وہ قسم بیان کی گئی ہے جس سے فی الواقع انسانی جسم متاثر ہو کر تکلیف اٹھا سکتا ہے۔

احادیث اور حقیقی جادو

بعض صحیح احادیث میں اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر جادو ہو گیا تھا جیسا کہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ

''بنی زریق کے ایک شخص یہودی لبید بن اعصم نے رسول اللہ ﷺ پر جادو کر دیا تھا اور اس کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کسی چیز کے متعلق خیال کرتے کہ آپ نے وہ کام کر لیا ہے حالانکہ آپ ﷺ نے وہ کام نہ کیا ہوتا۔ ایک دن یا (راوی نے بیان کیا کہ) ایک رات آنحضرت ﷺ یہاں تشریف رکھتے تھے اور مسلسل دعا کر رہے تھے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا عائشہ! تمہیں معلوم ہے اللہ سے جو بات میں پوچھ رہا تھا، اللہ نے اس کا جواب مجھے دے دیا۔ میرے پاس دو (فرشتے حضرت جبریل اور حضرت میکائیل) آئے، ایک میرے سر کی طرف کھڑا ہو گیا اور دوسرا میرے پاؤں کی طرف، ایک نے اپنے دوسرے ساتھی سے پوچھا: ان صاحب کی بیماری کیا ہے؟ دوسرے نے کہا ان پر جادو ہوا ہے۔ اس نے پوچھا کہ کس نے جادو کیا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا کہ لبید بن اعصم نے، پہلے نے پوچھا: کس چیز میں؟ دوسرے نے جواب دیا کہ کنگھے اور سر کے بال میں جو نر کھجور کے خوشے میں رکھے ہوئے ہیں۔ پہلے نے سوال کیا اور یہ جادو ہے کہاں؟ دوسرے نے جواب دیا کہ زروان کے کنویں میں۔۔۔

پھر آنحضرت ﷺ اس کنویں پر اپنے چند صحابہ کے ساتھ تشریف لے گئے اور جب واپس آئے تو فرمایا عائشہ! اس کا پانی ایسا (سرخ) تھا جیسے مہندی کا نچوڑ ہوتا ہے اور اس کے کھجور کے درختوں کے سر (اوپر کا حصہ) شیطان کے سروں کی طرح تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے اس جادو کو باہر کیوں نہیں کر دیا؟

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے عافیت دے دی، اس لئے میں مناسب نہیں سمجھا کہ اب میں خواہ مخواہ لوگوں میں اس برائی کو پھیلاؤں۔ پھر آنحضرت ﷺ نے اس جادو کا سامان (کنگھی بال وغیرہ) اسی میں دفن کرا دیا"۔ (۱)

اس حدیث کے بارے میں علماء کی آراء

۱- امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ

جب آنحضرت ﷺ سے جادو، دور ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ

"ان اللہ شفانی"

"یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا عطا فرما دی ہے" اور شفا اسی وقت ہوتی ہے جب کوئی مرض اور بیماری موجود ہو، پھر وہ ختم ہو جائے تو اسے شفا کہا جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فی الواقع آپ پر جادو کا اثر ہوا تھا اور قرآن و حدیث سے واضح طور پر جادو کے ثبوت پر قطعی دلائل موجود ہیں اور اسی پر اہل علم کا اجماع ہے۔ البتہ معتزلہ وغیرہ کا، جادو کی حقیقت سے انکار کرنا، ناقابل اعتبار ہے کیونکہ صحابہ کرام اور تابعین عظام میں سے کسی نے بھی جادو سے انکار نہیں کیا اور یہ جادو ان کے دور میں بلکہ اس سے بھی بہت پہلے سے موجود اور معروف تھا"۔ (۲)

۲- حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کی شرح میں امام رازی کے حوالہ سے رقمطراز ہیں کہ

---

(۱)[(صحیح البخاری، کتاب الطب، باب السحر، ۵۷۶۳) (مسند احمد، ٦: ٩٦،٦٣،٥٧) (مستدرك حاكم، ٤: ٣٦٠) (مصنف ابن ابی شیبة، ٨: ٢) (المعجم الكبير، ٥٠١٦) (طبقات ابن سعد، ٢: ١٩٩) (مجمع الزوائد، ٦: ٢٨٩) (شرح مشكل الآثار، ٥٩٣٥)]

(۲)[(تفسیر قرطبی، ۲:۴٦)]

''بعض اہل بدعت نے اس حدیث کو اس خیال کی بناء پر رد کر دیا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر جادو کا اثر ہونا منصب نبوت کے منافی ہے۔ ان کے زعم باطل میں ایسی تمام احادیث مردود ہیں جن میں آپ ﷺ کا جادو سے متاثر (مریض) ہونا مذکور ہے کیونکہ اہل بدعت یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ان روایات کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر کئی شرعی مسائل متاثر ہوتے ہیں مثلاً اس بنیاد پر ممکن ہے کہ آپ نے یہ خیال کیا ہو کہ آپ جبریل علیہ السلام کو دیکھ رہے ہیں جبکہ فی الحقیقت جبریل کو نہ دیکھ رہے ہوں یا آپ سمجھ رہے ہوں کہ وحی نازل ہو رہی ہے اور فی الحقیقت اس وقت آپ پر کوئی وحی نازل نہ ہو رہی ہو۔۔۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ یہ تمام اعتراضات مردود ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے آسمانی پیغام کی تبلیغ میں آپ ﷺ منجانب اللہ معصوم عن الخطا ہیں اور آپ نے پوری سچائی کے ساتھ اللہ کا پیغام پہنچا دیا جیسا کہ بے شمار معجزات آپ کی صداقت پر گواہ ہیں لہٰذا ان گواہوں اور دلائل کے برخلاف کسی چیز (اعتراض) کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ آنحضرتؐ اپنے بعض ایسے دنیاوی معاملات میں جادو کی وجہ سے متاثر ہوئے جن کا آپ کے منصب رسالت سے کوئی تعلق نہ تھا اور جسمانی طور پر جادو سے متاثر ہونا ایسے ہی ہے جیسے دیگر امراض سے آپ متاثر ہوتے تھے۔ لہٰذا دنیاوی امور کے حوالہ سے تو یہ تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ آپ کو کوئی خیال پیدا ہوتا ہو کہ ایسا ہوا ہے جبکہ فی الواقع ویسا نہ ہوا ہوتا لیکن دینی معاملات میں آپ کے معصوم عن الخطاء ہونے کی وجہ سے یہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ آپ دینی معاملات میں بھی جادو سے متاثر ہوئے ہوں''۔ (۱)

۳۔ حافظ ابن قیمؒ آنحضرتؐ پر ہونے والے جادو اور اس کے علاج کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ ''بعض لوگوں نے اس چیز کا انکار کیا ہے کہ آنحضرتؐ پر جادو نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ عیب و نقص ہے لیکن ان کا دعویٰ غلط ہے اس لیے کہ آپ پر جادو ہوا۔ اس کی مثال

---

(۱) [(فتح الباری، ۱۰:۲۲۶)]

اسی طرح ہے جیسے آنحضرتؐ دیگر جسمانی امراض میں مبتلا ہوا کرتے تھے اور یہ بھی ایک مرض ہے۔ نیز جس طرح آپ کو زہر کی تکلیف پہنچی تھی، اسی طرح جادو سے بھی آپ کو جسمانی تکلیف پہنچی جیسا کہ بخاری و مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ پر جادو ہوا اور آپ کو یہ محسوس ہوتا تھا کہ آپؐ اپنی بیویوں کے پاس گئے ہیں مگر فی الواقع ایسا نہیں ہوتا تھا اور یہ جادو کی سب سے زبردست صورت ہے۔"(۱)

دور حاضر میں بھی بعض لوگوں نے ایسی روایات سے انکار کرنے کی کوشش کی ہے جن میں آنحضرتؐ پر جادو ہونے کا بیان ہے۔ گویا ان کے نزدیک آنحضرتؐ کا مسحور (جادو سے متاثر) ہونا محال اور شان نبوت کے خلاف ہے لیکن یہ بات غلط اور محض عقلی خیال ہے جس کی بنیاد پر صحیح احادیث کی تکذیب و تردید کرنے کی کوشش کی جاتی ہے!

اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ کا مسحور ہونا بھی مذکور ہے مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

"فاذا حبالهم وعصيهم يخيل اليه من سحرهم انها تسعى فاوجس في نفسه خيفة موسىٰ قلنا لاتخف انك انت الاعلىٰ" (طہٰ ۶۶ تا ۶۸)

"اب تو موسیٰ کو یہ خیال گزرنے لگا کہ ان کی رسیاں اور لکڑیاں ان کے جادو کے زور سے بھاگ دوڑ رہی ہیں پس موسیٰ نے اپنے دل ہی دل میں ڈر محسوس کیا۔ ہم نے فرمایا کچھ خوف نہ کر یقیناً تو ہی غالب اور برتر رہے گا۔"

اس سے معلوم ہوا کہ واقعی حضرت موسیٰ جادوگروں کے جادو سے متاثر و خوفزدہ ہو گئے تھے اور اگر وہ اس جادو سے خوفزدہ نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کو یہ بات کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ "اے موسیٰ! ڈرو نہیں تم ہی غالب آؤ گے" لہٰذا جب یہ بات قرآن مجید سے ثابت ہے کہ حضرت موسیٰ جیسے اولوالعزم پیغمبر بھی مسحور ہو گئے تھے تو حضور اکرمؐ کے مسحور ہونے کو تسلیم کرنے میں کیا مانع ہے؟

(۱) [زاد المعاد (۱۱۳/۴ تا ۱۱۴)]

علاوہ ازیں ایسے لوگوں کو سوچنا چاہئے کہ اگر وہ احادیث کا محض اس بنیاد پر انکار کردیں کہ نبی اکرمؐ پر جادو نہیں ہوسکتا تھا تو کیا پھر مذکورہ قرآنی آیات کا بھی انکار کردیں گے کیونکہ ان میں بھی حضرت موسیٰ پر جادو چل جانے کا ذکر ہے؟!

البتہ یہ اعتراض کہ ''اگر نبی کا مسحور ہونا تسلیم کیا جائے تو اس سے لازم آئیگا کہ آپؐ سے اس حالت میں وحی سننے اور پہنچانے میں بھول چوک ہوسکتی ہے اور جبکہ آپؐ نے من وعن وحی ہم تک پہنچادی ہے لہذا آپؐ پر جادو نہیں ہوا ہے۔'' یہ اعتراض بھی خود ساختہ ہے کیونکہ جادو کا اثر آپؐ کے جسم پر ہوا تھا نہ کہ منصب نبوت پر۔ علامہ مودودیؒ اس کی توضیح اس طرح فرماتے ہیں کہ

> ''اس جادو کا اثر نبیؐ پر ہوتے ہوتے پورا ایک سال لگا، دوسری ششماہی میں کچھ تغیر مزاج محسوس ہونا شروع ہوا، آخری چالیس دن سخت اور آخری تین دن زیادہ سخت گزرے۔ مگر اس کا زیادہ سے زیادہ جو اثر حضورؐ پر ہوا وہ بس یہ تھا کہ آپؐ گھلتے چلے جارہے تھے۔ کسی کام کے متعلق خیال فرماتے کہ وہ کرلیا ہے مگر نہیں کیا ہوتا تھا۔ اپنی ازواج کے متعلق خیال فرماتے کہ آپؐ ان کے پاس گئے ہیں مگر نہیں گئے ہوتے تھے۔ اور بعض اوقات آپ کو اپنی نظر پر بھی شبہ ہوتا تھا کہ کسی چیز کو دیکھا ہے مگر نہیں دیکھا ہوتا تھا۔ یہ تمام اثرات آپ کی ذات تک محدود رہے حتی کہ دوسرے لوگوں کو یہ معلوم تک نہ ہوسکا کہ آپؐ پر کیا گزر رہی ہے۔ رہی آپؐ کے نبیؐ ہونے کی حیثیت تو اس میں آپؐ کے فرائض کے اندر کوئی خلل واقع نہ ہونے پایا۔ کسی روایت میں یہ نہیں کہ اس زمانے میں آپ قرآن کی کوئی آیت بھول گئے ہوں یا کوئی آیت آپؐ نے غلط پڑھ ڈالی ہو یا اپنی صحبتوں میں اور اپنے وعظوں اور خطبوں میں آپ کی تعلیمات کے اندر کوئی فرق واقع ہو گیا ہو یا کوئی ایسا کلام آپؐ نے وحی کی حیثیت سے پیش کردیا ہو جو فی الواقع آپؐ پر نازل نہ ہوا ہو یا آپؐ سے نماز چھوٹ گئی ہو اور اس کے متعلق بھی کبھی آپؐ نے سمجھ لیا ہو کہ پڑھ لی ہے مگر پڑھی نہ ہو۔

ایسی کوئی بات معاذاللہ پیش آجاتی تو دھوم مچ جاتی اور پورا ملک عرب اس سے واقف ہوجاتا کہ جس نبی کو کوئی طاقت چت نہ کرسکتی تھی اسے ایک جادوگر کے جادو نے چت کردیا لیکن آپؐ کی حیثیت نبوت اس سے بالکل غیر متاثر رہی اور صرف اپنی ذاتی زندگی میں آپؐ اپنی جگہ اسے محسوس کرکے پریشان ہوتے رہے۔''(۱)

(۱)[تفہیم القرآن (ج۶ص۵۵۴۔۵۵۵)]

② مجازی جادو

اس سے مرو جادو کی وہ قسمیں ہیں جن میں حقیقی طور پر کسی چیز کو متاثر یا بدلا نہیں جاسکتا البتہ دیکھنے والوں کو یہ دھوکہ دیا جاتا ہے کہ فلاں چیز فی الواقع بدل گئی ہے یا کسی ساکن چیز کو متحرک یا متحرک کو ساکن کر کے دکھا دیا جاتا ہے۔ اسی طرح کسی چھوٹی چیز کو بڑا اور بڑی چیز کو چھوٹا دکھایا جاتا ہے۔

جادو کی مجازی قسموں میں جادوگر شرکیہ منتر پڑھ کر دیکھنے والوں کی آنکھیں، سننے والوں کے کان، سوچنے اور سمجھنے والوں کے دل و دماغ کو اپنے جادو سے اس حد تک متاثر کرسکتا ہے کہ پھر جادوگر اپنے مخاطب سے جو کہے وہ بھی وہی کہتا ہے اور اسے جو دکھائے اسے بھی وہی نظر آتا ہے۔ سحر مجازی کی مزید تفصیلات سے پہلے ہم قرآن مجید سے اس کا ثبوت پیش کیے دیتے ہیں۔

قرآن مجید اور مجازی جادو

قرآن مجید میں حضرت موسیٰ کے حوالے سے مختلف مقامات پر جادو کی اس قسم کا ذکر ملتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کے دور میں جادو، زوروں پر تھا اور ہر طرف بڑے بڑے جادوگر پائے جاتے تھے۔ حضرت موسیٰ کو اس دور کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ نے ایسے معجزات عطا فرمائے جن کے ذریعے بڑے بڑے جادوگروں کو شکست دی جاسکے مثلاً آپ کی لاٹھی اللہ کے حکم سے اژدھا بن جاتی تھی۔ اسی طرح آپ اپنا ہاتھ بغل میں دبانے کے بعد باہر نکالتے تو وہ سورج کی طرح روشن اور چمکدار ہو جاتا تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے

عطا کردہ معجزات تھے مگر آپ کے دور کے فرعون اور اس کے حواریوں نے یہ سمجھا کہ آپ بھی جادوگروں کی طرح ایک جادوگر ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰؑ فرعون کے دربار میں دعوت حق لے کر پہنچے تو اس نے کہا:

”قال ان كنت جئت باية فات بها ان كنت من الصادقين فالقٰى عصاه فاذا هى ثعبان مبين ونزع يده فاذاهى بيضاء لناظرين قال الملاء من قوم فرعون ان هذالساحر مبين يريد ان يخرجكم عن ارضكم فماذا تأمرون “(الاعراف۔١٠٦تا١١٠)

”فرعون نے کہا: اگر آپ کوئی معجزہ لے کر آئے ہیں تو اس کو پیش کیجئے، اگر آپ سچے ہیں!! آپ نے اپنا عصا ڈال دیا تو دفعتاً وہ صاف ایک اژدھا بن گیا اور اپنا ہاتھ باہر نکالا تو وہ یکا یک سب دیکھنے والوں کے روبرو بہت ہی چمکتا ہوا ہو گیا۔قوم فرعون میں جو سردار تھے انہوں نے کہا کہ واقعی یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے، یہ چاہتا ہے کہ تم کو تمہاری سرزمین سے باہر کردے تو تم لوگ کیا مشورہ دیتے ہو۔“

عموماً کسی جادوگر کا توڑ اس سے بڑا جادوگر ہی کرتا ہے اور فرعونوں نے چونکہ آپ کو دیگر جادوگروں کی طرح ایک زبردست جادوگر خیال کیا تھا اس لیے انہوں نے عام فارمولے کے تحت دوسرے جادوگروں کے ذریعہ آپ کا جادو توڑنے کے لیے فرعون اکبر کو یہ مشورہ دیا کہ

”قالو ارجه واخاه وارسل فى المدائن حاشرين ياتوك بكل ساحر عليم وجاء السحرة فرعون قالوان لنا لاجراان كنا نحن الغالبين قال نعم وانكم لمن المقربين “(الاعراف١١١تا١١٤)

”انہوں نے کہا کہ آپ ان کو اور ان کے بھائی کو مہلت دیجئے اور شہروں میں ہرکاروں کو بھیج دیجئے تاکہ وہ ہر ماہر جادوگروں کو آپ کے پاس لا کر حاضر کردیں۔(پھر) وہ جادوگر

فرعون کے پاس حاضر ہوئے کہنے لگے کہ اگر ہم غالب آئے تو کیا ہم کو کوئی بڑا صلہ ملے گا؟
فرعون نے کہا ہاں اور تم مقرب لوگوں میں داخل ہو جاؤ گے۔"

اس کے بعد حضرت موسیٰ اور جادوگروں کے درمیان کھلے میدان میں جو مقابلہ ہوا قرآن مجید نے اسے اس انداز میں بیان کیا ہے:

"قالو یاموسیٰ اماان تلقی واما ان نکون نحن الملقین قال القوا فلما القوا سحروا اعین الناس واسترھبوھم وجاؤوا بسحر عظیم واوحینا الی موسیٰ ان الق عصاک فاذا ھی تلقف مایافکون فوقع الحق وبطل ماکانوا یعملون فغلبوا ھنالک وانقلبوا اصاغرین والقی السحرۃ ساجدین قالو امنا برب العالمین رب موسی وھارون قال فرعون امنتم بہ قبل ان اذن لکم ان ھذا لمکر مکرتموہ فی المدینۃ لتخرجوا منھا اھلھا فسوف تعلمون لاقطعن ایدیکم وارجلکم من خلاف ثم لاصلبنکم اجمعین قالوا انا الی ربنا منقلبون وماتنقم منا الا ان امنا بایات ربنا لماجائتنا ربنا افرغ علینا صبرا وتوفنا مسلمین "(الاعراف ۱۱۵ تا ۱۲۶)

"ان ساحروں نے عرض کیا کہ اے موسیٰ! خواہ آپ (کچھ) پیش کریں یا ہم پیش کریں؟ (موسیٰ) نے فرمایا کہ تم ہی (کچھ) پیش کرو۔ جب انہوں نے پیش کیا، تو لوگوں کی نظر بندی کردی اور ان پر ہیبت غالب کردی اور ایک طرح کا بڑا جادو دکھلایا اور ہم نے موسیٰ کو حکم دیا کہ اپنا عصا ڈال دیجئے سو عصا کا ڈالنا تھا کہ اس نے ان کے سارے بنے بنائے کھیل کو نگلنا شروع کردیا۔ پس حق ظاہر ہوگیا اور انہوں نے جو کچھ بنایا تھا سب جاتا رہا، پس وہ لوگ اس موقع پر ہار گئے اور خوب ذلیل ہو کر پھرے اور وہ جو ساحر تھے سب سجدہ میں گر گئے اور کہنے لگے کہ ہم ایمان لائے رب العالمین پر جو موسیٰ اور ھارون کا بھی رب ہے۔ فرعون کہنے لگا کہ تم موسیٰ پر ایمان لائے ہو بغیر اس کے کہ میں تم کو

اجازت دوں؟ بے شک یہ سازش تھی جس پر تمہارا اس شہر میں عمل درآمد ہوا ہے، تاکہ کہ تم سب اس شہر سے یہاں کے رہنے والوں کو باہر نکال دو۔ سو اب تم کو حقیقت معلوم ہو جاتی ہے۔ میں تمہارے لیے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا۔ پھر تم سب کو سولی پر لٹکا دوں گا۔ انہوں (ایمان لے آنے والے جادوگروں) نے جواب دیا کہ کہ ہم (مرکر) اپنے مالک ہی کے پاس جائیں گے۔ اور تو نے ہم میں کون سا عیب دیکھا ہے بجز اس کے ہم اپنے رب کے احکام پر ایمان لے آئے، جب وہ ہمارے پاس آئے۔ اے ہمارے رب! ہمارے اوپر صبر کا فیضان فرما اور ہماری جان اسلام پر نکال۔''

مذکورہ آیات میں سحر مجازی کے حوالے سے سب سے اہم بات یہ ہے کہ جادوگروں نے لوگوں کی آنکھوں اور خیالات پر جادو کر دیا تھا جس کی وجہ سے جادوگروں کی پھینکی ہوئی رسیاں اور لاٹھیاں جو فی الواقع ساکن و منجمد تھیں، جادو کی وجہ سے متحرک نظر آنے لگیں۔ علاوہ ازیں یہ لوگوں کے خیالات پر جادو کا اثر تھا کہ انہیں وہ لاٹھیاں اور رسیاں متحرک ہونے کے ساتھ ساتھ، سانپ بھی معلوم ہونے لگیں جبکہ فی الواقع وہ سانپ ہرگز نہیں تھیں۔

اسی طرح قرآن مجید کی درج ذیل آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ کی آنکھوں پر بھی جادو ہو گیا تھا۔ ارشادی باری تعالیٰ ہے کہ

''فاذا حبالهم وعصيهم يخيل اليه من سحرهم انها تسعى فاوجس في نفسه خيفة موسىٰ قلنا لاتخف انك انت الاعلى ''(طٰهٰ ٦٦ تا ٦٨)

پھر ان کے جادو کے اثر سے (حضرت موسیٰ) کو ایسے معلوم ہوتا تھا کہ ان کی رسیاں اور لاٹھیاں یکدم دوڑنے لگیں ہیں۔ یہ دیکھ کر موسیٰ اپنے دل میں ڈر گئے۔ ہم نے (وحی کے ذریعے) انہیں کہا: ڈرو مت! غالب تم ہی رہو گے۔''

شعبدہ بازی!

شعبدہ بازی سے مراد جادو کی وہ مجازی صورتیں ہیں جن میں ہاتھ کی صفائی کا عمل زیادہ ہوتا ہے۔ یعنی اس میں کچھ ایسے کرتب اور کرشمے دکھائے جاتے ہیں جن سے دیکھنے والے دھوکہ کھا جاتے ہیں حالانکہ ان شعبدوں کی تکنیکی مہارت حاصل کر کے ہر شخص اس طرح کے کرتب، کرشمے اور شعبدے دکھا سکتا ہے۔ اب تو اس موضوع پر بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں، جن میں تکنیکی فارمولوں کی بنیاد پر شعبدہ بازی کے گر سکھائے جاتے ہیں اور کوئی بھی عقلمند آدمی انہیں سیکھ کر عجیب وغریب شعبدے دکھا سکتا ہے۔

بطور مثال راقم ایک دلچسپ واقعہ ذکر کئے دیتا ہے۔

ایک مرتبہ ایک جادوگر لوگوں کا مجمع باندھے اپنے کرتب دکھا رہا تھا کہ ہم بھی وہاں سے گذرتے ہوئے ذرا رک کر دیکھنے لگے۔ دریں اثنا جادوگر نے اپنا دستی رومال زمین پر پھیلایا اور اپنے خالی ہاتھ لہرا کر عوام کو باور کرایا کہ میرے پاس کچھ نہیں مگر میں اس رومال کو اپنے عمل کے ذریعہ جلا کر راکھ کر دوں گا۔ لہذا کوئی شخص اس رومال کا یا میرا جائزہ اور تلاشی لینا چاہے تو لے سکتا ہے۔ وہ یہ کہتے ہوئے دائیں بائیں ٹہلتا رہا اور منہ ہلا کر یہ ظاہر کرتا رہا کہ وہ کوئی وظیفہ (جادو) کر رہا ہے۔ اسی اثنا میرا ایک دوست رومال کے قریب گیا اور کچھ جائزہ لینے کے بعد واپس آ گیا۔ کافی دیر گذر گئی مگر جادوگر اپنے دعوے کے مطابق رومال کو جلا نہ سکا بلکہ اب تو جادوگر کے چہرے سے پریشانی کے آثار دکھائی دینے لگے اور لوگ بھی اس کا مذاق اڑانے لگے کہ لگاؤ آگ۔۔۔۔، کرو جادو۔۔۔۔، دکھاؤ کرتب۔۔۔۔!!

لیکن جب رومال جوں کا توں پڑا رہا تو لوگوں کا ہجوم منتشر ہو گیا اور سب اسے گالیاں بکتے اور برا بھلا کہتے چل دیئے۔ بعض لوگ کہہ رہے تھے کہ یہ جھوٹا ہے، کسی کا کہنا تھا کہ ابھی اسے جادو میں مہارت نہیں، تاہم جتنے منہ اتنی باتیں لیکن بعد میں ہمارے دوست نے یہ راز فاش کیا کہ اس نام نہاد جادوگر کے پاس 'فاسفورس' (کیمیکل مادہ) تھا جسے اس نے رومال پر پھینک دیا تھا مگر جونہی میں نے اسے دیکھا تو چپکے سے اسے اٹھا لیا اور اسی فاسفورس کے ذریعے رومال کو آگ لگنی تھی لیکن جب فاسفورس مادہ ہی نہ رہا تو جادوگر آگ کیسے لگاتا۔

دراصل فاسفورس ایک جلنے والا مادہ ہے لیکن جب تک یہ گیلی جگہ میں رہے، اسے آگ نہیں لگتی اور جب یہ خشک ہو یا اسے خشک جگہ پر رکھا جائے تو اس سے خود بخود آگ پیدا ہو جاتی ہے اور جس کپڑے یا کاغذ وغیرہ پر اسے رکھا ہو وہ بھی جل جاتا ہے۔ شعبدہ باز اس مادے کی ہلکی سی مقدار اپنے منہ میں رکھ لیتا ہے جہاں یہ مادہ تر رہنے کی وجہ سے حرارت نہیں پکڑتا لیکن جب رومال وغیرہ پھیلا کر لوگوں کے ہجوم میں جادوگر اپنا منتر پڑھتا ہے تو پھونکیں مارتے مارتے وہ مادہ بھی رومال پر گرا دیتا ہے اور اگر سورج کی روشنی ہو تو پلک جھپکتے ہی رومال سے دھواں اٹھنے لگتا ہے اور پھر آگ روشن ہو جاتی ہے۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس کے پاس کوئی بڑا جادوئی عمل ہے جبکہ اس کی حقیقت محض ایک شعبہ بازی کی سی ہے جسے کوئی بھی شخص آزما سکتا ہے۔

❁ .... ❁ .... ❁

(۱) [بخاری کتاب الجهاد : باب قتل الصبیان فی الحرب ، باب قتل النساء فی الحرب (۳۰۱۴، ۳۰۱۵) مسلم (۱۷۴۴) ابوداود (۲۶۶۸) ترمذی (۱۵۶۹) ابن ماجہ (۲۸۴۱)]

(۲) [احمد (۲۴۰/۴) ابن ماجہ (۲۸۵۷) السنن الکبری (۸۸۳۷)]

ہپناٹزم رمسمریزم

ہپناٹزم کو اگرچہ جادو کی مجازی اقسام میں ذکر کیا جاتا ہے لیکن حقیقت میں اس کا تعلق علم نفسیات سے ہے کیونکہ ہپناٹزم میں نفسیاتی حربوں کے ذریعے مریض کا علاج کیا جاتا ہے مثلاً بسا اوقات ہپناٹزم کے ذریعہ علاج کرنے والا عامل اپنے مریض (معمول) کو کسی چیز کی طرف مسلسل ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے کی تلقین کرتا ہے جس سے طبعی طور پر اس کی آنکھوں میں غنودگی پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے حتیٰ کہ جب مریض نیند اور بیداری کی درمیانی حالت میں جا پہنچتا ہے تو پھر عامل اس کا علاج کرتا ہے یا ایسے سوالات کرتا ہے جن کے صغرے، کبرے ملا کر وہ اس مریض سے متعلقہ بہت سی معلومات حاصل کر لیتا ہے۔

اسی طرح بعض اوقات مریض کی آنکھوں میں تیز دوا ڈال کر اسے مسلسل ایک دو گھنٹے تک آنکھیں بند رکھنے کی تلقین کی جاتی ہے اور اس دور میں نفسیاتی طور پر اس کا علاج کیا جاتا ہے مثلاً اسے کہا جاتا ہے کہ تم تصور کرو کہ تمہیں وہ جن نظر آ رہا ہے جو تمہیں تنگ کرتا ہے۔ جب وہ یہ تصور کر لیتا ہے تو پھر مریض سے کہا جاتا ہے کہ تصور ہی میں اسے مار ڈالو یا آگ لگا دو وغیرہ وغیرہ اور جب مریض اس سارے تصوراتی عمل سے گزر جاتا ہے تو اسے نفسیاتی طور پر مطمئن کر دیا جاتا ہے کہ تمہارا جن مار دیا گیا ہے لہٰذا اب تم بالکل ٹھیک ہو۔

اسی طرح اس علم کے اصول و قواعد کی مہارت رکھنے والا، اپنے پاس آنے والے ہر شخص سے چند بنیادی سوال کرنے کے بعد اپنے صغرے کبرے ملا کر بہت جلد اسے بتا دیتا ہے کہ تمہارا ذوق شوق کیا ہے، تمہاری عادات کیسی ہیں، تم کس طرح کی چیزوں کو پسند یا ناپسند کرتے ہو وغیرہ وغیرہ۔ اس سے زیادہ اس علم کی کوئی حقیقت نہیں اور نہ ہی اس کے ذریعے کوئی غیبی معاملات تک رسائی ہوتی ہے۔

یوگا اور مراقبہ

نجات کے حصول کا تصور تقریباً ہر مذہب میں پایا جاتا ہے گو کہ اس کا پس منظر ہر مذہب میں مختلف ہے۔ ہندوؤں کے ہاں 'آخرت' اور 'جنت و جہنم' کا کوئی تصور نہیں بلکہ ان کے ہاں اس کے برعکس آواگون یا تناسخ کا نظریہ پایا جاتا ہے۔ اس نظریہ کے مطابق انسان کے مرنے کے بعد اس کی روح کو دوبارہ کوئی اور جسم (قالب) دے کر اس دنیا میں لوٹا دیا جاتا ہے اور ہزاروں مرتبہ ایسا ہوتا ہے۔ اگر کوئی انسان ایک جنم میں برے کام کرے تو اگلے جنم میں اسے سزا دی جاتی ہے اور اس سزا کے نتیجے میں اسے کتے، گدھے یا کسی اور جانور وغیرہ کی شکل میں جسم ملتا ہے حتیٰ کہ جب تک ایک انسان انتہائی درجہ کی ریاضتیں، عبادتیں اور مشقتیں برداشت نہیں کر لیتا تب تک وہ اس آواگونی چکر سے نجات حاصل نہیں کر سکتا اور جب وہ کامیابی حاصل کر لیتا ہے تو اس کی روح دوبارہ کسی جسم میں لوٹنے کی بجائے سب سے بڑی روح (آتما یعنی خدا) کے ساتھ جا ملتی ہے اور یوں گویا وہ فنا ہو جاتی ہے اور دنیا میں واپس آنے سے نجات حاصل کر لیتی ہے۔

کچھ یہی تصور بدھ مت کے ماننے والوں کا ہے جو اسے 'نروان' (نجات) کا حصول قرار دیتے ہیں، اسی نجات کے حصول کے لئے ہندوؤں، بدھوؤں اور جینیوں (جین مت کے ماننے والوں) نے بہت سے مافوق الفطرت عمل شروع کئے مثلاً:

"یہ دور جنگلوں اور غاروں میں رہتے، اپنے جسم کو ریاضتوں سے طرح طرح کی تکلیفیں پہنچاتے، گرمی، سردی، بارش اور ریتلی زمینوں پر ننگے بدن رہنا انہوں نے اپنی ریاضتوں کا مقدس عمل سمجھا۔ جہاں یہ اپنے آپ کو دیوانہ وار تکلیفیں پہنچا کر انگاروں پر

لیٹ کر، درختوں کی شاخوں پر گھنٹوں لٹک کر اور اپنے ہاتھوں کو بے حرکت بنا کر، یا سر سے اونچا لے جا کر اتنے طویل عرصے تک رکھتے کہ وہ بے حس ہو جائیں اور سوکھ کر کانٹا بن جائیں۔ ان جسمانی ریاضتوں کے ساتھ انہوں نے دماغی اور روحانی مشقتوں کو بھی نجات کا ذریعہ بنایا۔

روحانی قوت اور ضبطِ نفس کے حصول کی خاطر ریاضت کا ایک اہم طریقہ ''یوگا'' ایجاد کیا گیا جس پر ہندومت، بدھ مت اور جین مت کے پیروکار سبھی عمل کرتے ہیں۔ اس طریقہ ریاضت میں یوگی اتنی دیر سانس روکتے ہیں کہ موت کا شبہ ہونے لگتا ہے، دل کی حرکت کا اس پر اثر نہیں ہوتا۔ سردی گرمی ان پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ یوگی طویل ترین فاقے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں۔۔۔ سادھوؤں اور یوگیوں کا شعلہ افشاں انگاروں پر ننگے قدم چلنا اور بغیر جلے سالم نکل آنا، تیز دھار نوکیلے خنجر سے ایک گال سے دوسرے گال تک اور ناک کے دونوں حصوں تک اور دونوں ہونٹوں کے آر پار خنجر اتار دینا اور اس طرح گھنٹوں کھڑے رہنا، تازہ کانٹوں اور نوکیلی کیلوں کے بستر پر لیٹے رہنا یا رات دن دونوں پیروں یا ایک پیر کے سہارے کھڑے رہنا (ان کا معمول تھا)''۔

اس سے معلوم ہوا کہ یوگا کی ریاضتیں ایک خاص پس منظر رکھتی ہیں لہٰذا انہیں روحانی سکون یا محض جسمانی بہتری کی ورزشیں قرار دے کر ان پر عمل پیرا ہونے سے اجتناب کرنا چاہئے کیونکہ یوگا کی آڑ میں ہندومت اور بدھ مت کے، حصولِ نجات وغیرہ کے خود ساختہ درج بالا فلسفوں کی تبلیغ و اشاعت کی جاتی ہے۔

یوگا سے ملتی جلتی ایک اور چیز یعنی 'مراقبہ' کو بھی اسی انداز میں متعارف کروایا جا رہا ہے حتیٰ کہ پاکستان میں اس مقصد کی تکمیل باقاعدہ اور منظم طریقہ سے جاری ہے اور طرہ یہ کہ اس کے کرتا دھرتا بعض نام نہاد مسلمان ہیں جن میں خواجہ شمس الدین عظیمی سرفہرست ہیں

---

(۱)[(مقدمہ ارتھ شاستر، (ص ۹۹۔۱۳۰) بحوالہ کتاب التوحید از محمد اقبال کیلانی، ص ۶۸)]

جنہوں نے سلسلہ عظیمیہ روحانیہ قائم کر رکھا ہے اور اس روحانی سلسلہ کا جال پورے ملک میں پھیلا رکھا ہے۔ کراچی اور لاہور میں بڑے بڑے 'مراقبہ ہال' تیار کر رکھے ہیں جہاں مرد وزن کو مخلوط ریاضتیں کروائی جاتی ہیں (نعوذ باللہ)۔ یہ لوگ ''روحانی ڈائجسٹ'' کے نام سے رسالہ جاری کرتے ہیں جس پر جلی حروف میں لکھا ہوتا ہے کہ

''یہ پرچہ بندہ کو خدا تک لے جاتا ہے اور بندہ کو خدا سے ملا دیتا ہے''۔

نیز ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ ہم مراقبوں کے ذریعے روحانی علاج کرتے ہیں اور یہ اپنے خود ساختہ روحانی طریقے سے ہر طرح کا مرض دور کرنے کا چیلنج کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں ان کے خیال کے مطابق ہر شخص کو جیتے جاگتے اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب پیغمبر ﷺ کا دیدار کروایا جاتا ہے اور نیک لوگوں کی روحوں سے بھی ملاقات کروائی جاتی ہے!!

حالانکہ یہ تمام دعوے جھوٹے ہیں اور گیان دھیان، ریاضتوں اور مراقبوں کا ایسا کوئی نظام قرآن وسنت میں موجود نہیں اور نہ ہی صحابہ کرام اس طرح کی مافوق الفطرت ریاضتیں اور واہیانہ حرکتیں کیا کرتے تھے جبکہ روحوں سے باتیں کروانا بھی ایک دھوکہ، جادوئی اور شیطانی کام ہے۔ امام ابن تیمیہؒ روحوں کے حاضر ہونے کی حقیقت واضح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

''بسا اوقات بعض مشرک لوگ کسی مردے کو پکارتے ہیں اور شیطان اس (مردے) کی شکل میں ان کے سامنے آجاتا ہے اور بعض اوقات شیطان کسی زندہ شخص کی صورت میں ان کے سامنے نمودار ہو جاتا ہے اور وہ یہی سمجھتے ہیں کہ یہ وہی شخص ہے جسے ہم نے پکارا ہے حالانکہ وہ شیطان ہوتا ہے''۔ (۱)

شیخ الاسلام سورت اخلاص کی تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ

''بعض لوگوں نے اپنے شیخ کو دہائی دی اور ان کو اس شیخ کی صورت نظر آ گئی اور بعض

(۱)[(مجموع الفتاویٰ، ۱۹/ ۴۷)]

اوقات تو وہ شیخ ان کا کوئی کام بھی کر دیتا ہے جس سے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا شیخ حاضر ہوا تھا یا پھر کوئی فرشتہ اس شیخ کی صورت میں ظاہر ہوا تھا جو اس شیخ کی کرامت ہے۔ اس سے ان کا مشرکانہ عقیدہ اور زیادہ راسخ ہو جاتا ہے حالانکہ انہیں معلوم نہیں کہ اس طرح کے کام شیاطین، بت پرستوں کے ساتھ بھی کرتے رہتے ہیں اور وہ ان بت پرستوں کے سامنے ظاہر ہوتے ہیں اور ان کے بعض کام بھی کر دیتے ہیں۔ لہٰذا یاد رہے کہ یہ تمام (شرکیہ امور ہیں اور) خیر القرون کے بعد کی پیداوار ہیں"۔ (1)

قرآن و سنت کے محکم اور واضح احکامات پر عمل کرنے ہی میں نجات ہے لہٰذا ان تمام جادوئی اور شیطانی ہتھکنڈوں سے دور رہنا چاہیے۔

(1)[(تفسیر سورۃ اخلاص، ص ۱۱۸)]

جادو کیسے کیا جاتا ہے؟

سحر مجازی کے حوالے سے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ اس کا زیادہ تر دارومدار تخیلات پر یا شعبدہ بازی اور ہاتھ کی صفائی پر ہوتا ہے البتہ 'سحر حقیقی' جس میں مطلوبہ شخص کو جسمانی و ذہنی اذیت سے دوچار کرنا مقصود ہوتا ہے، یہ اس وقت تک نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ جادوگر جنوں اور شیطانوں کی ہر بات تسلیم کر کے انہیں راضی نہ کر لے۔ کیونکہ سحر حقیقی میں زیادہ تر یہ ہوتا ہے کہ جادوگر شیطانوں کے بتائے ہوئے منتر پڑھتا ہے اور ان کے سکھائے ہوئے عمل کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ جن اور شیطان اس جادوگر کی مدد کرتے ہوئے مطلوبہ شخص کو تکلیف پہنچانے کے لئے حرکت میں آ جاتے ہیں اور پھر کبھی یہ ہوتا ہے کہ وہ جن اس شخص کے جسم میں کسی طرح داخل ہو کر اسے تکلیف پہنچاتا ہے یا جن اس شخص کے گھر، دکان اور جائے رہائش پر آ کر مختلف طریقوں سے اسے تنگ کرتا ہے، کبھی گھر کی چیزیں توڑ کر نقصان کرتا ہے اور کبھی براہِ راست اسے تکلیف پہنچاتا ہے۔

لیکن اس سے پہلے اس شیطان اور جادوگر کے درمیان بعض ایسے عہد و پیمان ہوتے ہیں کہ جادوگر ان پر عمل کرنے پر مجبور ہوتا ہے اور صاف سی بات ہے کہ شیطان جو انسان کا ازلی دشمن ہے اور اسے کسی نہ کسی طرح جہنم میں پہنچانے کے لئے کوششیں کرتا رہتا ہے، وہ یقیناً جادوگر کو ایسے 'عمل' ہی بتائے گا جن سے آدمی کافر ہو کر جہنم کا مستحق ہو جاتا ہے۔ ان کفریہ اعمال کی چند ایک صورتیں درج ذیل ہیں:

1- بعض صورتیں ایسی ہیں کہ جن اس جادوگر کو کفر و شرک کا حکم دیتا ہے مثلاً سورج، چاند، ستاروں وغیرہ کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا ہے اور جادوگر اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ شیطانوں کے نام پر جانور ذبح کرنے اور ان سے مدد مانگنے کے

لئے انہیں پکارنے کا حکم دیا جاتا ہے۔

۲۔ بعض صورتیں ایسی ہیں جن میں حرام کا ارتکاب کروایا جاتا ہے مثلاً محرمات (ماں، بہن، بیٹی وغیرہ) سے زنا کروایا جاتا ہے اور حرام چیزوں کے کھانے کا حکم دیا جاتا ہے۔

۳۔ قرآن مجید کی توہین کروائی جاتی ہے مثلاً کبھی (معاذاللہ) قرآن مجید پر بیٹھ کر نہانے کا حکم دیا جاتا ہے، کبھی حیض کے گندے خون سے قرآنی آیات لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے، کبھی قرآن مجید کو گندگی میں پھینکنے اور پاؤں تلے روندنے کا حکم دیا جاتا ہے۔(استغفر اللہ من ذلک!)

۴۔ زیادہ سے زیادہ نجس، ناپاک اور گندا رہنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ کئی کئی مہینے اور سال جنبی رہنے اور غسل نہ کرنے کا حکم دیا جاتا ہے حتیٰ کہ بعض اوقات شیطانوں کو راضی کرنے کے لئے گندگی بھی کھانا پڑتی ہے اور حیض کا خون جسم پر ملنا پڑتا ہے۔(نعوذ باللہ!)

۵۔ ہر برائی کے ارتکاب کا حکم دیا جاتا ہے بالخصوص جھوٹ بولنے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کروائی جاتی ہے۔ ۞ یادر ہے کہ مذکورہ تمام کام ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے غیظ وغضب اور عذاب کو دعوت دیتے ہیں جبکہ شیطان کا یہی مقصد ہے کہ لوگوں کو ایسے ہی کاموں میں مبتلا کرے۔ شیطان نے کہا تھا:

"قال فبعزتک لاغوینهم اجمعین" (ص۔۸۲)

''اس (شیطان) نے کہا: تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو ضرور گمراہ کروں گا''۔

[۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے بھی جادوگروں اور شیاطین کے حوالہ سے ان صورتوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو مجموعۃ الفتاویٰ، (ج ا:ص ۲۵۰)]

اور اس مقصد کے لئے جو جادوگر کفر وشرک اور نجاست اور گناہوں سے جس قدر لتھڑا ہوگا، اسی قدر شیاطین اس کی زیادہ مدد کریں گے جبکہ اگر یہی جادوگر کفریہ وشرکیہ کاموں سے بچنے کی کوشش کرنے لگے، تو شیاطین اس کے دشمن بن جاتے ہیں۔ اس لئے جو جادوگر، جادو وغیرہ سے سچی توبہ نہیں کرتا، اسے مجبوراً ان تمام گناہوں کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے اور شیطانوں سے اپنے مقاصد پورے کروانے کے لئے ان تمام مراحل میں ایسے جادوگر کو زیادہ سے زیادہ کفر وشرک اور گناہوں کا مرتکب ہونا پڑتا ہے تب جاکر شیاطین اس کے پاس اپنی 'آمد ورفت' شروع کرتے ہیں۔ اور اسی صورتحال کی طرف قرآن مجید نے اس طرح اشارہ فرمایا:

﴿هل انبئكم على من تنزل الشياطين تنزل على كل افاك اثيم يلقون السمع واكثرهم كاذبون﴾ (الشعراء، ۲۲۱-۲۲۳)

''کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں؟ وہ ہر ایک جھوٹے گنہگار پر اترتے ہیں اور (انہیں اچٹتی ہوئی) سنی سنائی پہنچا دیتے ہیں اور ان میں سے اکثر جھوٹے ہیں''۔

حضور نبی کریم ﷺ کی مختلف صحیح احادیث سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ شیاطین قطار بنا کر آسمان کی طرف جاتے ہیں اور وہاں سے اللہ تعالیٰ کی باتیں چرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کوشش میں کبھی تو وہ کامیاب ہوجاتے ہیں اور کبھی دہکتے ہوئے انگاروں کا شکار ہو کرناکام ہوجاتے ہیں اور جب کبھی یہ کسی بات کو چرانے میں کامیاب ہوجاتے ہیں تو زمین پر موجود اپنے کاہن (عامل، جادوگر نجومی وغیرہ) دوستوں کو آکر اس سے مطلع کردیتے ہیں''۔ (۱)

---

(۱)[(بخاری، ۴۸۰۰)]

ایک سابق جادوگر کی سچی عبرتناک داستان

''ابھی حال ہی میں (انصاف سنڈے سپیشل) میں ایک بڑے جادوگر استاذ بشیر احمد کی عبرتناک داستان منظر عام پر آئی ہے اس نے اپنی آپ بیتی میں اعتراف کیا کہ میں نے جن نکالنے اور جنوں سے کام لینے کے لئے شیطانی اور کالا علم سیکھنے کے شوق میں اپنی زندگی کے 15 سے زائد قیمتی سال ضائع کیے ہیں۔ اس میدان میں آ کر مجھ پر منکشف ہوا کہ شیطانی علوم سیکھنے کی پہلی شرط ہی شرک ہے۔ مجھ سے جو پہلا عمل کرایا گیا اسے ایک مرتبہ پڑھنے پر دس منٹ صرف ہوئے اور اسے 101 مرتبہ روزانہ پڑھنا ہوتا تھا۔ یوں اندازہ لگائیں کہ اس عمل میں مسلسل 16، 17 گھنٹے صرف ہوتے۔ اس دوران نماز وغیرہ تو دور کی بات ہے، حقوق العباد بھی ادا نہیں کیے جا سکتے جبکہ یہ عمل 71 دن مسلسل کرنا تھے۔ اتنے طویل عمل کے بعد ایسا انسان کسی کو نارمل بھی نظر نہیں آ سکتا اور نہ وہ نارمل زندگی گزار سکتا ہے۔

اس کے بعد جو اگلا عمل اسے بتایا اس میں صرف مردوں کو پکارنا تھا۔ یہ بھی ایک شیطانی عمل تھا لیکن اتنے سخت عمل کرنے کے بعد اسے وہ کچھ حاصل نہ ہو سکا جو وہ حاصل کرنا چاہتا تھا زیادہ تر عامل پیسہ ہی لوٹتے رہے۔ آخر اس نے اپنے خراد کے استاد عبدالقیوم سے بات کی تو اس نے پہلے تو صاف طور پر کہا: دورنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا۔ اپنے آپ کو مسلمان بھی کہلواتے ہو اور یہ علم بھی مانگتے ہو یعنی اس کالے علم کے بڑے بڑے استادوں نے بھی اعتراف کیا کہ یہ سراسر شیطانی اور شرکیہ علم ہے اور جب تک شرک نہ کیا جائے

[۞ مختلف اخباروں، رسالوں اور ماہناموں میں بسا اوقات ایسے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں جن میں جادوگروں کے 'شرکیہ اعمال' اور کفر پر مبنی اقدامات منظر عام پر آ جاتے ہیں۔ اسی نوعیت کا ایک واقعہ خود ایک جادوگر نے تائب ہونے کے بعد قلمبند کروایا جسے مجلہ الدعوۃ (جولائی ۲۰۰۰ ص ۸) کے حوالہ سے ذکر کیا جاتا ہے۔]

یہ علم سیکھا نہیں جا سکتا لیکن بشیر پر شیطان سوار تھا وہ جادو سیکھنے کے لئے ہر جائز و ناجائز کام کرنے پر تیار ہو گیا۔

بشیر احمد توحید پرست تھا لیکن شیطان نے اسے پوری طرح اپنا مرید کر لیا۔ بہت سے خطرناک اور شرکیہ عمل کرنے کے بعد وہ جنوں سے اپنی مرضی کے کئی کام کرانے کے قابل ہو گیا لیکن دراصل جب انسان شرک کی راہ پر چل پڑتا ہے تو شیطان اسے یہ راہ کامیاب دکھانے کے لئے بعض معاملات میں اس کی مدد بھی کرتا رہتا ہے اور انسان سمجھتا ہے کہ میں اپنے اور لوگوں کے بڑے بڑے کام کرنے کے قابل ہو گیا ہوں۔ ان شیطانی علوم کو حاصل کرنے والے دونوں کا انجام خراب ہوتا ہے۔ عمل کرنے والوں کو عمل الٹے پڑ جاتے ہیں۔ اکثر پر اسرار طریقے سے مر جاتے ہیں یا بالآخر وہ نفسیاتی مریض اور پاگل بن کر کپڑوں سے بے نیاز سڑکوں پر لوگوں سے پتھر کھاتے پھرتے ہیں۔

استاد بشیر احمد کے بقول یہ شیطانی علم حاصل کرنے کے بعد میرے ہاں جو اولاد پیدا ہوتی، فوت ہو جاتی۔ بچے کی پیدائش کے فوراً بعد اس کے جسم کی رنگت نیلی ہو جاتی۔ علاج معالجہ سے بھی کوئی فرق نہ پڑتا اس دوران میرے چار بچے فوت ہو گئے۔ اس طرح بشیر احمد کے استاد عبدالقیوم کی داستان بھی عبرتناک رہی وہ جنگلوں اور بیابانوں میں انتہائی خطرناک عمل کر کے بہت بڑا عامل بنا لیکن اس کے ہاں بھی کوئی اولاد نہ ہو سکی۔ اس کی بیوی نے بھی بالآخر اس سے ڈر کر اسے چھوڑ دیا اور وہ ساری عمر اولاد کی حسرت لئے دنیا سے کوچ کر گیا اس کے استاد کہتے ہوتے تھے کہ مجھے ان عملیات کی بدولت بہت شہرت اور عزت نصیب ہوئی۔ دوست احباب کا بھی وسیع حلقہ قائم ہوا لیکن یہ سب کچھ میرے کس کام کا؟ نہ ہی میری بیوی میرے پاس رہی اور اللہ کی خاص نعمت اولاد سے بھی میں محروم رہا۔ اب میرے بعد میرا نام لینے والا کوئی نہ ہوگا، وہ کہا کرتے تھے:

"میں نے اپنی زندگی اپنے ہاتھوں سے تباہ کر لی"!!

جادو کرنا، کروانا اور سیکھنا کفر ہے

واقعاتی طور پر یہ بات ثابت ہے کہ جادو کی اکثر و بیشتر صورتیں کفر وشرک پر مبنی ہیں۔اس لئے قرآن مجید نے جادو کو کفریہ کام قرار دیا ہے جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ میں مذکور ہے کہ

﴿وما کفر سلیمان ولکن الشیاطین کفروا یعلمون الناس السحر﴾

''سلیمان نے تو کفر نہ کیا تھا بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے''۔(البقرہ،۱۰۲)

یاد رہے کہ یہودی حضرت سلیمان علیہ السلام کو نعوذ باللہ کافر قرار نہیں دیتے تھے بلکہ وہ جادو کی نسبت آپ کی طرف کرتے تھے اور جادو چونکہ کفریہ کام ہے اور لامحالہ جادوگر پر کفر کی نسبت صادق آتی ہے،اس لئے اللہ تعالیٰ نے جادو کی جگہ لفظِ کفر استعمال کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

﴿وما کفر سلیمان﴾ ''حضرت سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا''

یعنی انہوں نے جادو کا عمل کبھی نہیں کیا اور شیاطین جو لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے، کفر کا کام تو وہ کرتے تھے۔

امام قرطبیؒ نے اس آیت کی یہی تفسیر بیان کی ہے نیز فرماتے ہیں کہ

﴿ولکن الشیاطین کفروا﴾ ''فاثبت کفرھم بتعلیم السحر''

''یعنی اللہ تعالیٰ نے یہاں شیاطین کو کافر اس لئے قرار دیا ہے کہ وہ لوگوں کو جادو کی تعلیم دیتے تھے۔''(۱)

---

(۱)[(تفسیر قرطبیؒ،۲:۴۳)]

نیز رقمطراز ہیں کہ ''جادو کی بعض صورتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے انسان کافر ہو جاتا ہے مثلاً ایسا جادو جس کے ذریعے انسان کی شکل بدل کر اسے جانور دکھایا جاتا ہے یا ایک مہینہ کی مسافت کا سفر صرف ایک رات میں طے کر لیا جاتا ہے یا ہوا میں پرندوں کی طرح اڑنا شروع کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح کی ہر وہ صورت جس کے ذریعے کوئی جادوگر اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے سچا ثابت کرنے کی کوشش کرے وہ کفر ہے''۔ (ایضاً)

اسی طرح قرآنِ مجید میں ہے کہ ہاروت اور ماروت کے پاس جب لوگ جادو سیکھنے کے لئے جاتے تو وہ کہتے: ﴿انما نحن فتنة فلا تكفر﴾

''ہم تو آزمائش کے لئے ہیں لہٰذا تم (یہ جادو کا علم سیکھنے کی وجہ سے) کفر کے مرتکب نہ بنو''۔ (البقرہ۔۱۰۲)

اس آیت میں بھی جادو سیکھنے کو کفر قرار دیا گیا ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ

''فعرفا ان السحر من الکفر''[1]

''ہاروت اور ماروت نے بتا دیا کہ جادو کفر کی ایک قسم ہے''۔

حافظ ابن حجرؒ اس آیت کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ

''اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ جادو کا علم سیکھنا کفر ہے''۔[2]

امام شوکانیؒ نے بھی اس آیت کی تفسیر میں جادو سیکھنے یا کرنے کروانے کے عمل کو کفر قرار دیا ہے۔ اسی طرح حافظ ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ

﴿ولكن الشياطين كفروا يعلمون الناس السحر﴾[3]

''اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جادو کو کفر قرار دیا ہے''۔

---

(۱) [(تفسیر ابن کثیر، ۱:۲۱۴)] (۲) [(فتح الباری، ۱۰:۲۲۵)]

(۳) [(المحلی، ج۲: ص۲۲۴)]

جادو کی حرمت و کفر کے حوالہ سے بعض صحیح روایات

۞عن عمران بن حصینؓ قال قال رسول الله ﷺ! من تطیر او تطیر لہ او تکھن او تکھن لہ او سحر او سحر لہ ومن عقد عقدۃ ومن اتی کاھنا فصدقہ بما یقول فقد کفر بما انزل علی محمد"[1]

حضرت عمران بن حصینؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص بدفالی لے یا اس کے لئے بدفالی لی جائے یا جو کاہن بنے یا جس کے لئے کہانت کا عمل کیا جائے یا جو جادو کرے یا جادو کروائے یا گرہ لگائے اور جو شخص کسی عامل کے پاس آئے اور اس کی باتوں کی تصدیق کرے تو گویا اس (یعنی ان میں سے ہر ایک) نے اس چیز کے ساتھ کفر کیا جو محمد ﷺ پر نازل کی گئی ہے''۔

۞عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال: "اجتنبوا السبع الموبقات قالوا یارسول الله! وماھن؟ قال: الشرک بالله والسحر وقتل النفس التی حرم الله الا بالحق واکل الربا واکل مال الیتیم والتولی یوم الزحف وقذف المحصنات المؤمنات الغافلات"[2]

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے اجتناب کرو، لوگوں نے کہا یارسول اللہ! ﷺ وہ کونسی چیزیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

۱۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا

---

(۱)[(مسند بزار، ۳۰۴۳) (المعجم الکبیر، ۱۸: ۳۵۵) (مجمع الزوائد، ۵: ۱۱۷) (حاکم، ۱: ۸) (الترغیب بالمنذری، ٤٤٦٧)]

(۲)[(صحیح البخاری، کتاب الحدود، باب رمی المحصنات، ٦٨٥٧) (الصحیح لمسلم، کتاب الایمان، ۲۵۸) (سنن ابی داؤد، ٢٨٧٤) (سنن نسائی، ۳٦٧۲) (المعجم الکبیر، ۱۷: ۱۰۲)]

۲- جادو کرنا

۳- کسی کو ناحق قتل کرنا

۴- سود کھانا

۵- یتیم کا مال ناحق ہڑپ کرنا

۶- میدانِ جنگ سے راہِ فرار اختیار کرنا

۷- معصوم پاکدامن مومنہ عورتوں پر برائی کی تہمت لگانا"

عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ! من عقد عقدة ثم نفث فيها فقد سحر و من سحر فقد اشرك(۱)

"حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے گرہ لگائی پھر اس میں پھونکا تو گویا اس نے جادو کیا اور جس نے جادو کیا اس نے درحقیقت شرک کیا"۔

عن ابی موسیؓ ان النبی ﷺ قال "ثلاثة لايدخلون الجنة مدمن خمر و قاطع رحم و مصدق بالسحر"(۲)

حضرت ابو موسیٰ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"تین شخص جنت میں نہیں جائیں گے:

۱- دائمی شراب خور

۲- رشتہ داری توڑنے والا

۳- اور جادو کو جائز سمجھنے والا"۔

(۱)[(سنن نسائی، کتاب التحریم، باب الحکم فی السحرۃ، ٤٠٨٤) (حسن بشواھدہ)]

(۲)[(مسند احمد، ۴: ۳۹۹) (ابن حبان، ۶۱۳۷) (مسند ابی یعلی، ۷۲۴۸) (مستدرک حاکم، ۴: ۱۴۶) (مجمع الزوائد، ۵: ۷۴) امام ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس روایت کو امام احمد، ابو یعلی اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور احمد اور ابو یعلی کی روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں]

جادوگر کی سزا قتل ہے

اکثر و بیشتر فقہاء و علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ شرعی نکتہ نگاہ سے جادوگر کی سزا قتل ہے جیسا کہ حضرت جندبؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

"حد الساحر ضربة بالسيف"[1]

"یعنی جادوگر کی سزا قتل ہے"۔

حافظ ابن کثیرؒ امام احمد بن حنبلؒ کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ

"صح عن ثلاثة من اصحاب النبي في قتل الساحر"[2]

"تین صحابہ سے بسند صحیح ثابت ہے کہ انہوں نے جادوگروں کو (جادو کی پاداش میں) قتل کیا تھا"

حضرت بجالہ فرماتے ہیں کہ

"ہمارے پاس حضرت عمرؓ کا ایک (حکم نامہ بذریعہ) خط پہنچا کہ

"اقتلوا كل ساحر"

"ہر جادوگر کو قتل کی سزا دو"۔

چنانچہ ہم نے ایک ہی دن میں تین جادوگر قتل کیے۔"[3]

---

(۱)[(جامع الترمذی' ابواب الحدود' باب ماجاء فی حد الساحر' ۱۴۶۰) (مستدرک حاکم' ۴: ۳۶۰) (دارقطنی' ۳: ۱۱۴) (السنن الکبریٰ للبیہقی' ۸: ۱۳۶) البتہ اس روایت کی سند میں ضعف ہے۔ امام ترمذی اسے روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں اسماعیل بن مسلم ضعیف راوی ہے۔ اگرچہ امام وکیع نے اسے ثقہ کہا ہے جبکہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ روایت حضرت جندبؓ سے موقوفاً مروی ہے۔ صحابہ کرامؓ وغیرہ کا اس روایت (کے مفہوم) پر عمل رہا ہے اور امام مالکؒ کا بھی یہی موقف ہے کہ جادوگر کو قتل کیا جائے گا جبکہ امام شافعیؒ کا موقف یہ ہے کہ جادوگر کو اس وقت قتل کیا جائے گا جب اس کا جادو کفر کی حد تک پہنچا ہو لیکن اگر اس کا جادو کفر تک نہ پہنچا تو ہو تو پھر اسے قتل نہیں کیا جائے گا"۔ (جامع الترمذی ایضا)] (۲)[(تفسیر ابن کثیر، ۱: ۲۱۵)] (۳)[(مصنف عبدالرزاق-----

حضرت حفصہؓ کی ایک لونڈی نے ان پر جادو کروایا تو حضرت حفصہؓ نے اسے قتل کی سزا دلوائی۔ (۱)

جادوگر کی توبہ

اس مسئلہ میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک جادوگر سے توبہ کی اپیل کئے بغیر اسے اس کے جادو کی وجہ سے قتل کی سزا دی جائے گی جبکہ بعض اہل علم کے نزدیک اگر جادوگر نے اپنے جادو کے ذریعے کسی کو قتل نہیں کیا تو پھر اسے توبہ کا حکم دیا جائے گا اور اگر وہ توبہ کر لے تو اسے قتل کی سزا نہیں دی جائے گی اور یہی موقف راجح ہے۔ (۲)

جادو کا علاج جادو کے ذریعے منع ہے

جادو کا علاج جادو کے ذریعے بھی کیا جاتا ہے مگر شریعت نے اس سے منع فرمایا ہے جیسا کہ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ سے جادو کا توڑ جادو کے ذریعے کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"ھی من عمل الشیطان"

"یہ شیطانی طریقہ ہے"۔ (۳)

------:کتاب اللقطه: باب قتل السناحر، ۱۰: ۱۸۱،۱۷۹) (دارمی، ۲۵۰۱) [(مصنف ابن ابی شیبه، کتاب الحدود، ۱۰: ۱۳۶) (السنن الکبریٰ للبیهقی، ۸: ۱۳۶) سنن سعید بن منصور، ۲: ۹۰) (بزار، ۱۰۶۰) (ابو یعلی، ۸۶۰) (بغوی، ۲۷۵۰)]

(۱)[(مصنف عبدالرزاق، ایضاً) (ابن ابی شیبه، ۹: ٤١٦) (السنن الکبریٰ، ۸: ۱۳۶) (تفسیر ابن کثیر، ۱: ۲۱۵) حافظ ابن کثیر نے اس روایت پر صحت کا حکم لگایا ہے۔]

(۲)[(فتح الباری، ۱۰: ۲۲۴) (شرح مسلم للنووی، ۱: ۳۶۶)]

(۳)[(مسند احمد، ۳: ۲۹٤) (سنن ابی داؤد، ۳۸٦۸) (مصنف عبدالرزاق، ۱۹۷٦۲) (حاکم، ٤: ٤١٨) (بیهقی فی السنن الکبریٰ، ۹: ۳۵۱) (ابن ابی شیبه، ۷: ۳۸۷) حافظ ابن حجر نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ (فتح الباری، ۱۰: ۲۳۳)]

البتہ قرآن وسنت کے وظائف واوراد پر مشتمل دم وغیرہ کے ذریعے جادو کا علاج کرنا جائز اور مسنون ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ پر جب جادو کیا گیا تو آپ ﷺ کا معوذتین کے ساتھ علاج کیا گیا۔ اس لئے تمام اہل علم نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ جادو کا علاج دم وغیرہ کے ذریعے کیا جاسکتا ہے۔

آئندہ صفحات میں جادو اور جنات وغیرہ کا صحیح اور مشروع روحانی علاج معالجہ کا مکمل طریقہ ذکر کیا جائے گا۔ (انشاءاللہ)

باب 11

جادُو، جِنّات اور شیاطین

- ☐ جادوگر اور جنات کا تعلق
- ☐ جنات کے بارے میں معلومات
- ☐ جنات کی اقسام، خوراک، رہائش
- ☐ اور شادی بیاہ وغیرہ کے بارے میں
- ☐ کیا جن اپنی شکل تبدیل کر سکتا ہے؟
- ☐ کیا جن انسان کے جسم میں داخل ہو سکتا ہے؟
- ☐ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جن نکالا!!
- ☐ ائمہ سلف بھی جن نکالا کرتے تھے!!

❁....❁....❁

جادوگر اور جنات

اگرچہ جادو، جنات کی مدد کے بغیر بھی چل جاتا ہے تاہم جادو کو زیادہ سے زیادہ مؤثر بنانے کے لیے شیطانی جنوں کا بہت بڑا کردار ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ کوئی جادوگر اس وقت تک صحیح معنوں میں اپنے کالے علم (جادو) میں کامیاب نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ جنات کے ساتھ گہرا تعلق نہ استوار کر لے۔ لہٰذا جس جادوگر نے کسی شیطان کے ساتھ دوستی کر لی ہو یا کسی نہ کسی طرح اسے مسخر کر رکھا ہو اسے اپنے میدان میں بہت جلد عروج مل جاتا ہے اور اس کا شیطان جن، جس قدر مضبوط اور طاقتور ہوتا ہے اسی قدر اس کا جادو زور آور ثابت ہوتا ہے۔ جادوگروں کی اصطلاح میں انہی شیطانوں کا مؤکل کہا جاتا ہے ۔ چونکہ جادوگروں کا انسانوں کو تکلیف پہنچانے کیلیے ان جنوں شیطانوں کیساتھ گہرا اور براہ راست تعلق ہوتا ہے اس لیے جنوں کے حوالہ سے کچھ بنیادی معلومات پہلے پیش کی جاتی ہیں۔ اس کے بعد جادو اور جنات کے توڑ اور دیگر بیماریوں کا قرآنی و روحانی علاج معالجہ پیش کیا جائے گا۔ ان شاءاللہ!

جنوں کا وجود

بعض لوگ محض اس بنیاد پر جنوں کے وجود سے انکار کرتے ہیں کہ اگر جن موجود ہیں تو دکھائی کیوں نہیں دیتے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اگرچہ اکثر و بیشتر جن دکھائی نہیں دیتے بلکہ جنات کو جن بھی اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ نظروں سے مخفی اور پوشیدہ رہتے ہیں ✿ لیکن اس

[✿ دیکھیئے: لسان العرب و کتب لغات مادہ (جن) اور قرآن مجید میں بھی اس بات کو طرف اشارہ ہے کہ "انه يركم هو و قبيله من حيث لا ترونهم (الاعراف۔۲۷) وہ (شیطان) اور اسکا قبیلہ تمہیں وہاں سے دیکھتا ہے جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے"۔]

سے یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں کہ یہ چونکہ دکھائی نہیں دیتے اس لیے ان کا وجود ہی نہیں !! کیونکہ یہ بات حقائق کے خلاف ہے۔ بے شمار چیزیں ہمیں دکھائی نہیں دیتیں مگر اسکے باوجود ہم انکے وجود کو تسلیم کرتے ہیں مثلاً اللہ تعالی کی ذات ہمیں اس وقت دنیا میں دکھائی نہیں دیتی مگر اس کے باوجود ہم اللہ تعالی پر ایمان لاتے ہیں۔ اسی طرح فرشتے، جنت، جہنم ،روح وغیرہ بے شمار ایسی چیزوں کو ہم تسلیم کرتے ہیں مگر یہ چیزیں ہماری نگاہوں سے اوجھل ہیں۔

قرآن مجید میں واضح طور پر جنوں کے وجود کی تصدیق کی گئی ہے۔ چند ایک آیات درج ذیل ہیں:

(۱) **وما خلقت الجن ولانس الا لیعبدون o(الذاریات۔۵۶)**

میں نے جنات اور انسانوں کو محض اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔

(۲) **قل اوحی الی انه الستمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قرآنا عجبا o(الجن۔۱)**

''اے نبی ﷺ! آپ فرما دیجیئے کہ مجھے یہ وحی آئی ہے کہ جنات میں سے بعض نے (مجھ سے قرآن) سنا پھر وہ (اپنی قوم کے پاس جاکر) کہنے لگے کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے''۔

(۳) **یا معشر الجن ولانس ان ستطعتم ان تنفذو من اقطار السموات ولارض فانفذوا لاتنفذون الا بسلطان o(رحمٰن۔۳۳)**

''اے جن وانس کی جماعت! اگر تم آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکلنے کی طاقت رکھتے ہو تو نکل جاؤ۔ لیکن تم بغیر قوت کے نہیں نکل سکتے''

(۴) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک رات ہم اللہ کے رسول کے ساتھ تھے کہ اچانک آپ ﷺ ہم سے جدا ہو گئے۔ ہم نے مختلف وادیوں اور

گھاٹیوں میں آپ ﷺ کو تلاش کیا مگر آپ نہ ملے تو ہم نے سمجھا کہ شاید آپ کو اغوا کرلیا گیا ہے۔ یا آپ راستہ بھول گئے ہیں۔ ہم نے وہ رات بڑی تکلیف سے نکالی۔ اور جب صبح ہوئی تو آپ غار حرا کی طرف سے تشریف لا رہے تھے۔ صحابہ کرامؓ نے فرمایا کہ یارسول اللہ! ہم نے تو آپ کو گم پا کر بڑی تکلیف میں رات گذاری ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس جنوں کا قاصد آیا تھا اور میں اسکے ساتھ چلا گیا اور جنوں کو جا کر قرآن سنایا۔ پھر اللہ کے رسولؐ ہمیں وہاں لے گئے اور جنوں کے پاؤں اور انکی آگ کے نشانات ہم کو دکھائے''۔

[(مسلم : کتاب الصلاۃ باب الجهر بالقرأة فی الصبح والقرأة علی الجن ـ(۴۵۰)]

(۵) حضرت ابوسعید سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''موذن کی اذان کی آواز جو کوئی جن، انسان یا ذی روح چیز سنتی ہے وہ قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دے گی''۔ (۱)

جنات کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے

قرآن وسنت کے حوالے سے یہ بات ثابت ہے کہ جنوں کو آگ سے پیدا کیا گیا۔ اس کے چند ایک دلائل درج ذیل ہیں:

(۱) وخلق الجان من مارج من النار ○ (الرحمٰن: ۱۵)

''اور جنات کو آگ کے شعلہ سے پیدا کیا گیا ہے۔''

(۲) والجان خلقناه من قبل من النار لسموم (الحجر۔۲۷)

''اور جنوں کو ہم نے اس سے پہلے خالص آگ سے پیدا کیا۔''

(۳) حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول نے فرمایا: فرشتے نور سے اور جنات آگ سے پیدا کئے گئے ہیں۔ اور آدم کو اس چیز سے پیدا کیا گیا ہے جو تمہارے لیے

(۱) [(بخاری: کتاب بدء الخلق باب ذکر الجن ـ ۳۲۹۶)]

بیان کر دی گئی ہے۔ (یعنی مٹی سے)[1]

یہاں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اگر جنوں کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے تو پھر انہیں جہنم کی آگ کا عذاب تو کچھ تکلیف نہیں دے گا کیونکہ یہ تو خود آگ ہیں! اس کا مناسب جواب یہ ہے کہ جو گنہگار جنات جہنم میں جائیں گے انہیں عذاب دینا اللہ کی قدرت کاملہ سے کچھ بعید نہیں۔ البتہ اس عذاب کی کنہ و حقیقت ہم نہیں جانتے!

جن اور شیطان میں فرق

بعض اوقات جنوں کی جگہ شیطانوں کا اور شیطانوں کی جگہ جنوں کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جس سے یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ یہ دونوں ایک ہیں یا دو الگ الگ مخلوق؟

اس اشکال کا جواب کچھ اس طرح ہے کہ بنیادی طور پر جن اور شیطان دونوں آگ سے پیدا کیے گئے ہیں۔ جنوں کے آگ سے پیدا ہونے کے دلائل گذر چکے ہیں۔ شیطان کے آگ سے پیدا کیے جانے کی دلیل خود شیطان کا یہ قول ہے جو قرآن مجید میں اس طرح مذکور ہے:

"انا خیر منه خلقتنی من النار و خلقته من طین "o(الاعراف۔۱۲)

"شیطان نے کہا کہ میں اس آدم سے بہتر ہوں کیونکہ مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے پیدا کیا ہے"

علاوہ ازیں قرآن مجید میں حضرت آدم علیہ السلام کے واقعہ ہی کے پس منظر میں یہ بات بھی موجود ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو یہ حکم دیا کہ سب آدم کو سجدہ کریں تو شیطان نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

" کان من الجن ففسق عن امر ربه "(الکہف ۵۰)

"وہ جنوں میں سے تھا پس اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی۔"

(۱)[(مسلم کتاب الزہد باب فی احادیث متفرقہ ۲۹۹۶)]

اس آیت سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ شیطان جنوں میں سے تھا اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ وہ فرشتہ ہرگز نہیں تھا۔ جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شیطان فرشتوں میں سے ایک نیک فرشتہ تھا پھر عبادت و ریاضت کی بدولت بڑے عالی مرتبہ پر فائز ہونے کیساتھ متکبر ہو چکا تھا اور جب اللہ تعالی نے آدم کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیا تو اسنے انکار کر دیا۔ حالانکہ شیطان کو فرشتوں میں شامل کرنا درج ذیل وجوہات کی بنا پر غلط ہے:

(۱) قرآن مجید میں شیطان کو جنوں کی جنس قرار دیا گیا ہے۔ لہذا اسے فرشتہ قرار دینا قرآن مجید کے خلاف ہے۔

(۲) قرآن وسنت میں کوئی ایک بھی ایسی واضح دلیل نہیں کہ جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ شیطان فرشتوں میں سے تھا۔

(۳) صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں تھا البتہ صحابہ کرامؓ کی طرف بعض ایسی روایات منسوب ہیں، جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیطان ابلیس فرشتوں کی جنس سے ہے لیکن ان میں سے کوئی ایک بھی بسند صحیح ثابت نہیں ہے۔[۱]

(۴) فرشتے نہ مذکر ہیں نہ مؤنث۔ نہ کھاتے ہیں نہ پیتے۔ نہ نکاح کرتے ہیں اور نہ ہی ان میں توالد و تناسل ہے۔[۲] جبکہ جنات میں یہ ساری باتیں پائی جاتی ہیں۔[۳]

گذشتہ بحث سے ثابت ہوا کہ جن اور شیطان دونوں بنیادی طور پر ایک ہی جنس (یعنی جنوں کی جنس) سے ہیں اور دونوں آگ سے پید کئے گئے ہیں۔ اس لحاظ سے جنات اور شیاطین میں کوئی فرق نہیں البتہ ایک دوسرے لحاظ سے ان دونوں میں فرق ہے۔ وہ یہ کہ جنوں میں نیک و بد، مسلم وغیر مسلم ہر طرح کے جن پائے جاتے ہیں۔ اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ جبکہ شیطان صرف وہ جن ہیں جو بد، شریر، غیر مسلم اور کافر ہیں۔ گویا ہر وہ جن جو

---

(۱)[حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ان روایات پر کلام کیا ہے۔ دیکھئے: (ج ۳۔ ص ۱۴۵۔ ۱۴۶)]

(۲)[(ملاحظہ ہو فتح الباری ۶۔ ۳۰۶)] (۳)[دیکھئے: البدایۃ والنہایۃ (ج ۱ص ۵۶)]

انتہائی سرکش، نافرمان اور اللہ تعالی کے باغی ہو، اسے شیطان کہا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں انسانوں جنوں اور جانوروں میں سے ہر سرکش کو شیطان کہا جاسکتا ہے۔(۱)

جیسا کہ قرآن مجید میں ہے :

''شیاطین الانس والجن یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غرورا'' (الانعام ۱۱۲)

''ہم نے شیطان صفت انسانوں اور جنوں کو ہر پیغمبر کا دشمن بنایا۔ یہ دھوکہ دہی کے لیے آپس میں ایک دوسرے کے دل میں ملمع کی ہوئی باتیں ڈالتے رہتے ہیں''۔

علاوہ ازیں صحیح مسلم کی اس روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا! مدینہ کے کچھ جن مسلمان ہو گئے ہیں۔ تم میں سے جو شخص کوئی سانپ دیکھے تو اسے تین مرتبہ یہ کہے کہ وہ گھر سے نکل جائے اور اسکے باوجود اگر وہ نہ جائے تو اسے قتل کر دو۔ کیونکہ وہ شیطان ہے۔(۲)

پس معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے غیر مسلم سرکش جنوں کو شیطان قرار دیا ہے۔

جنات کی اقسام

بنیادی طور پر اللہ تعالی نے جنوں کو بھی انسانوں ہی کی طرح اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اور اس عبادت کے لیے انہیں اختیار بھی دیا ہے لیکن جس طرح انسان اس اختیار کو صحیح استعمال کرتے ہوئے دائرہ اسلام میں داخل ہوجاتے ہیں یا پھر کفر کی راہ اختیار کر لیتے ہیں، اسی طرح بعض جن بھی اللہ تعالی کے مطیع بن کر مسلمان ہو جاتے ہیں۔ جبکہ بہت سے جن اسلام میں داخل نہیں بھی ہوتے۔ خود قرآن مجید میں جنوں کا یہ قول مذکور ہے کہ

(۱)[ملاحظہ ہو لسان العرب بذیل مادہ (شطن)] (۲)[مسلم کتاب السلام (۱۴۱)]

"وانا من المسلمون ومنا لقاسطون فمن اسلم فأولئک تحرو ارشدا

o واما القاسطون فکانوا لجهنم خطبا "(الجن۔۱۴۔۱۵)

''ہاں، ہم میں بعض تو مسلمان ہیں اور بعض بے انصاف ہیں۔ پس جو فرماں بردار ہو گئے انہوں نے تو راہ راست کا قصد کیا اور جو ظالم ہیں وہ جہنم کا ایندھن بن گئے''۔

جنات کی خوراک

صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ جن بھی انسانوں کی طرح کھانے پینے والی مخلوق ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جنات اپنی خوراک دو طرح سے حاصل کرتے ہیں۔ ایک تو وہ خوراک جو انسان کھاتے ہیں اور یہ جنات بھی چوری چھپے ان کے ساتھ شامل ہو کر اسے کھا لیتے ہیں۔ جیسا کہ درج ذیل احادیث سے ثابت ہے:

(۱) حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کھانا کھانے لگو تو دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور جب پانی پینے لگو تو دائیں ہاتھ سے پیو کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے بائیں ہاتھ سے پیتا ہے۔(۱)

(۲) حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ جب ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ کسی کھانے میں حاضر ہوتے تو اس وقت تک کھانے کیلیے اپنا ہاتھ آگے نہ بڑھاتے جب تک کہ آپ ﷺ شروع نہ فرمالیتے۔ ایک مرتبہ ہم آپکے ساتھ کھانے کے لیے حاضر تھے کہ ایک لڑکی آئی، گویا اسے کوئی دھکیل کر لایا ہے۔ وہ اپنا ہاتھ کھانے کے لیے بڑھانا ہی چاہتی تھی کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر ایک دیہاتی آیا گویا کوئی اسے بھی کوئی دھکیل کر لایا ہو۔ آپ ﷺ نے اس کا بھی ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا کہ شیطان اس کھانے کو اپنے لیے حلال سمجھتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ اور اس لیے شیطان اس

(۱) مسلم: کتاب الاشربۃ: (۲۰۲۰)]

لڑکی کو دھکیل کر لایا تا کہ اسکے ساتھ وہ کھانا حلال کر سکے۔ مگر میں نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا پھر شیطان اس کو دھکیل کر لایا تا کہ اس ذریعے کھانا اپنے لیے حلال کرے مگر میں نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔ قسم اس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے! بلاشبہ شیطان کا ہاتھ ان دونوں کے ہاتھوں سمیت میرے ہاتھ میں ہے!۔ (۱)

اس کے علاوہ بھی جنات کا باقاعدہ الگ خوراک کا تذکرہ احادیث میں ملتا ہے۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنوں نے مجھ سے اپنی خوراک کے بارے میں سوال کیا تو میں نے کہا کہ

"لکم کل عظم یقع فی ایدیکم اوفر ما یکون لحما و کل بعرة علف لدوابکم .... فقال رسول اللہ ﷺ فلا تستنجوا بھما فانھما طعام اخوانکم (۲)

"ہر وہ ہڈی جس پر اللہ کا نام لیا جائے تو وہ تمہاری خوراک ہے اور اللہ کا نام لینے کی برکت سے وہ تمہارے ہاتھوں میں گوشت سے بھرپور ہو جائے گی۔ اور مینگنیاں تمہارے جانوروں کا چارہ ہیں ..... پھر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ ان دونوں چیزوں سے استنجا نہ کیا کرو کیونکہ یہ ہمارے بھائیوں (یعنی مسلمان جنوں) کی خوراک ہے۔"

جنات کی رہائش

جنات عموماً ویران مقامات، کھنڈرات، جنگلوں، اور صحراؤں میں رہائش رکھتے ہیں۔ جبکہ ان میں سے مسلمان جن بیت اللہ کا قرب وجوار، مکہ و مدینہ جیسے معزز و افضل شہروں اور مسجدوں وغیرہ جیسی پاک جگہ کو اپنی رہائش کے لیے منتخب کرتے ہیں اور انکے برعکس شریر اور غیر مسلم جن، گندی جگہوں مثلاً بیت الخلاء، کوڑا کرکٹ کا ڈھیر اور کفر و شرک کے اڈے وغیرہ

(۱) [مسلم کتاب الاشربہ: باب آداب طعام (۲۰۱۷)]
(۲) [(مسلم کتاب الصلاۃ باب الجہر بالقراۃ فی الصبح ـ ۴۵۰)]

جیسی نجاست سے لبریز جگہوں کو اپنی رہائش کے لیے پسند کرتے ہیں۔ اسی لیے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب بیت الخلاء میں داخل ہونے لگو تو یہ دعا پڑھ لیا کرو:

" اللهم انی اعوذبک من الخبث والخبائث"(۱)

''یا اللہ میں جنوں اور جنیوں سے بچاؤ کے لیے تیری پناہ میں آتا ہوں''۔

ایک روایت میں واضح طور پر یہ بات موجود ہے کہ

''ان گندی جگہوں پر شیطان رہتے ہیں لہذا جب کوئی بیت الخلاء میں داخل ہو تو یہ دعا (درج بالا) پڑھ لیا کرے''۔(۲)

جنات جنت میں جائیں گے یا جہنم میں؟

''جنات کی اقسام'' میں یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ جنوں میں مسلمان بھی ہوتے ہیں اور غیر مسلم بھی جیسا کہ سورۃ الجن میں جنوں کا یہ قول ہے کہ

"وانا من المسلمون ومنا القاسطون فمن اسلم فأولئك تحروا رشدا ο واما لقاسطون فكانوا لجهنم حطبا ο"

''ہاں ہم میں بعض تو مسلمان ہیں اور بعض بے انصاف ہیں۔ پس جو فرماں بردار ہو گئے انہوں نے تو راہ راست کا قصد کیا اور جو ظالم ہیں وہ جہنم کا ایندھن بن گئے۔''

اس سے ثابت ہوا کہ کافر جنات جہنم میں اور مسلم جنات جنت میں جائیں گے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ رقمطراز ہیں کہ

''اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ کافر جن جہنم میں داخل کیے جائیں گے اور اکثر و بیشتر اہل علم کے نزدیک مسلمان جن جنت میں جائیں گے۔''(۳)

---

(۱)[(بخاری کتاب ولوضو باب مایقول عندالخلاء)]

(۲)[(حاکم ۱۔ ۱۸۷) امام حاکم اور ذہبی نے اسے صحیح قرار دیا ہے)]

(۳)[مجموع الفتاوی (۳۸/۱۹)]

کیا جن اپنی شکل تبدیل کر سکتا ہے؟

قرآن وسنت کے واضح دلائل سے یہ ثابت ہے کہ جن اپنی شکل تبدیل کر سکتے ہیں۔ چند ایک دلائل درج ذیل ہیں۔

(۱) "ولا تكونوا كالذين خرجوا من ديارهم بطرا ورئاء الناس ويصدون عن سبيل الله والله بما يعملون محيط ٥ واذ زين لهم الشيطن اعمالهم وقال لا غالب لكم اليوم من الناس واني جار لكم فلما تراأت الفئتان نكص على عقبيه وقال اني بريء منكم اني ارى مالا ترون اني اخاف الله والله شديد العقاب" (الانفال ۷ ۴۴)

"ان لوگوں جیسے نہ بنو جو اتراتے ہوئے اور لوگوں میں خودنمائی کرتے ہوئے اپنے گھروں سے چلے اور اللہ کی راہ سے روکتے تھے۔ جو کچھ وہ کر رہے ہیں اللہ اسے گھیر لینے والا ہے جبکہ ان کے اعمال، شیطان انہیں زینت دار دکھا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ لوگوں میں سے کوئی بھی آج تم پر غالب نہیں آسکتا۔ میں خود بھی تمھارا حمایتی ہوں لیکن جب دونوں جماعتیں نمودار ہوئیں تو اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹ گیا اور کہنے لگا کہ میں تو تم سے بری ہوں۔ میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے"۔

ان آیات کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ جب مشرکین مکہ جنگ بدر کے لیے روانہ ہوئے تو شیطان سراقہ بن مالک کا روپ دھار کر آیا تھا اور انہیں اپنے اور اپنے قبیلہ بنو بکر بن کنانہ کے تعاون کا بھرپور وعدہ دلایا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ اس لیے کہ یہ قبیلہ قریش مکہ کا حریف تھا۔[1]

(۱) [دیکھیے تفسیر ابن کثیر، قرطبی، فتح القدیر۔ بذیل آیت مذکورہ]

(۲) حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ "مدینہ میں کچھ جنوں نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ لہذا اگر تم کوئی سانپ دیکھو تو اسے تین مرتبہ اذن (حکم) دو کہ وہ چلا جائے۔ اور اگر وہ اس کے بعد بھی نہ جائے تو اسے قتل کر دو۔ کیونکہ وہ شیطان ہے"۔ (۱)

(۳) حضرت ابو سائب فرماتے ہیں کہ میں حضرت سعیدؓ سے ملاقات کے لیے گیا تو وہ نماز میں مشغول تھے چنانچہ میں انکے انتظار میں بیٹھ گیا۔ دریں اثنا انکے گھر کے ایک طرف انکے بستر کے نیچے سے مجھے سانپ کی حرکت محسوس ہوئی اور میں نے دیکھا تو واقعی سانپ تھا اور میں اسے قتل کرنے کے لیے آگے بڑھا تو ابو سعیدؓ نے مجھا اشارہ کیا کہ بیٹھے رہو۔ میں بیٹھ گیا اور جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے ایک گھر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہاں ایک نو بیاہتا جوڑا رہتا تھا۔ جب ہم جنگ خندق میں اللہ کے حضور ﷺ کے ہمراہ تھے تو اس شخص نے دوپہر کے وقت اللہ کے رسول ﷺ سے اپنے گھر جانے کی اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا کہ مجھے بنو قریظہ (یہودی قبیلہ) سے خطرہ ہے۔ لہذا تم اپنا ہتھیار بھی ساتھ لے جاؤ۔

جب وہ صحابیؓ اپنے گھر کے قریب پہنچا تو اسکی بیوی گھر کی دہلیز پر کھڑی تھی۔ اس صحابیؓ کی غیرت نے جوش مارا اور اس نے اس پر حملہ کرنے کے لیے اپنا نیزہ تان لیا۔ اسکی بیوی نے کہا کہ اپنا نیزہ دور رکھو اور پہلے اپنے گھر میں داخل ہو کر جائزہ لو کہ کس چیز نے مجھے باہر نکلنے پر مجبور کیا ہے۔ وہ گھر میں داخل ہوا تو اسنے دیکھا کہ بستر پر ایک بہت بڑا سانپ کنڈی مار کر بیٹھا ہوا ہے۔ اسنے فوراً سانپ کو اپنا نیزہ چبھویا اور نیزہ میں پرو کر صحن میں گاڑ دیا وہ سانپ نیزے پر تڑپنے لگا اور پھر یہ معلوم نہیں کہ سانپ پہلے مرا یا اسے قتل کرنے والا وہ صحابیؓ!

(۱) [مسلم کتاب السلام باب اجتناب المجذوم ونحوہ (۲۲۳۶-۱۴۱)]

حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع دی اور فرمائش کی کہ آپ ﷺ اللہ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس صحابیؓ کو زندہ کر دیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اپنے ساتھی کے لیے استغفار کرو۔ پھر فرمایا کہ مدینہ میں کچھ جنوں نے اسلام قبول کر لیا ہے لہذا جب تم کوئی جن (سانپ وغیرہ کی شکل میں) دیکھو تو اسے تین دن تک (اور بعض روایات کے مطابق تین مرتبہ) نکل جانے کی وارننگ دو۔ پھر اگر اس کے باوجود وہ نہ جائے تو اسے قتل کر دو کیونکہ وہ شیطان ہے۔"(۱)

معلوم ہوا کہ سانپ اصل میں جن تھا جس نے اپنا روپ بدلا ہوا تھا۔

(۴) اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ کا معروف واقعہ ہے کہ وہ صدقہ فطر کی کھجوروں کی حفاظت پر مامور تھے کہ شیطان ایک آدمی کے شکل میں آکر کھجوریں چوری کرنے لگا۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے اسے پکڑ لیا اور اسکی منت سماجت کی وجہ سے اسے چھوڑ دیا۔ تین دن مسلسل ایسا ہوتا رہا کہ وہ شیطان انسانی روپ میں آتا مگر ابو ہریرہ اسے ہر مرتبہ پکڑ لیتے۔ پھر تیسرے دن اس نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں تمہیں ایسا وظیفہ بتاتا ہوں کہ اگر تم سوتے وقت اسے پڑھ لو تو صبح تک شیطان تمہارے قریب نہیں آئیگا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک محافظ تمہارے لیے مقرر کر دیا جائے گا پھر اسنے کہا کہ تم آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرو حضرت ابو ہریرہؓ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ شیطان تھا۔۔۔ خود تو جھوٹا تھا مگر تمہیں سچی بات بتا گیا ہے۔(۲)

---

(۱)[مسلم کتاب السلام (۲۲۳۶_۱۳۹)]

(۲)[(بخاری کتاب فضائل القرآن باب فضل سورۃ البقرہ (۵۰۱۰)]

مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہوا کہ شیاطین، جنات اپنی شکلیں تبدیل کر سکتے ہیں۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ رقمطراز ہیں کہ

''جنات انسانوں اور جانوروں مثلاً سانپ بچھو، اونٹ، گائے، گھوڑے، خچر، گدھے، پرندوں وغیرہ کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔''(۱)

لیکن شکلوں کی تبدیلی کیسے اور کیونکر ہوتی ہے اس کی کنہ وحقیقت اور حالت وکیفیت ہم نہیں جانتے۔ واللہ اعلم!

نیز یاد رہے کہ کوئی بھی شیطان اور جن نبی اکرم ﷺ کی شکل اختیار نہیں کر سکتا جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''جس نے مجھے خواب میں دیکھا اسنے واقعی مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت اختیار ہی نہیں کر سکتا۔''(۲)

جنات کی شادی اور اولاد

قرآن وسنت سے معلوم ہے کہ جنات میں مذکر اور مؤنث کا تصور موجود ہے اور ان کے آپس میں شادی، بیاہ، عشق ومحبت اور زنا کاری وفحاشی وغیرہ جیسے تمام کام اسی طرح پائے جاتے ہیں، جس طرح یہ تمام کام انسانوں میں پائے جاتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے کہ

''واذقلنا للملئكة اسجد و ا لادم فسجدوا الا ابليس كان من الجن ففسق عن امر ربه افتتخذونه وذريته اولياء من دونى وهم لكم عدو بئس للظالمين بدلا''o (الکہف ۵۰)

''اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ تم آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا

(۱)[رسالۃ الجن (ص ۲۳)]

(۲)[بخاری کتاب العلم باب اثم من کذب علی النبی ﷺ (۱۱۰) مسلم: کتاب الرؤیا (۱۱)]

سوائے ابلیس کہ جو جنوں میں سے تھا۔اس نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی کیا پھر بھی تم مجھے چھوڑ کر اسے اور اس کی اولاد کو اپنا دوست بنا رہے ہو؟ حالانکہ وہ تم سب کا دشمن ہے۔ایسے ظالموں کا کیا ہی برا بدل ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ جنوں کی اولاد ہوتی ہے۔

اسی طرح احادیث میں بیت الخلاء میں داخل ہونے کی یہ دعا مذکور ہے:

"اللھم انی اعوذبک من الخبث والخبائث"(۱)

"یا اللہ میں تجھ سے جن اور (انکی مؤنث) جنیوں سے پناہ مانگتا ہوں"۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ جنات نر اور مادہ پائے جاتے ہیں۔

کیا جن انسان کے جسم میں داخل ہوسکتا ہے؟

جنات انسانوں کو تکلیف بھی پہنچاتے ہیں اور انسانوں کے جسموں میں بھی داخل ہو سکتے ہیں۔شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے تفصیلی طور پر اسے ثابت کیا ہے۔چنانچہ لکھتے ہیں کہ

"جنات کا انسانوں میں داخل ہونا کبھی تو عشق و معشوقی کی وجہ سے ہوتا ہے۔(کہ جن اس انسان (مرد یا عورت) پر عاشق ہو جاتا ہے۔) جس طرح ایک انسان دوسرے انسان سے عشق کرتا ہے۔حتی کہ بسا اوقات انسانوں اور جنوں کے آپس میں ملاپ کے ذریعہ سے بچہ بھی پیدا ہو جاتا ہے اور یہ ایسی معروف بات ہے جسے بے شمار علما نے بیان کیا ہے۔البتہ علما نے انسانوں کا جنوں کیساتھ رضا مندی سے شادی کرنے کو بھی حرام قرار دیا ہے۔

اور اکثر و بیشتر اس طرح ہوتا ہے کہ کوئی انسان غیر دانستہ طور پر کسی جن کو تکلیف پہنچا کر بیٹھتا ہے مثلاً جن پر پیشاب کر بیٹھتا ہے یا جن پر گرم پانی پھینک دیتا ہے۔یا نادانستہ طور پر کسی جن کو قتل کر بیٹھتا ہے۔تو دوسرے جن اسکا بدلہ لینے کے لیے اسے تکلیف پہنچانا

(۱)[(بخاری شریف ۱۴۲)]

شروع کر دیتے ہیں۔اور پھر وہ ایسے انسان کو نادانستہ طور پر سرزد ہونے والے عمل کے نتیجہ میں بہت زیادہ سزا دیتے ہیں۔اور بعض جن بے وقوف اور شرارتی ہوتے ہیں جو انسانوں کو بلاوجہ اسی طرح تکلیف دیتے ہیں جس طرح بعض بے وقوف انسان دوسروں کو اذیت دیتے ہیں۔''(۱)

حضرت انس سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ

''ان الشیطان یجری من الانسان مجری الدم''(۲)

''یقیناً شیطان انسان کے اندر اس طرح گردش کرتا ہے جس طرح خون گردش کرتا ہے۔''

خود راقم کو بعض ایسے مریضوں نے جن پر جنات کا اثر تھا، بتایا ہے کہ جن دیکھتے ہی دیکھتے، یک دم جسم میں داخل ہو جاتا ہے۔ایسی صورت میں بعض لوگوں کیساتھ وہ جنات فحش حرکتیں بھی کرتے ہیں اور بعض کو صرف جسمانی اذیت سے دوچار کرتے ہیں۔

علامہ ابوبکر جابر الجزائریؒ اپنی کتاب ''مؤمن کے عقائد'' میں ۔۔۔'کیا جن انسان کو ستاتے ہیں؟'۔۔۔کے تحت اپنا آنکھوں دیکھا ایک دردناک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ

'' یہ میری اپنی عزیز بہن سعدیہ کا دردناک سانحہ ہے۔بچپن میں اس المیہ کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور تب سے دل پر اس صدمہ کا داغ اٹھایا ہے۔قصہ یوں ہے کہ ایک روز ہم چھوٹے چھوٹے بچے کھجور کی خشک لکڑیوں کا گٹھا بنا کر ایک رسی کی مدد سے مکان کی چھت پر اسے چڑھا رہے تھے۔میری بہن سعدیہ جو عمر میں مجھ سے کچھ ہی بڑی تھی، چھت پر تھی اور اوپر سے رسی کھینچ کر لکڑیاں ایک طرف رکھتی جاتی تھی۔اتفاق سے ایک مرتبہ جب سعدیہ نے رسی کھینچی تو گٹھا بھاری ہونے کی وجہ سے اس سے کھینچا نہ جا سکا۔چنانچہ رسی اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور گٹھا نیچے گر گیا۔

---

(۱)[مجموع الفتاوی ص ۳۹۔۴۰۔ج ۱۹]

(۲)[(کتاب السلام باب بیان انہ یستحب لمن رؤی خالیا بامراۃ (۲۱۷۴)]

سوئے اتفاق کہ گٹھا جہاں گرا وہاں کوئی جن براجمان تھا اور یہ گٹھا ٹھیک اس کے اوپر گرا۔جس سے اس کو تکلیف ہوئی۔لیکن اس خبیث نے نادانستگی کی اس اذیت کا بدلہ اس طرح لینا شروع کیا کہ رات کو جب میری بہن محوخواب ہوتی، تو یہ آکر اس کا نیند میں گلہ دباتا۔اور بے چاری بہن انتہائی کرب کے عالم میں ذبح کی گئی بکری کی طرح تڑپ اٹھتی اور زمین پر اپنی ایڑیاں رگڑتی اور جب تک ادھ موئی نہ ہو جاتی یہ ظالم جن اسے نہ چھوڑتا۔ہفتہ میں کئی کئی دن اس طرح ہوتا۔ایک دن بہن کی زبانی اس ملعون جن، نے اس کا اظہار بھی کیا کہ فلاں فلاں دن کی اذیت کا وہ اس طرح بدلہ لے رہا ہے۔بہن سعدیہ اس ایک روز کی معمولی خطا کی پاداش میں دس سال کے طویل عرصہ تک یہ کربناک اذیت سہتی رہی اور ہفتہ عشرہ میں کئی کئی دن ایسا ہوتا کہ موت اسکے قریب آکر لوٹ جاتی۔آخر ایک روز اس جن نے اس کا گلا اس زور سے دبایا کہ اس کا سانس اکھڑ گیا۔اس نے آخری بار زمین پر اپنی ایڑیاں رگڑیں اور پھر اس کی روح قفسی عنصری سے پرواز کر گئی۔اللہ تعالی بال بال اس کی مغفرت فرمائے اور اپنی رحمت کے سائے میں اسے جگہ دے۔آمین‘‘!

۔۔۔علامہ جزائری یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ’’یہ کوئی افسانہ نہیں بلکہ ہمارے اپنے سروں پر پڑی ہوئی افتاد ہے۔اس کی صداقت کی اس سے بڑی نشانی اور کیا ہوگی کہ ہماری ان آنکھوں نے اسے ہوتا ہوا دیکھا ہے!‘‘۔(۱)

آنحضرت ﷺ نے بھی جن نکالا!!

کتب احادیث میں بعض ایسی روایات مذکور ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ بھی جن نکالا کرتے تھے۔مثلاً حضرت یعلی بن مرہؓ سے مروی ہے کہ

میں نے اللہ کے رسول ﷺ کی معیت میں تین ایسی چیزیں دیکھی ہیں جنہیں مجھ سے پہلے یا بعد میں کسی نے نہ دیکھا ہوگا۔(ان میں سے ایک یہ ہے) کہ میں اللہ کے رسول ﷺ

(۱)[(مومن کے عقائد مترجم ص ۲۷۶۔۲۷۷)]

کیساتھ سفر میں تھا۔ راستہ میں ہم نے دیکھا کہ ایک عورت اپنا بچہ لیکر بیٹھی ہے اور آنحضرت ﷺ کو دیکھ کر کہنے لگی کہ میرے اس بچے کو جنوں کا اثر ہے۔ اور ہمیں بھی اس بچے سے بعض اوقات تکلیف پہنچتی ہے۔ اور اسے ایک ہی دن میں جنات اتنی مرتبہ اذیت سے دوچار کرتے ہیں کہ ہم شمار نہیں کر سکتے۔۔۔!

آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بچہ مجھے پکڑاؤ۔ اس عورت نے بچہ آپ ﷺ کی طرف بڑھایا۔ آپؐ نے بچے کو پکڑ کر اپنے سامنے بٹھایا اور اس کا منہ کھول کر کچھ پڑھا اور اس میں تین مرتبہ پھونکا اور فرمایا: "بسم الله انا عبد الله واخساء عدو الله ۔۔۔ اللہ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں، میں اللہ کا بندہ ہوں، اے اللہ کے دشمن! ذلیل وخوار ہو جا" پھر وہ بچہ اس عورت کے سپرد کر دیا اور فرمایا کہ واپسی پر اسی جگہ ہمارا انتظار کرنا اور ہمیں بتانا کہ بچے کا کیا حال ہے۔

صحابیؓ فرماتے ہیں کہ پھر ہم چلے گئے۔ اور واپسی پر اسی جگہ پر وہ عورت ہمیں دوبارہ ملی اور اسکے پاس تین بکریاں تھیں۔ نبی کریمؐ نے دریافت فرمایا کہ اب تمہارے بچے کا کیا حال ہے۔؟ اس نے کہا کہ قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، آپ کے (دم کے) بعد تا حال ہمارا بچہ بالکل ٹھیک اور محفوظ رہا ہے۔ لہذا آپ ﷺ میری طرف سے یہ تین بکریوں کا تحفہ قبول فرمالیں۔ آپ نے ایک صحابیؓ سے فرمایا کہ ان میں سے ایک بکری لے لو اور باقی اس عورت کو واپس کر دو"۔ (۱)

---

(۱)](مسند احمد ٤-١٧٠-١٧١-١٧٢)دلائل النبوة لابی نعیم (٣٩٤)دلائل النبوة للبیہقی (٦-١٨-١٩)المعجم الکبیر للطبرانی (٨٣٤٧) مصنف ابن ابی شیبه (١١-٤٨٨تا ٤٩٦)] انہی میں سے بعض روایات میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تین بار فرمایا: "اخرج یا عدو الله انا رسول الله"
"اے اللہ کے دشمن اس بچے سے نکل جا اور یاد رکھ کہ میں اللہ کا رسولؐ ہوں۔"

مسند دارمی میں یہ روایت اس طرح ہے کہ اس عورت نے کہا:

"یا رسول الله ﷺ ان ابنی هذا یا خذه الشیطان کل یوم ثلاث مرات "

''اے اللہ کے رسولؐ میرے اس بچے کو شیطان روزانہ تین مرتبہ تکلیف دیتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اس بچے کو پکڑا اور اس پر دم کرنے کے بعد تشریف لے گئے۔ پھر واپسی پر اس عورت نے آ کر کہا کہ

"فو الذی بعثک با لحق ما عاد الیه بعد "

''اس ذات کی قسم جسنے آپ کو حق کیساتھ مبعوث کیا ہے آپ کے دم کے بعد وہ جن دوبارہ کبھی نہیں آیا۔''(۱)

البتہ جن روایات میں یہ اضافہ ہے کہ اس بچے نے قے کی اور اس کے پیٹ سے کتے کے چھوٹے بچے کی طرح کوئی چیز نکلی (دارمی۔۲۰) یہ اضافہ صحیح سند سے ثابت نہیں البتہ نفس واقعہ شواہد و متابعات کیساتھ حسن درجے کا ہے۔

ایک اور واقعہ

حضرت عثمان بن ابی العاصؓ سے روایت ہے کہ جب اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے طائف کا گورنر بنا کر بھیجا تو مجھے یوں محسوس ہوتا کہ جیسے میری نماز کے دوران کوئی چیز میرے سامنے آجاتی ہے۔ حتی کہ مجھے پھر یہ بھی پتہ نہیں چلتا تھا کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں۔ جب میری یہ حالت ہوئی تو میں اللہ کے رسولؐ کی طرف لوٹ آیا۔ آپ نے جب دیکھا تو فرمایا کہ یہ ابو العاص کا بیٹا عثمان ہے میں نے کہا جی ہاں اللہ کے رسول! آپؐ نے پوچھا کہ تم

(۱)[(مسند دارمی :مقدمه :کتاب علامات النبوة :باب ما اکرم الله به نبیه من ایمان الشجر به والبهائم والجن (۱۸) مجمع الزوائد (۹-۶) امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کو امام احمد نے دو سندوں سے بیان کیا ہے اور اسی طرح طبرانی نے بھی روایت کیا ہے جبکہ امام احمد کی دو سندوں میں سے ایک سند کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔]

کیوں واپس آ گئے ہو؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! دوران نماز مجھے کوئی چیز تنگ کرتی ہے اور مجھے یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ میں کیا پڑھ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تو شیطان ہے، ذرا میرے قریب آؤ۔ میں آپؐ کے قریب ہو کر پاؤں کے بل بیٹھ گیا۔ آپؐ نے میرے سینے پر مارا اور میرے منہ میں تھوکتے ہوئے فرمایا (اخرج عدو الله) اللہ کے دشمن نکل جا۔ آپؐ نے تین مرتبہ اس طرح کہا پھر فرمایا کہ جاؤ اور اپنی ذمہ داری انجام دو۔ حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ بخدا اسکے بعد وہ جن کبھی واپس میرے سامنے نہیں آیا۔ [1]

شیخ الاسلام؛ امام ابن تیمیہؒ جن نکالا کرتے تھے

حافظ ابن قیمؒ زاد المعاد میں رقمطراز ہیں کہ

''شیخ الاسلام بعض اوقات جنوں سے متاثر (مریض) شخص کی طرف اپنا کوئی نمائندہ بھیجتے جو مریض کے جسم میں موجود جن سے مخاطب ہو کر کہتا کہ شیخ الاسلام نے پیغام بھیجا کہ اس جسم سے نکل جا۔ کیونکہ اس جسم میں داخل ہو کر اس مریض کو تنگ کرنا تمہارے لیے جائز نہیں۔ تو وہ جن صرف اتنا ہی پیغام سن کر بھاگ جاتا۔ اور مریض تندرست ہو جاتا۔ کبھی کبھار شیخ الاسلام خود جنوں سے مخاطب ہوتے اور اگر جن زیادہ ہی سرکش ہوتا تو شیخ اسے مارتے اور جب مریض کے ہوش وحواس قائم ہوتے تو اس کے جسم پر مار کا نشان یا تکلیف بالکل نہیں ہوتی تھی۔ اور ایسا بے شمار مرتبہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔۔۔۔

شیخ الاسلام اکثر وبیشتر ایسے مریض کے کان میں یہ آیت پڑھتے:

افحسبتم انما خلقنا کم عبثا و انکم الینا لا ترجعون ○ (المومنون۔115)

''کیا تمہارا خیال ہے کہ ہم نے تمہیں فضول پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف (یعنی خدا کی طرف) واپس نہیں لوٹائے جاؤ گے''۔

---

(1) [(ابن ماجہ کتاب الطب باب الفزع والارق وما یتعوذ منہ۔ (3548) امام بوصیریؒ فرماتے ہیں کہ ھذا اسناد صحیح ورجالہ ثقات ''اس کی یہ سند صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں)]

۔۔۔حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے بتایا کہ انہوں نے جنوں کے مریض کے کان میں یہ آیت پڑھی تو جن نے جواب دیا، ہاں! ہم اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ اور یہ جواب بڑی اونچی آواز میں دیا۔ تو شیخ نے لاٹھی پکڑ کر اسکی گردن کی رگوں پر مارا۔ حتی کہ انکے ہاتھ مار مار کر تھک گئے اور لوگوں نے سمجھا کہ شاید یہ مریض مر جائے گا۔ اسی دوران جن بولا کہ میں اس مریض سے محبت کرتا ہوں۔ شیخ نے جواب دیا: لیکن یہ تم سے محبت نہیں کرتا۔ اس جن نے کہا کہ میں اسے حج کروانا چاہتا ہوں۔ شیخ نے کہا کہ یہ تمہارے ساتھ حج نہیں کرنا چاہتا۔ پھر جن نے کہا کہ میں آپ کی بزرگی کے پیش نظر اسے چھوڑتا ہوں۔ شیخ نے کہا: نہیں! بلکہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وجہ سے اسے چھوڑو۔ اس جن نے کہا کہ اچھا میں نکل جاتا ہوں۔ پھر وہ مریض اٹھ کر بیٹھ گیا اور حیرانی سے پوچھنے لگا کہ شیخ صاحب کیوں آئے ہیں۔ اور یہ لاٹھی وغیرہ سب کچھ کیا ہے؟ میں نے کوئی گناہ تو نہیں کیا، مجھے کیوں مارنے لگے ہو؟ حالانکہ اس مریض کو علم ہی نہ تھا کہ اسے تو فی الواقع مار پڑ چکی ہے۔"(۱)

(۱) [(زاد المعاد ص ۶۲-۶۳- ج-۴)]

باب 12

کامیاب روحانی علاج اور اسکے مختلف طریقے

- جن نکالنے کے مختلف کامیاب طریقے
- جادو کا توڑ، قرآن وسنت کی روشنی میں
- نظر بد کی حقیقت اور اس کا روحانی علاج
- سانپ، بچھو اور دیگر زہریلی چیزوں کے زہر کا روحانی تریاق
- زخموں اور پھوڑوں پھنسیوں کا روحانی علاج
- دیوانے، مجنوں اور پاگل کا علاج
- سر درد اور دیگر دردوں کا علاج
- جسمانی تھکاوٹ دور کرنے کا وظیفہ
- غم، پریشانی اور ذہنی تھکاوٹ دور کرنے کا وظیفہ
- شیطانی وساوس دور کرنے کا وظیفہ
- ڈرنے والے شخص کا علاج
- مشکلات سے نجات کا وظیفہ
- بخار کا روحانی علاج

ایک بنیادی اور ضروری قائدہ

روحانی علاج کے سلسلہ میں سب سے پہلے یہ اصول ذہن نشین رہے کہ دنیا میں بڑے سے بڑا جن، شدید سے شدید تر جادو اور عظیم سے عظیم تر قوت و طاقت والا دشمن بھی اس وقت تک کسی شخص کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ جب تک کہ اس نقصان میں اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اس کی طے کردہ تقدیر کا فیصلہ شامل نہ ہو۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے بارے میں پہلے سے تقدیر میں کوئی نقصان، تکلیف، مرض، دکھ یا مصیبت وغیرہ لکھ رکھی ہے تو پھر وہ ضرور واقع ہو کر رہے گی لیکن اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کے لیے اس کی تقدیر میں پہلے سے کوئی تکلیف نہیں لکھی تو پھر دنیا کی کوئی طاقت بھی اس شخص کو وہ تکلیف نہیں پہنچا سکتی۔

اسی حقیقت پر ایمان ویقین کا دوسرا نام، ایمان بالتقدیر ہے جو ہر مسلمان کے بنیادی عقائد کا جزو لاینفک ہے۔ ایمان کے درج ذیل چھ ارکان ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا (۲) فرشتوں پر ایمان لانا

(۳) اللہ تعالیٰ کی آسمانی کتابوں کو تسلیم کرنا (۴) اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو سچا ماننا

(۵) یوم آخرت پر ایمان رکھنا

(۶) تقدیر کے اچھے یا برے ہونے پر ایمان لانا۔

تقدیر سے مراد ہر انسان کا وہ عملی ریکارڈ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کامل کے ساتھ پیشگی لکھ رکھا ہے کہ یہ انسان کون سے اچھے یا برے کام کرے گا۔۔۔، اس کو کیا کیا نفع یا نقصان ہو گا۔۔۔ اور کن کن ذرائع سے ہو گا۔۔۔۔۔ زندگی خوشحالی میں گذرے گی یا بدحالی

میں۔۔۔یہ سب باتیں اللہ تعالی نے تقدیر میں لکھ رکھی ہیں۔جنہیں دنیا کی کوئی طاقت بدل نہیں سکتی۔البتہ صحیح احادیث کے مطابق صرف مقبول دعا اس تقدیر کو بدل سکتی ہے۔

جیسا کہ حدیث نبوی ہے کہ

"لایرد القضاء الاالدعاء"[۱]

قرآن وسنت میں مختلف پہلوؤں سے اس بنیادی اصول یعنی تقدیر پر پختہ ایمان رکھنے کی ترغیب وتاکید کی گئی۔ارشاد باری تعالی ہے:

"ما اصاب من مصیبة فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبرأها ان ذلک علی الله یسیر لکیلا تأسوا علی ما فاتکم ولاتفرحوا بما اتاکم والله لا یحب کل مختار فخور ٥

"نہ کوئی مصیبت دنیا میں آتی ہے نہ خاص تمہاری جانوں میں مگر اس سے پہلے کہ ہم اس کو پیدا کریں وہ ایک خاص کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔یہ کام اللہ تعالی پر بالکل آسان ہے۔تاکہ تم اپنے سے فوت شدہ کسی چیز پر رنجیدہ نہ ہو جایا کرو اور نہ عطا کردہ چیز پر اترا جاؤ اور اترانے والے شیخی خوروں کو اللہ پسند نہیں فرماتا۔"(الحدید۲۲۔۲۳)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی نے ارض وسما کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے ہی تمام لوگوں کو تقدیریں لکھ دی تھیں۔جبکہ اس وقت اللہ تعالی کا عرش پانی پر تھا۔[۲]

اللہ کے رسول ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے فرمایا کہ اللہ تعالی کو یاد رکھو اللہ تعالی تمہاری حفاظت کریں گے۔اور اللہ کو یاد رکھو گے تو اپنی مشکل میں اللہ تعالی کو مددگار پاؤ گے۔جب بھی مانگو، اللہ ہی سے مانگو۔اور جب بھی مدد کی

---

(۱)[(ترمذی کتاب القدر: باب ماجاء لایرد القدر الا الدعا(۲۱۳۹) مسند احمد(۵/۲۷۷۔۲۸۰)]

(۲)[مسلم کتاب القدر باب حجاج آدم وموسی(۲۶۵۳)]

فریاد کرو، اللہ ہی سے کرو۔ جان لو کہ اگر ساری امت اس بات پر جمع ہو جائے کہ تمہیں کوئی فائدہ پہنچانا چاہے تو جو اللہ تعالی نے لکھ رکھا ہے اس سے زیادہ فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ اور اگر ساری امت اس بات پر جمع ہو جائے کہ تمہیں نقصان پہچانا چاہے تو پھر جو اللہ تعالی نے تقدیر میں لکھ رکھا ہے اس کے سوا یہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ (تقدیر لکھنے والے) قلم اٹھا لیے گئے ہیں اور جن صحیفوں پر تقدیر لکھی تھی وہ خشک ہو چکے ہیں۔ (۱)

قرآن مجید میں ھاروت اور ماروت کے جادو کے پس منظر میں اس حقیقت کی طرف اشارہ موجود ہے کہ

''وماھم بضارین بہ من احد الا باذن اللہ ٥''

''حالانکہ وہ اس جادو کے ساتھ اللہ تعالی کے مرضی کے بغیر کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔''

لہذا اس قرآنی اصول اور فیصلہ کو ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ اگر اللہ تعالی کی مرضی نہ ہو تو کوئی لاکھ جادو کرے، ہرگز نقصان نہیں پہنچ سکتا!!

مرض اور علاج کی حقیقت

جس طرح دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہر اچھی سے اچھی اور مضبوط چیز استعمال اور مرور زمانہ کیساتھ عیوب و نقائص کا شکار ہوتی رہتی ہے۔ اور اس چیز کی نوعیت کے لحاظ سے اسکا گاہے بگاہے علاج (مرمت وغیرہ) کیساتھ مداوا بھی کیا جاتا رہتا ہے۔ اور اس طرح ایک عرصہ تک ہر چیز RE-SET اور نئی کر کے قابل استفادہ بنالی جاتی ہے لیکن ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ وہ چیز دوبارہ مرمت کی قابلیت نہ رکھتے ہوئے فنا ہو جاتی ہے۔ تقریباً اسی

(۱)[(ترمذی کتاب صفۃ القیامۃ باب۔۵۹)(حدیث ۲۵۱۶)(احمد ا۔۲۹۴)(حاکم ۳۔۵۴۱)(حلیۃ الاولیا (ج ا۔ص ۱۳۴)]

طرح انسان بھی اللہ تعالی کی پیدا کی ہوئی ایسی مخلوق ہے جس میں عیوب ونقائص پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ کبھی کوئی دکھ، کبھی کوئی تکلیف اور مرض اور کبھی بڑھاپا۔ ان عیوب کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالی نے علاج معالجے اور دوا کا بندوبست بھی ایک وقت تک کر رکھا ہے۔ جسکی طرف یہ حدیث نبوی بھی راہنمائی کرتی ہے کہ

''ما انزل اللہ داءً الا انزل لہ شفاءً''(۱)

''اللہ تعالی نے کوئی بیماری ایسی نازل نہیں کی جس کی شفا نہ اتاری ہو''۔

لیکن ایک وقت ہر انسان پر ایسا آتا ہے کہ وہ بڑھاپے جیسے لاعلاج مرض کا شکار ہو کر بالآخر اس دنیا سے اپنا تعلق چھوڑ جاتا ہے۔ لہذا جب تک انسان اس دنیا میں موجود رہتا ہے، وہ مختلف جسمانی اور روحانی بیماریوں کا بھی وقتاً فوقتاً شکار ہوتا رہتا ہے۔ اور ان کے تدارک کے لیے اللہ تعالی نے مختلف اسباب بھی پیدا کر رکھے ہیں۔ اسی لیے آنحضرت ﷺ سے جب بعض لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا ہم علاج معالجہ کے اسباب اختیار کر سکتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''نعم یا عباد اللہ تداووا فان اللہ عزوجل لم یضع داء الا وضع لہ شفاء غیر داء واحد قالوا وما ھو؟ قال الھرم''(۲)

''ہاں اللہ کے بندو علاج معالجہ کروا لیا کرو کیونکہ اللہ تعالی نے کوئی بیماری ایسی نہیں اتاری کہ جسکی شفا اور دوا نہ اتاری ہو سوائے ایک بیماری کے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ وہ کون سی ہے؟ آپؐ نے فرمایا بڑھاپا۔''

آنحضرت ﷺ نے خود بھی اپنے مرض الموت میں دوا استعمال کی تھی اور آپؐ مختلف اوقات میں مختلف صحابہؓ کو بعض چیزیں بطور علاج تجویز فرمایا کرتے تھے۔ مثلاً:

ایک صحابیؓ نے آ کر عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ میرے بھائی کو اسہال (پیچس کا

---

(۱)[(بخاری کتاب الطب باب ما انزل اللہ داء الا۔۔۔(۵۶۷۸)]

(۲)[ابوداؤد: کتاب الطب باب فی الرجل یتداوی (۳۸۵۵) ترمذی کتاب الطب (۲۰۳۸) احمد ۴۔۲۷۸)]

مرض) ہے۔تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے شہد پلاؤ۔وہ شخص چلا گیا اور دوبارہ حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ میں نے اسے شہد پلایا ہے مگر اسکا مرض بڑھ گیا ہے۔آپ ﷺ نے اسے فرمایا کہ دوبارہ شہد پلاؤ۔وہ شخص دو تین مرتبہ آیا اور یہ عرض کی کہ شہد پلانیکی وجہ سے مرض بڑھتا جا رہا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے اور اللہ تعالی کا فرمان سچا ہے کہ شہد میں شفا ہے۔لہذا اسے پھر شہد پلاؤ۔اس مرتبہ جب اس نے شہد پلایا تو اس کا بھائی ٹھیک ہو گیا۔"(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ علاجمعالجہ سنت ہے جبکہ بعض صوفیا وزہاد قسم کے لوگ بلاوجہ علاج معالجہ کو توکل کے منافی قرار دیتے ہیں۔حالانکہ توکل کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ علاج نہ کرایا جائے۔بلکہ اصل توکل یہ ہے کہ وہ دنیاوی جائز اسباب ضرور اختیار کیئے جائیں جو اللہ تعالی نے پیدا فرمائے ہیں۔لیکن اس کے ساتھ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ شفا صرف اللہ تعالی کے ہاتھ میں ہے اور اگر اللہ تعالی کی مرضی ہوگی تو یہ اسباب مؤثر ہوں گے وگرنہ یہ اسباب بھی اللہ کی تقدیر کے سامنے بے بس ہیں۔اس کی وضاحت اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ

"ایک مرتبہ ایک صحابیؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں اپنی سواری کو باندھ کر پھر اللہ کے سپرد کروں یا اسے چھوڑ کر اللہ پر توکل کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سواری کو باندھو (محفوظ کرو) پھر اللہ پر بھروسہ رکھو۔"(۲)

اس سے معلوم ہوا کہ ظاہری اسباب کو بروئے کار لاتے ہوئے اللہ پر توکل کرنا چاہیئے لیکن علاج معالجے کے سلسلہ میں یہ بات واضح رہے کہ حرام اور ناجائز چیزوں سے علاج کرنے سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے۔آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ

"ان اللہ لم یجعل شفاء کم فیما حرم علیکم "(بخاری)

"اللہ تعالی نے حرام چیزوں میں تمہارے لیے شفا نہیں رکھی"۔

[(۱) کتاب البخاری کتاب الطب باب الدواء بالعسل (۵۶۸۴) مسلم کتاب السلام باب التداوی بسقی العسل۔۲۲۱۷] (۲)[ترمذی صحیح (۲۰۴)]

روحانی علاج کی حقیقت

یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ شفا اور صحت، صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی ہو تو شفا نصیب ہوتی ہے۔ روحانی علاج کا دارومدار چونکہ، دم، درود، اور دعا وغیرہ پر ہوتا ہے اس لیے اس میں کامیابی کے لیے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا، اللہ کا قرب و رضا حاصل کرنے کی کوشش کرنا اور ہر لمحہ اسکی فرمانبرداری کرنے کی جستجو میں رہنا بہت ضروری ہے، وگرنہ علاج کرنے والا اور علاج کروانے والا دونوں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اس لیے سب سے پہلے روحانی معالج اپنے آپ کو پکا سچا دیندار بنائے اور سابقہ تمام گناہوں سے اللہ کے حضور سچے دل سے معافی مانگے اور آئندہ گناہوں سے بچنے کا وعدہ کرے۔ نیز نماز روزے کی پابندی کرے، فرائض کی بجا آوری اور حرام کاموں سے اجتناب کرے، بالخصوص گاجے باجے، شیطانی محفلوں، برائی کے اڈوں اور گندی چیزوں سے دور رہے۔ اور جب کسی مریض کا علاج کرنے لگے تو اسے بھی ان اسلامی عادات کو اپنانے کی تلقین کرے۔ مریض کی جائے رہائش کو ٹی وی، ڈش، گانے کی کیسٹوں اور ذی روح چیزوں کی تصویروں سے پاک کروائے وگرنہ کامیابی مشکل ہے۔ اور اگر کوئی مریض آپ کی ان روحانی و دینی تعلیمات پر عمل کرنے کے لیے تیار نہ ہو تو اس کے علاج سے گریز کریں، تاوقتیکہ وہ دین پر عمل کرنے کا عزم نہ کر لے۔

روحانی علاج کا طریقہ

روحانی علاج کی دو صورتیں ہیں۔ ایک کا تعلق بیماری سے پہلے کی حالت سے ہے اور دوسری کا تعلق بیماری کے بعد سے؛ ان دونوں کی تفصیلات درج ذیل ہیں:

پہلا طریقہ (یعنی پیشگی تحفظات)

قرآن وسنت میں بہت سے ایسے دم اور دعائیہ کلمات بیان کیے گئے ہیں۔ جنہیں معمول بنا کر بلا ناغہ پڑھتے رہنے سے انسان جادو، جنوں اور شیطانوں وغیرہ سے محفوظ رہتا ہے۔ لہذا کوشش کرنی چاہیئے کہ کسی بھی آسیب، جن اور جادو وغیرہ کا شکار ہونے سے پہلے ہی ان پر عمل شروع کر دیا جائے۔ ذیل میں ایسے وظائف واوراد اور دعائیہ کلمات باحوالہ پیش کیئے جاتے ہیں:

(1) تعوذ

تعوذ سے مراد یہ وظیفہ ہے:

"اعوذ با اللہ من الشیطن الرجیم"

"میں شیطان مردود سے بچنے کیلیئے اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں"۔

لوگوں پر جادو کرنا چونکہ واضح طور پر شیطانی کام ہے اور عام طور پر شیطان کی مدد کے بغیر جادوگر کوئی عمل نہیں کرتا۔ اس لیے شیطان کا توڑ کرنے کے لئے اعوذ باللہ (یعنی تعوذ) بکثرت پڑھتے رہنا چاہیئے کیونکہ اس دعا میں اللہ تعالی سے براہ راست شیطان لعین سے بچنے کا مطالبہ پایا جاتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

"فاذا قرأت القرآن فاستعذ با اللہ من الشیطن الرجیم" ٥

"اور جب قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کر لیا کرو۔" (النحل۔۹۸)

مفسرین لکھتے ہیں کہ قرآن مجید کی حفاظت اللہ کے ذمے ہے اور اس میں کسی جھوٹ اور باطل کی ہرگز آمیزش نہیں ہو سکتی۔ لیکن اس کے باوجود قرآن کی تلاوت سے پہلے تعوذ

پڑھنے کا حکم دیا گیا۔لہذا اس سے واضح ہوا کہ قرآن مجید کے علاوہ دوسرے کاموں کے لئے تعوذ پڑھنا اور بھی زیادہ ضروری ہے"۔ (۱)

بہت سی روایات میں مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ شیطان سے اس طرح پناہ مانگا کرتے تھے:

"اَعُوْذُ بِا اللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم مِنْ نَفْخِهِ وَنَفْثِهِ وَهَمْزِهِ "(۲)

قرآن مجید میں شیطان سے بچنے کے لیے تعوذ پڑھنے کا اس طرح حکم دیا گیا ہے کہ

"واما ينزغنک من الشيطن نزغ فا ستعذ با الله" (فصلت . ۳۶)

"اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے تو تعوذ پڑھ لیا کرو۔"

بعض روایات میں تعوذ اس طرح مذکور ہے:

"اعوذ با لله السميع العليم من الشيطا ن الرجيم من همزه ونفخه و نفثه "(۳)

لہذا عام تعوذ میں ان زائد الفاظ کا اضافہ بھی کیا جا سکتا ہے لیکن اگر یہ الفاظ یاد نہ ہوں تو سادہ ہی تعوذ پڑھ لینا چاہیے۔

حضرت ابو درداءؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ نے دوران نماز تین مرتبہ کہا:

اعو ذ با الله منک العنک بلعنة الله

اور آپؐ نے آگے ہاتھ بڑھایا گویا کہ آپ کسی چیز کو پکڑ رہے ہیں۔نماز کے بعد سوال ہونے پر آپ نے جواب دیا کہ شیطان ابلیس آگ کا شعلہ لے کر مجھ پر حملہ

---

(۱)[(ملاحظہ ہو فتح القدیر للشوکانی۔۳۔۲۳۱)] (۲)[(ابن ماجہ کتاب الصلاۃ باب الاستعاذہ فی الصلاۃ (۸۰۷۔۸۰۸) ابوداؤد کتاب الصلاۃ (۸۰۷) مسند احمد (۴۔۸۰) صحیح ابن حبان (۱۷۷۹) ابن خزیمہ (۴۶۹) حاکم (۱۔۲۳۵) حاکم اور ذہبی نے اسے صحیح قرار دیا ہے]

(۳)[(ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب من رای الاستفتاح سبحانک اللھم وبحمدک (۷۷۰)]

آور ہوا تھا۔ تو میں نے تین مرتبہ اعوذ باللہ پڑھ کر اس پر لعنت کی لیکن جب وہ دور نہ ہوا، تو میں نے اسے پکڑ لیا اور اگر میرے بھائی سلیمان کی دعا نہ ہوتی تو صبح کے وقت شیطان کو باندھ دیا جاتا اور مدینہ والوں کے بچے اس سے کھیلتے۔ (لیکن آپؐ نے شیطان کو چھوڑ دیا۔)[1]

قرآن مجید میں بھی تعوذ کی درج ذیل دعا مذکور ہے:

''رَبِّ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَعُوْذُبِکَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنَ''o(المؤمنون ۔ ۹۷ ۔ ۹۸)

''اے میرے پروردگار میں شیطان کی وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس بات سے بھی کہ وہ میرے پاس (مجھے تنگ کرنے کے لیے) حاضر ہوں۔''

(2) آیۃ الکرسی

آیۃ الکرسی سے مراد قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ اِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ o(البقرہ ۔ ۲۵۵)

''اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو زندہ اور سب کا تھامنے والا ہے، جسے نہ اونگھ آئے نہ نیند۔ اس کی ملکیت میں زمین و آسمان کی تمام چیزیں ہیں۔ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے شفاعت کر

---

(۱)[(مسلم کتاب المساجد باب جواز لعن الشیطان ۔ ۵۴۲)]

سکے؟ وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے۔ اس کی کرسی کی وسعت نے زمین و آسمان کو گھیر رکھا اور وہ (اللہ تعالی) ان کی حفاظت سے نہ تھکتا ہے اور نہ اکتاتا ہے۔ وہ تو بہت بلند اور بہت بڑا ہے۔"

احادیث میں اسے قرآن مجید کی سب سے افضل اور عظیم آیت قرار دیا گیا ہے۔(۱)

واضح رہے کہ اس ایک ہی آیت میں تقریبا سولہ مرتبہ اللہ تعالی کا ذکر کیا گیا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے صدقہ فطر کی حفاظت کے لیے مقرر کیا ہوا تھا کہ ایک دن ایک شخص آیا اور غلہ چوری کرنے لگا تو میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں تمہیں اللہ کے رسول ﷺ کی عدالت میں پیش کروں گا۔ اس نے منت سماجت کر کے اور بیوی بچوں کی غربت کا رونا رو کر مجھ سے جان چھڑا لی۔ صبح کے وقت آنحضرتؐ نے مجھ سے اس چور کے بارے میں دریافت کیا تو میں نے کہا کہ یا رسول اللہ اس نے بڑی منت سماجت کی تھی تو میں نے ترس کھا کر اسے چھوڑ دیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس نے تیرے ساتھ جھوٹ بولا تھا لہذا وہ پھر آئے گا۔

اگلے دن میں اسی وجہ سے ہوشیار ہو کر گھات لگا کر بیٹھ گیا۔ جب وہی چور دوبارہ آ کر غلہ اٹھانے لگا تو میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں تجھے اللہ کے رسولؐ کے پاس لیکر جاؤں گا لیکن اس مرتبہ پھر اسنے اپنے بیوی بچوں کے فقر اور تنگی کا ذکر کیا تو مجھے اس پر ترس آ ہی گیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ پھر صبح کے وقت آپؐ نے اس چور کے متعلق دریافت کیا تو میں نے رات والی بات بتا دی۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ پھر جھوٹ بول کر تجھے دھوکا دے گیا ہے اور وہ دوبارہ پھر آئے گا۔

---

(۱) [(دیکھیے صحیح مسلم ۸۱۰) ابوداود (۱۴۶۰) مسند احمد (۵۔۵۸)]

ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ تیسری مرتبہ میں اسے پکڑ لیا اور کہا کہ اب تمہیں ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ اسنے کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں تمہیں اسکے بدلے ایسے کلمات سکھا دیتا ہوں کہ اگر تم انہیں پڑھ کر بستر پر سو جاؤ تو صبح تک اللہ تعالی کی طرف سے تم پر ایک پہرے دار مقرر کر دیا جائے گا اور کوئی شیطان صبح تک تمہارے پاس نہیں پھٹکے گا۔ تو میں نے کہا کہ ہاں بتاؤ۔ تو اسنے مجھے آیۃ الکرسی والی آیت بتائی اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح کے وقت پھر اللہ کے رسولؐ نے اس چور کے بارے میں دریافت کیا تو میں نے رات والا سارا واقعہ کہہ سنایا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ تھا تو جھوٹا مگر اب تجھے ایک سچی بات بتا گیا ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ وہ کون تھا؟ تو ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے ابو ہریرہؓ وہ شیطان تھا"۔ (1)

اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت ابوسعید خدریؓ سے بھی مروی ہے کہ ان کی کھجوریں روزانہ کوئی نہ کوئی کھا جایا کرتا تھا۔ ایک رات انہوں نے پہرہ دیا اور ایک جن پکڑ لیا اور اس جن نے اقرار کیا کہ ہم ہی آپ کی کھجوریں کھایا کرتے تھے۔ حضرت ابوسعیدؓ نے اس سے پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ ہم تم سے محفوظ کس طرح رہ سکتے ہیں؟ اس نے کہا کہ جو شخص آیۃ الکرسی صبح کے وقت پڑھ لے وہ شام تک اور جو شام کو پڑھے، وہ صبح تک ہم سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ تو صحابیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ بات اللہ کے رسول کے سامنے پیش کی تو آپؐ نے فرمایا کہ اس خبیث شیطان نے سچی بات کہی ہے۔ (2)

---

(۱)[(کتاب البخاری: کتاب الوکالة باب اذا وکل رجلا - ۲۳۱۱) دلائل النبوة للبیهقی (۷-۱۰۷) عمل الیوم واللیلة (۹۵۸) شرح السنة (۱۱۹٦) السنن الکبری (۱۰۷۹۵)]

(۲)[عمل الیوم واللیلة للنسائی (۹٦۱:۹٦۲) شرح السنة (۱۱۹۷) دلائل النبوة لبیهقی (۷-۱۰۸) ابن حبان (۷۸٤) طبرانی (٥۱٤)]

(3) معوذتین

معوذتین سے مراد قرآن مجید کی آخری دو سورتیں ہیں یعنی سورۃ الفلق اور سورت الناس۔

''حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ جب بیمار ہوتے تو ان دو سورتوں کیساتھ اپنے اوپر دم کیا کرتے تھے اور جب مرض الموت میں آپکی تکلیف بڑھ گئی تو میں ان سورتوں کو پڑھ کر ہاتھوں کو برکت کی امید سے آپ ﷺ کے جسم پر پھیرتی تھی۔''(۱)

''حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ جنوں اور انسانوں کی نظر بد سے بچنے کے لیے تعوذ پڑھا کرتے تھے اور جب یہ دو سورتیں معوذتین نازل ہوئیں تو آپؐ نے ان کا وظیفہ اپنا معمول بنا لیا اور دیگر چیزیں چھوڑ دیں''(۲)

''حضرت ابو حابس جہنیؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابو حابسؓ کیا میں تمہیں سب سے بہترین تعویذ بتاؤں؟ تو میں نے عرض کی ہاں اللہ کے رسولﷺ ضرور بتایئے۔ آپؐ نے سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کا ذکر کر کے فرمایا کہ یہ دونوں معوذتین (بہترین تعویذ) ہیں۔''(۳)

''حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ جب سونے کے لیے بستر پر تشریف لاتے تو سورت اخلاص، الفلق، اور الناس، پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں میں پھونک مارتے۔ اور پھر دونوں ہاتھوں کو اپنے سر سے شروع ہو کر سارے جسم پر پھیر لیتے۔ اور آپؐ یہ عمل تین مرتبہ کیا کرتے تھے۔''(۴)

---

(۱)[بخاری کتاب فضائل القرآن باب فضل المعوذات (۵۰۱۶) مسلم (۲۱۹۲) ابوداؤد (۳۹۰۲) (موطا ج۲۔۹۴۲) مسند احمد (۶۔۱۱۴) (ابن حبان۔۲۹۶۳)] (۲)[(ترمذی۔۲۰۵۸)]
(۳)[(سنن نسائی ۵۰۲۰)] (۴)[(بخاری کتاب فضائل القرآن باب فضل المعوذات۔۵۰۱۷)]

سورت الفلق مع ترجمہ:

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ"

"آپ ﷺ کہہ دیجیے کہ میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہوں، ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے۔ اور اندھیری رات کی تاریکی کے شر سے کہ جب اس کا اندھیرا پھیل جائے اور گرہ لگا کر ان میں پھونکنے والیوں کے شر سے بھی اور حسد کرنیوالے کی برائی سے بھی جب وہ حسد کرے"۔

سورت الناس مع ترجمہ:

"قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِکِ النَّاسِ اِلٰهِ النَّاسِ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ"

"آپ ﷺ کہہ دیجیے کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ میں آتا ہوں، لوگوں کے مالک کی اور لوگوں کے معبود کی پناہ میں (آتا ہوں) وسوسہ ڈالنے والے، پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے، خواہ وہ جنات میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔"

(4) سورت البقرہ

قرآن مجید کے آغاز میں سورت فاتحہ کے بعد پہلی اور قرآن کی سب سے بڑی سورت یہی سورۃ البقرہ ہے جسکی دو سو چھیاسی (286) آیات ہیں۔ اس سورت کی فضیلت میں بہت سی صحیح احادیث مروی ہیں جن میں اس طرح کے فضائل بھی بتائے گئے ہیں کہ اس سورت کی برکت سے جن اور شیاطین دور بھاگتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی

ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''ان الشیطان ینفر من البیت الذی تقرأ فیہ سورہ البقرہ''(۱)

''جس گھر میں سورت بقرہ پڑھی جائے وہاں سے شیطان دور بھاگتا ہے۔''

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''اقرؤا سورۃ البقرۃ فی بیوتکم فان الشیطان لا یدخل بیتا یقرأ فیہ سورۃ البقرۃ (۲)

''اپنے گھروں میں سورہ بقرہ پڑھا کرو کیونکہ جس گھر میں یہ سورہ پڑھی جاتی ہے وہاں شیطان داخل نہیں ہوسکتا۔''

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جس جگہ شیطان ہو وہاں سورت بقرہ پڑھنے سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔''(۳)

حضرت ابوامامہ باھلیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کا یہ ارشاد گرامی سنا کہ سورت بقرہ پڑھا کرو کیونکہ اسے پڑھنا باعث برکت ہے اور اسے چھوڑنا باعث حسرت ہے۔ اور جادوگر اس کی استطاعت (توڑ) نہیں رکھتے۔''(۴)

یاد رہے کہ مذکورہ روایات میں مکمل سورہ بقرہ پڑھنے کا ذکر ہے البتہ بعض روایات میں سورہ بقرہ کی آخری آیتوں کی بھی اس طرح کی فضیلت اور فضائل مذکور ہے مثلاً:

---

(۱)[(مسلم کتاب صلاۃ المسافرین باب۔۲۹)(حدیث۔۷۸۰)(ترمذی۔۲۸۷۷)(السنن الکبری لنسائی۔۶۔۱۰۸۰۱)]

(۲)[(مستدرک حاکم ۲۶۰۲)]

(۳)[مسند (دارمی ۲۔۴۴۷)]

(۴)[(مسلم کتاب صلاۃ لمسافرین باب فضل قرأۃ القرآن وسورۃ البقرۃ۔۸۰۴) یعنی جادوگر اس کا توڑ نہیں کرسکتے۔]

(۱) حضرت ابو مسعودؓ انصاری سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''جو شخص سورت بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھ لے تو وہ رات بھر اسکے لیے کافی ہو جائیں گی''۔(۱)

بعض اہل علم نے کہا کہ ''یہ دو آیتیں کافی ہو جائیں گی'' کا مطلب ہے کہ یہ دو آیتیں تہجد کی نماز سے کفایت کر دیں گی اور بعض کے بقول یہ دو آیتیں، جنوں اور شیطانوں سے محفوظ رکھنے کے لئے کافی ہو جائیں گی۔

(۲) حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالی نے ارض و سما کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے ایک کتاب لکھی جس سے سورت بقرہ کی آخری تین آیتیں نازل فرمائیں۔ جو شخص ان آیات کو اپنے گھر میں پڑھے گا اس گھر میں تین دن تک کوئی شیطان داخل نہیں ہو سکے گا(۲)

(5) کلمہ توحید

کلمہ توحید سے راقم کی مراد یہ وظیفہ ہے:

''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ''

''اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی

---

(۱)[(بخاری: کتاب فضائل القرآن: باب فضل سورۃ البقرہ (۵۰۰۹) مسلم (۸۰۷) ابوداؤد (۱۳۹۷) ترمذی۔ (۲۸۸۱) ابن ماجہ۔ (۱۳۶۸) احمد۔ (ج ۴۔ ص ۱۱۸)]

(۲)[(ترمذی: کتاب فضائل القرآن: باب ما جاء فی آخر سورۃ البقرہ۔ ۲۸۸۱) (ابن حبان ۷۸۲) (دارمی ۲۔ ۴۴۹) (حاکم ۱۔ ۵۶۲) (طبرانی کبیر۔ ۷۱۴۶) ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ یہ آخری آیات عرش کا خزانہ ہیں۔ جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیا گیا۔ (ابن حبان ۔۶۹۷) ابن خزیمہ (۲۶۳) احمد (۵ ص ۳۸۳) سنن الکبری للنسائی (۲۲۰۸)]

کے لیے بادشاہی اور حمد وثنا ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے"۔

اس وظیفہ کے بارے میں آنحضرت ﷺ سے بسند صحیح ثابت ہے کہ جو شخص روزانہ سو مرتبہ یہ وظیفہ پڑھے تو اسے درج ذیل فوائد حاصل ہوں گے:

(۱) دس غلام آزاد کرنے کا ثواب حاصل ہوگا۔

(۲) اسکے لیے (100) نیکیاں لکھ دی جائیں گی۔

(۳) اسکے سو گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

(۴) اس دن شام تک وہ آدمی شیطان سے محفوظ رہے گا۔

(۵) اس دن اللہ کے ہاں اس شخص کا ثواب سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ البتہ جو شخص اس وظیفہ کو اس سے زیادہ کرے تو وہ (سو مرتبہ پڑھنے والے سے بھی) افضل ہوگا"۔(۱)

اس روایت کے فائدہ نمبر چار کے پیش نظر انسان، جنوں اور شیطانوں کے شر سے سارا دن محفوظ رہتا ہے۔

(6) ذکر الٰہی کی پابندی

اس سے مراد وہ تمام مسنون اذکار، دعائیں اور وظائف ہیں جو آنحضرت ﷺ نے مختلف اوقات اور حالات کی مناسبت سے اپنی امت کو سکھائے ہیں۔ ان میں صبح وشام کے مخصوص اذکار، عبادات سے متعلقہ اَوراد اور شادی نکاح سے متعلقہ وظائف واذکار وغیرہ شامل ہیں۔ ہر مسلمان کو چاہیئے کہ اذکار پر مشتمل مستند کتابوں میں سے کوئی ایک کتاب ضرور اپنے پاس رکھے۔ اگر جیبی سائز کی کتاب ہو تو مناسب ہے اور اسکی مدد سے آہستہ آہستہ ان تمام وظائف کو یاد کر کے حرز جاں بنا لینا چاہیئے۔ کیونکہ نبی کریمؐ نے ذکر الٰہی کو شیطان سے بچنے کے لیے ہر مومن شخص کا خدائی قلعہ قرار دیا ہے۔

(۱)[(مسلم کتاب الذکر الدعا باب فضل التھلیل والتسبیح والدعاء۔۲۶۹۱)]

چند ایک مفید اذکار و وظائف درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی ایک (بغرض جماع) اپنی بیوی کے پاس جائے، تو یہ دعا پڑھ لیا کرے:

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّيْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا

اللہ تعالی کے نام کیساتھ۔ یا اللہ ہمیں، اور جو بچہ تو ہمیں عطا کرے، اسے شیطان سے محفوظ فرما۔

تو شیطان اس بچے کو کبھی تکلیف نہیں دے گا۔"(۱)

(۲) بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھ لیں، تو آپ شیطان سے محفوظ رہیں گے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ (۲)

"یا اللہ میں شریر جنوں اور جنیوں سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔"

(۳) نظر بد سے بچنے کیلیے یہ دعا پڑھیں:

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ (۳)

میں اللہ تعالی سے اس کے مکمل کلمات کے ساتھ ہر شیطان مردود سے، موذی جانور سے اور نظر بد سے پناہ مانگتا ہوں۔"

نوٹ: اور اگر کسی کو دم کرنا ہو تو (اعوذ) کی جگہ (اعیذک) پڑھیں اور باقی دعا اسی طرح ہے۔

---

(۱)[(بخاری کتاب الوضوء باب التسمیہ علی کل حال وعند الوقاع۔۱۴۱)] (۲)[بخاری: ایضا (۱۴۲)]

(۳)[(بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب (۱۰) حدیث۔۳۳۷۱) ابوداؤد (۴۷۳۷)]

(۴) حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انکے پاس ایک مکاتب غلام آ کر کہنے لگا کہ میں اپنے مالک کیساتھ مکاتبت (یعنی مال دے کر آزادی حاصل کرنے) کے معاہدے کو پورا کرنے سے عاجز ہوں لہذا آپ میرا (مالی) تعاون کریں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں وہ کلمات نہ سکھادوں جو اللہ کے رسولؐ نے مجھے سکھلائے تھے۔ اور فرمایا تھا کہ اگر تجھ پر پہاڑ برابر بھی قرض ہوگا تو اللہ تعالی انکی برکت سے اسے اتار دیں گے۔ پھر آپؐ نے یہ کلمات مجھے سکھائے:

''اَللّٰهُمَّ اكْفِنِي بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاغْنِنِي بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ''

''یا اللہ اپنے حلال کے ذریعہ اپنے حرام سے مجھے بچالے اور اپنے فضل و کرم سے مجھے دوسروں (کے سامنے دست سوال پھیلانے) سے غنی فرمادے۔''[۱]

(۵) حضرت خولہ بنت حکیمؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص (دوران سفر) کی جگہ پڑاؤ کرے اور یہ دعا پڑھے:

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ

''میں اللہ تعالی کے مکمل کلمات کے ساتھ اسکی پیدا کردہ ہر چیز سے پناہ مانگتا ہوں''

تو اسے اس وقت تک کوئی چیز تکلیف نہیں پہنچا سکے گی جب تک کہ وہ وہاں سے کوچ نہ کرلے۔[۲]

ایک صحابیؓ نے اللہ کے رسولؐ کے پاس آ کر شکوہ کیا کہ مجھے بچھو نے کاٹ لیا ہے آپؐ نے فرمایا کہ اگر تم نے یہ دعا (اوپر والی) شام کے وقت پڑھ لی ہوتی تو تمہیں بچھو نقصان نہ پہنچاتا۔[۳]

---

(۱)[(ترمذی ابواب الدعوات باب۔۱۱۰ (حدیث۔۳۵۶۴) (مسند احمد ۱۔۱۵۳) حاکم (۱۔۵۳۸)]

(۲)[(مسلم کتاب الذکر ولد عا باب فی التعوذ من سوء القضاء ودرک الشقاء وغیرہ (۶۷۰۸) مؤطا کتاب الستئذان (۳۴) ترمذی (۳۴۳۷) (ابن خزیمہ) (۴۔۱۵۰) احمد (۶۔۳۷۷) (ابن ماجہ۔۳۵۴۷)]

(۳)[مسلم۔(۶۷۰۹)]

(٦) ابان بن عثمان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمانؓ سے اور انہوں نے اللہ کے رسولؐ سے سنا کہ جو شخص ہر صبح اور شام تین مرتبہ یہ دعا پڑھے:

''بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ''

''اللہ کے نام کے ساتھ جس کے نام کے ساتھ آسمان وزمین کی کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہی سننے والا اور جاننے والا ہے''

تو اسے کوئی چیز تکلیف نہیں دے گی۔

(ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ وہ اچانک پن کی مصیبت سے محفوظ رہے گا۔)

خود ابان بن عثمان کو فالج ہو چکا تھا تو جب انہوں نے یہ راویت بیان کی تو سننے والا حیرت کیساتھ ابان کی طرف دیکھنے لگا۔(یعنی اگر اس دعا کی برکت سے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔تو آپ کو فالج کیسے ہوگیا؟)ابان نے کہا کہ میری طرف حیرانی سے کیا دیکھتے ہو؟ حدیث بالکل اسی طرح ہے البتہ جس دن اللہ کی تقدیر مجھ پر غالب آنی ہے اس دن، میں یہ دعا نہ پڑھ سکا تھا۔(اور مجھ پر فالج کا حملہ ہوگیا)(١)

(١)[ترمذی: کتاب الدعوات: باب(١٣) حدیث(٣٣٨٨) ابوداؤد(٥٠٧٩) ابن ماجہ(٣٨٦٩)]

روحانی علاج کی دوسری صورت

(یعنی جادو اور جنات کے حملہ کے بعد)

اگر انسان گزشتہ ذکر کیے جانے والے روزمرہ کے تمام اذکار وظائف کی پابندی کرتا رہے تو پھر یہ ناممکن ہے کہ اسے کسی جن، جادو، آسیب اور ٹونے ٹوٹکے کا اثر ہو۔ لیکن بسا اوقات انسان غفلت، سستی، بھول چوک اور معصیت و نافرمانی میں مبتلا ہو کر جادو اور جنات کے حملے کا شکار ہو بھی سکتا ہے۔ گویا اس میں ایک طرف تو تقدیر کا فیصلہ ہی ایسے تھا کہ اس شخص نے اس مرض یا آسیب وغیرہ کا شکار ہونا تھا۔ اور دوسری طرف تقدیر ہی کے فیصلے کی بنیاد پر اس کا ظاہری سبب یہ بن جاتا ہے کہ وہ انسان اپنے اذکار و وظائف سے کس وقت غافل ہو جاتا ہے۔ جسکی وجہ سے اسے نقصان پہنچانے والے دشمن کامیاب ہو جاتے ہیں۔

یاد رہے کہ بعض لوگ جادو اور جنوں کے اثرات سے انکار کرتے ہوئے یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ چونکہ ان چیزوں کا شکار نہیں ہوتے تھے، اس لیے اسکی کوئی حقیقت نہیں۔ حالانکہ بعض ایسے واقعات ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ کے دور میں بھی جنات اور جادو کا اثر لوگوں پر ہوتا تھا۔ خود آنحضرتؐ پر جادو ہوا جسکا توڑ حضرت جبریل نے معوذتین کے دم کیساتھ کیا۔ صحابہ کرامؓ سے بھی ایسے واقعات ملتے ہیں کہ انہوں نے آسیب یعنی جادو اور جنات سے متاثر لوگوں کا علاج کیا۔

اگرچہ یہ واقعات شاذونادر ہیں لیکن انکے شاذونادر ہونے کا یہ معنی نہیں کہ انکا کوئی ثبوت، حقیقت یا اثر نہیں۔ بلکہ ان کی حقیقت و اثر اپنی جگہ برحق ہے۔ البتہ صحابہ کرامؓ بالعموم ان حوادث کا شکار اس لیے نہیں ہوتے تھے کہ وہ ذکر و اذکار کے انتہائی پابند، خوف خدا سے

ہر وقت ترساں و پریشاں اور اللہ کی محبت سے ہمہ وقت سرشار رہتے تھے جسکی وجہ سے جنات وغیرہ کا اثر ان پر ہونے ہی نہیں پاتا تھا۔ اور آج بھی یہ تجربے و مشاہدے کی بات ہے کہ مسنون وظائف اور ذکر و اذکار سے اپنی زبانوں کو تر کھنے والے جادو، ٹونے ٹوٹکے اور جنات وغیرہ کا کم ہی شکار ہوتے ہیں۔ (خود راقم کے گھر سے کئی مرتبہ ایسی عجیب وغریب چیزیں ملی ہیں کہ جنہیں اپنی مقاصد کے لیے جادوگر اور عامل قسم کے لوگ استعمال کیا کرتے ہیں۔ لیکن اللہ کا شکر ہے کہ آج تک ہم میں سے کوئی ایک بھی ان کے اثرات کا شکار نہیں ہوا۔ اور اللہ ہمیں آئندہ بھی محفوظ رکھے)

اب ہم مختلف پیچیدہ اور جادوئی عملیات کا شکار ہونیوالے لوگوں کے علاج کی مختلف صورتوں کو بیان کرتے ہیں۔

جن نکالنے کا طریقہ

سب سے پہلے تو یہ یقین کرلیا جائے کہ جس شخص کا آپ نے جن نکالنا ہے وہ فی الواقع جن کا شکار بھی ہے یا نہیں۔ اس چیز کی پہچان کے لیے درج ذیل علامات اس مریض میں تلاش کیجئے:

(۱) اسے ایسے دورے پڑتے ہوں کہ وہ اپنا ہوش وحواس کھو بیٹھتا ہو۔ بہکی بہکی باتیں کرنے لگے اور ڈاکٹروں کے پاس اس کا کوئی علاج نہ ہو۔[1]

(۲) اس میں عام آدمی کی طاقت کی بجائے کئی گنا زیادہ طاقت پیدا ہو جائے۔

(۳) مریض دائمی پاگل نہ ہو۔

---

(۱)[(یاد رہے کہ یہ دورہ، دو طرح کا ہوتا ہے) ایک تو مرگی کا وہ دورہ ہے جو عام مرض ہے اور ادویات کے ذریعہ اسکا علاج کیا جاتا ہے جبکہ دوسرا دورہ جنات کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل کے لیے دیکھئے (زاد المعاد)]

(۴) مریض مختلف قسم کی چیخ و پکار کرتا ہو اور عجیب و غریب قسم کی آوازیں نکالتا ہو

(۵) مریض اپنے پاس آنیوالے ہر شخص کو یا اپنے آپ کو نقصان پہنچاتا ہو

(۶) مریض کو مارا پیٹا جائے تو اسے کوئی تکلیف نہ ہو

(۷) اذان یا قرآنی کلمات سن کر تڑپتا اور دور بھاگتا ہو

(۸) ہوش و حواس برقرار ہونے کے بعد وہ مذکورہ علامتوں کا انکار کرتا ہو

(۹) مریض اجنبی زبان میں باتیں کرتا ہو یا جانوروں کی سی آوازیں نکالتا ہو

(۱۰) مریض مرد ہے تو عورت کی اور اگر عورت ہے تو مرد کے انداز میں گفتگو کرتا ہو

(۱۱) مریض کی آنکھیں پتھرا جاتی ہوں اور بند کرنے کے باوجود بند نہ ہوتی ہوں

(۱۲) یا آنکھیں بند ہو جاتی ہوں اور کھولنے کے باوجود نہ کھلتی ہوں۔

ان علامات کی جانچ پڑتال کر لینے کے بعد اس کا علاج شروع کریں اور دوران علاج ان باتوں کا خیال ضرور رکھیں:

(۱) علاج سے پہلے آپ کا جسم ،لباس اور مطلوبہ جگہ پاک صاف ہو اور اگر آپ باوضو ہوں تو زیادہ بہتر ہے۔

(۲) علاج سے پہلے خود اپنے جسم پر آیۃ الکرسی معوذات (سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) سورت بقرہ کی آخری تین آیات اور درود ابراہیمی پڑھ کر پھونک لیں وگرنہ خدشہ ہے کہ وہ جن آپ پر بھی حملہ آور ہو جائے۔

(۳) اپنے اوپر اعتماد رکھیں کہ آپکے پاس ایسا ہتھیار ہے کہ جس سے بڑے سے بڑا جن بھی کانپتا ہے۔

(۴) اللہ تعالی پر توکل اور بھروسہ انتہائی پختہ اور تقدیر پر نا قابل متزلزل ایمان ہو۔

(۵) اگر مریض کوئی غیر محرم عورت ہے تو اسکا پردہ مضبوطی سے بندھوا دیں اور اس کے

کسی محرم رشتہ دار کی موجودگی ہی میں اسکا علاج کریں۔

(۶) علاج کے وقت چند لوگوں سے مریض کے ہاتھ پاؤں قدرے مضبوطی سے پکڑوا لیں کیونکہ ایسی حالت میں بعض اوقات جن اپنی طاقت بھی دکھاتا ہے۔

(۷) کسی کھلے میدان میں علاج کرنے کی بجائے بند اور محفوظ جگہ پر علاج کریں۔

(۸) کوشش کریں کہ علاج اس وقت کیا جائے جب مریض میں جناتی مرض کی علامتیں پوری ہوں۔ اور اس وقت اسکی حالت غیر ہو چکی ہو کیونکہ اس وقت جن اس میں حاضر ہوتا ہے اور اس وقت اسے مغلوب کرنا آسان ہوتا ہے۔

(۹) اگر یہی مریض نارمل حالت میں ہو اور اس کے ہوش وحواس قائم ہوں تو پھر اس کے ہاتھ پاؤں پکڑنے اور اسے لٹانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

(۱۰) دوران علاج کسی طرح کی غیر شرعی حرکت کا ارتکاب نہ کریں۔ غیر شرعی عمل میں یہ بات بھی شامل ہے کہ آپ نماز ہی چھوڑ دیں۔ اس لئے اگر نماز کا وقت قریب ہو تو پہلے نماز پڑھ لیں پھر عمل شروع کریں۔

(۱۱) انتہائی بے دردی سے مریض کو زدوکوب نہ کریں کیونکہ بعض دفعہ یہ تکلیف مریض کے اپنے جسم کو ہوتی ہے نا کہ اسمیں موجود جن کو۔۔۔۔ اور بعض دفعہ یہ تکلیف جن کو ہوتی ہے۔ مہارت اور تجربے سے ان دونوں حالتوں کا بخوبی اندازہ لگالیا جاتا ہے۔

(۱۲) مریض کی جب حالت غیر ہو تو اسکی گردن کی دونوں جانب کی بڑی رگوں میں سے کسی ایک رگ کو دبا کر رکھیں مگر اسے اس طرح دبانیکی کوشش ہرگز نہ کریں کہ مریض جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اور نہ ہی اسے زیادہ دیر تک دبائیں کیونکہ اس میں خون گردش کرتا ہے اور بندش خون سے انسانی جسم کو نقصان پہنچتا ہے۔ البتہ اسی خون کی گردش کے ساتھ شیطان بھی گردش کرتا ہے۔ جب خون کی اس نالی کو دبایا

جاتا ہے تو شیطان کو بھی سخت تکلیف ہوتی ہے۔اسی طرح اس بات کا بھی خیال رہے کہ گردن کی دونوں نالیوں کو بیک وقت نہ دبایا جائے ورنہ مریض بے ہوش ہو جائے گا۔

ان ہدایات کے علاوہ درج ذیل چند مزید باتیں بھی یاد رکھیں:

- جس طرح دیگر بیماریوں کے علاج معالجہ میں اس طرح ہوتا ہے کہ بعض اوقات مریض ایک ہی دن کی دوا کھانے سے تندرست ہو جاتا ہے، بعض اوقات چند ہفتے یا چند مہینے مرض جاری رہتا ہے اور بسا اوقات سالوں تک نوبت جا پہنچتی ہے بلکہ اسی طرح روحانی علاج معالجہ میں ہوتا ہے کہ بعض اوقات مریض جلد ہی صحت یاب ہو جاتا ہے اور بسا اوقات کئی کئی مہینے اور سال بھی لگ سکتے ہیں۔
- جن نکالنے کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ آپ فوری طور پر اس شخص سے جن نکال دیں اور مریض اپنی نارمل حالت میں لوٹ آئے۔لیکن اس میں یہ خدشہ ہوتا ہے کہ جن دوبارہ تنگ کرنے آ جائے گا،اور دوسری صورت یہ ہے کہ آپ اس مریض کا مستقل علاج کریں تاکہ وہ جن دوبارہ اس شخص کی طرف دیکھنے کی بھی کوشش نہ کرے ۔آئندہ سطور میں ان دونوں صورتوں کے بارے میں تفصیل دی جا رہی ہے:

پہلی صورت:

اس کے لیے آسان ترین حل یہ ہے کہ آپ اس مریض کے کان میں اذان کے کلمات دہرانا شروع کریں۔عموماً پہلی یا تیسری اذان کے اختتام تک جن بھاگنے کی کوششیں کرنے لگے گا اور اگر ایسے اثرات دکھائی نہ دیں تو نو اور گیارہ مرتبہ تک پوری اذان بار بار اونچی آواز سے مریض کے کان میں سنائیں۔کان کے قریب منہ لگانے کی بجائے زیادہ بہتر اور قابل احتیاط طریقہ یہ ہے کہ کسی پائپ نما چیز کے ذریعے اس طرح اذان دیں کہ اس کا ایک سرا

مریض کے کان پر رکھیں اور دوسرے سرے کی طرف سے اذان دیں ۔اگرچہ اذان کے ذریعے جن بھگانے کا یہ عمل تجرباتی ہے لیکن اس کی بنیاد درج ذیل حدیث پر ہے:

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے تو شیطان پاد مارتا ہوا بھاگتا ہے حتی کہ شیطان اذان کی آواز نہیں سنتا اور جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو پھر پلٹ آتا ہے اور جب اقامت کہی جاتی ہے تو شیطان پھر بھاگ جاتا ہے''۔[1]

اس طریقے سے جن نکلنے کی علامت یہ ہے کہ مریض کے ہوش و حواس درست ہو جائیں گے ۔اور وہ سنجیدہ انداز میں آپ سے پوچھے گا کہ مجھے اس طرح کیوں لٹایا گیا ہے۔۔۔؟ مجھے کیا ہوا ہے۔۔۔؟ مجھے چھوڑ دو۔۔۔اور اس حالت میں ممکن ہے کہ وہ رونا اور غم کرنا شروع کردے ۔اس لیے کامیاب معالج کی علامت یہ ہے کہ وہ اسے مختلف طریقوں سے مطمئن کرے (مثلاً یوں کہے کہ تم ڈراؤنے خواب کیوجہ سے عجیب و غریب حرکتیں کر رہے تھے۔تو ہم نے تم پر دم کرنے کے لیے اس طرح کیا ہے) اور یہ ظاہر نہ ہونے دے کہ تم پر کسی جن نے حملہ کیا تھا یا یہ کہ تم میں جن داخل ہو گیا تھا۔کیونکہ جن کا جسم میں داخل ہونا عام آدمی کے لیے بڑا وحشت ناک اور خوفناک جملہ ہے جس کی وجہ سے وہ نفسیاتی امراض کا بھی شکار ہو سکتا ہے۔

---

(۱)[(بخاری کتاب السھو باب اذا لم یدرکم صلی (۱۲۶۲) مسند احمد (۲۔۵۰۳) ابوداؤد (۵۸) ابن حبان (۱۶۶۲) مسند احمد (۲۔۵۰۳) واضح رہے کہ بعض روایات میں صراحت کے ساتھ بھی یہ لفظ مذکور ہیں کہ ''جب تمہیں جن بھوت پریشان کریں تو بلند آواز سے آواز دیا کرو'' (ابن ابی شیبہ ۱۰ص ۳۹۷) احمد (ج ۳ ص ۳۰۵) سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ (ج ۳ ص ۲۷۷) اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ ''جب جن بھوت مختلف صورتوں میں تمہارے سامنے آئے تو آواز بلند اذان دو کیونکہ شیطان جب اذان سنتا ہے تو پاد مارتا ہوا بھاگ جاتا ہے۔'' (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۳۴)
لیکن ان روایات کی صحت پر بعض ائمہ محدثین نے کلام کیا ہے۔تاہم متن میں موجود مسلم کی صحیح روایت کی بنیاد پر اذان دینے کا عمل کیا جا سکتا ہے بلکہ جنات کو بھگانے میں یہ بڑا آزمودہ نسخہ ہے۔]

دوسری صورت:

دوسری صورت یہ ہے کہ آپ اس مریض کا مستقل علاج کریں۔اس کے لیے آپ کوشش کریں کہ مریض کے جسم سے جن کو حاضر کر کے اپنا عمل پورا کریں۔جب جن انسان کے جسم میں داخل ہو جاتا ہے تو ضروری نہیں کہ وہ ہمہ وقت مریض میں حاضر رہے بلکہ وہ چھپ کر بیٹھ رہتا ہے اور مختلف اوقات میں مریض کو تنگ کرتا ہے۔جب وہ مریض پر حاوی ہو جاتا ہے اور مریض اپنے ہوش وحواس تقریبا کھو بیٹھتا ہے تو اسے عملیات کی دنیا میں جن کا حاضر ہونا کہا جاتا ہے۔جن کو حاضر کرنے کے لیے اذان کے کلمات بھی انتہائی مؤثر ہیں۔اور اس کے علاوہ درج ذیل وظائف، طاق (یعنی ایک، تین، پانچ، سات وغیرہ) کی تعداد میں بار بار پڑھ کر مریض پر پھونکیں:

(۱) سورت الفاتحہ (مکمل) (۲) آیت الکرسی

(۳) سورت اخلاص (مکمل) (۴) سورت الفلق (مکمل)

(۵) سورت الناس (مکمل) (۶) سورت البقرہ کی آخری دو یا تین آیات

(۸) تعوذ (۹) اَعُوْذُ بِا للّٰهِ مِنْکَ

(۱۰) اَلْعَنُکَ بِلَعْنَةِ اللّٰهِ التَّامَّةِ (۱۱) درود ابراہیمی

(۱۲) سورت البقرہ (آیات:۱تا۵) (۱۳) سورتالبقرہ (آیت ۱۰۲)

(۱۴) سورت البقرہ (۱۶۳۔۱۶۴) (۱۵) سورت الاعراف (۱۱۷۔۱۲۲)

(۱۶) یونس (آیت:۸۱۔۸۲) (۱۷) طٰہٰ (۶۵ تا ۷۳)

(۱۸) سورت المؤمنون (۱۱۵ تا ۱۱۸) (۱۹) سورت الصافات (۱ تا ۱۰)

(۲۰) سورت الاحقاف (۲۹ تا ۳۲) (۲۱) سورت الرحمٰن (۳۳ تا ۳۶)

(۲۲) سورت الحشر (۲۱ تا ۲۴) (۲۳) سورت الجن (آیات: ۱ تا ۹)

(۲۴) بنی اسرائیل (آیت: ۸۲) (۲۵) طہٰ (آیت: ۱۱۱) ✿

ان تمام آیات اور وظائف کو کتاب کے آخر میں درج کر دیا گیا ہے:

کچھ دیر کے عمل کے بعد مریض کا جن حاضر ہو جائے گا۔ اس کی علامت یہ ہوگی کہ مریض بولنے کی کوشش کرنا چاہتا ہوگا۔ لیکن مریض اس وقت نارمل حالت میں ہرگز نہیں ہوگا یعنی وہ حالت غیر ہی میں بولنے کی کوشش کرے گا اور اس حالت میں مریض نہیں بلکہ اس میں چھپا ہوا جن بولتا ہے۔ لہذا جب آپکو اندازہ ہو جائے کہ یہ بولنے کی کوشش میں ہے تو اسے بلوائیے۔ اور اس سے اس کا نام وغیرہ پوچھیئے۔ جن آپ کو اردو، ہندی، نصرانی، یا کسی اور زبان میں اپنا نام بتائے گا اور وہ نام مریض کے نام کے علاوہ کوئی اور نام ہوگا۔ اس سے پہلے اگر آپ نے مریض کا نام پوچھ لیا ہو تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ مریض کا یہ نام نہیں جو اس نے بتایا ہے بلکہ یہ اس میں موجود جن کا نام ہے۔ تو اب آپ یقین کر لیں کہ جن حاضر

[✿ علاوہ ازیں یاد رہے کہ مذکورہ آیات میں سے چند آیات کیساتھ علاج کرنا تو صحیح احادیث سے ثابت ہے البتہ باقی آیات کا ثبوت عمومی دلائل پر مشتمل ہے جیسا کہ مجموعی طور قرآن مجید کے بارے میں کہا گیا ہے کہ

﴿وننزل من القرآن ما هو شفاء و رحمة للمؤمنين﴾ ''یہ قرآن جو ہم نازل کر رہے ہیں مومنوں کے لیے سراسر شفا اور رحمت کا باعث ہے''۔ (بنی اسرائیل ۸۲)

اس آیت کی تفسیر میں بعض مفسرین نے کہا ہے کہ قرآن مجید میں روحانی و جسمانی دونوں طرح کے امراض کا علاج موجود ہے۔ امام بخاریؒ نے بھی (باب الرقی بالقرآن) کے عنوان سے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ علاوہ ازیں عمومی و مجموعی طور پر قرآن مجید کی مختلف آیات سے دم اور روحانی علاج کرنے کا ثبوت اس حدیث سے بھی ملتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کے پاس اللہ کے رسول ﷺ تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ کے پاس ایک عورت تھی جو انکا علاج معالجہ اور دم درود کر رہی تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے دیکھا تو فرمایا: ''عالجيها بكتاب الله؛ اللہ کی کتاب سے اس کا علاج کرو۔'' [صحیح ابن حبان (۶۰۶۶) السلسلة الصحيحة (۱۹۳۱) اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی مختلف آیات سے روحانی علاج کیا جا سکتا ہے۔]

ہو چکا ہے۔ اب یہ معلوم کیجئے کہ اس کا دین کونسا ہے۔ اور یاد رکھیئے کہ عام طور پر مسلمان جن اس طرح نقصان نہیں پہنچاتا۔ اگر بالفرض وہ جن مسلمان ہو تو پھر ممکن ہے کہ اس مریض نے اسے پہلے تنگ کیا ہوگا۔ (ایسا عموماً غیر شعوری طور پر ہوتا ہے مثلاً جنوں کی رہائش گاہ اگر کسی درخت پر ہو یا اس کے نیچے کسی بل اور سوراخ میں ہو تو وہاں اس مریض نے غلطی سے پیشاب وغیرہ کر دیا ہوگا جس کی وجہ سے وہ جن اس سے بدلا لینا چاہتا ہے۔ یا اس کے علاوہ عشق و محبت والا مسئلہ بھی ہو سکتا ہے!)

لہذا ایسی صورت میں آپ اس جن سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ وہ اس مریض کو کیوں نقصان پہنچاتا ہے اور اگر جن کوئی معقول وجہ پیش کرے تو مریض کی طرف سے معذرت پیش کریں اور قرآن وسنت کی روشنی میں اسے سمجھائیں کہ جس طرح اسلام جنوں کو قید کرنے اور ان سے کام لینے کی اجازت نہیں دیتا اسی طرح اسلام کسی مسلمان جن کو بھی اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ کسی مسلمان کو تنگ کرے۔ گویا اس طرح وعظ و نصیحت کے بعد مسلمان جن اس مریض کو چھوڑ دے گا۔

لیکن یہ بات یاد رہے کہ اکثر و بیشتر جن غیر مسلم ہوتے ہیں اور اگر کوئی جن اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرے اور آپ کے وعظ و تبلیغ کے باوجود اس مریض سے نکلنے کی حامی نہ بھرے تو جان لیجئے کہ یہ مسلمان جن نہیں بلکہ یہ جھوٹ بول رہا ہے اور جن جھوٹ بول کر اپنا دفاع بھی کر لیتا ہے اور اپنا مشن (یعنی مریض کو تکلیف پہنچانا) بھی پورا کر لیتا ہے لہذا کامیاب معالج کے لیے ضروری ہے کہ وہ جنوں کے ان حربوں سے ہوشیار رہے۔

جب جن کے بارے میں یہ معلوم ہو جائے کہ یہ غیر مسلم ہے تو اسے سب سے پہلے مسلمان ہونے کی دعوت دیں۔ اگر وہ راضی ہو جائے تو اسے کلمہ پڑھائیں اور اگر وہ خلوص دل سے کلمہ پڑھ لے گا۔ تو خود بخود اس مریض سے نکل جائے گا ان شاء اللہ اگر اب بھی وہ اس مریض سے نہ نکلے تو آپ اس پر اپنا وہ وظیفہ دہرانا شروع کریں اور یاد رکھیں کہ یہ قرآنی

آیات اور مسنون اذکار و وظائف کے کلمات جنوں پر تیر و تلوار سے بڑھ کر خطرناک ثابت ہوتے ہیں۔ اور ان کلمات کا اس قدر اثر ہوتا ہے کہ وہ جن آپ سے التجائیں اور فریادیں کرے گا کہ تم ان کلمات کو پڑھنا چھوڑ دو۔ ایسی صورت میں آپ اس سے وعدہ لیں کہ پہلے وہ اس مریض کو چھوڑے وگرنہ یہ وظائف کا عمل جاری رہے گا۔

اگر آپ کے ساتھ اللہ تعالی کی توفیق شامل حال رہی تو آپ یقیناً کامیاب ہو جائیں گے اور وہ جن نکل کر بھاگ جائے گا۔ یاد رہے کہ اگر کسی شخص کو یہ سارے وظائف یاد نہ ہوں تو وہ صرف اللہ اکبر اعوذ باللہ اور سورۃ اخلاص ہی مسلسل پڑھتا رہے تو تب بھی کامیابی اسے حاصل ہوگی اور اللہ تعالی کے نام کی تاثیر بھی واضح ہو جائے گی۔

بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ اس مریض پر جن کے علاوہ جادو بھی کیا گیا ہوتا ہے جسکی دلیل یہ ہے کہ عام حالات میں بھی اس مریض کو جادوئی اثرات معلوم ہوتے رہتے ہیں۔ اگر ایسا معاملہ ہو تو کوشش کریں کہ اس جن سے یہ معلومات بھی حاصل ہو جائیں کہ اس پر کس نے جادو کیا ہے اور وہ جادو کی ہوئی چیز کس جگہ دفن یا معلق ہے۔ اگر آپ روحانی عمل کے ذریعے جن کو مغلوب کر لیں گے۔ تو وہ جن از خود آپ کو جادو کے متعلق بتائے گا۔ اس صورت میں وہ جن جھوٹ بھی بول سکتا ہے لیکن اطمینان کے لیے آپ بار بار عمل کریں اور اس سے اگلوائیں کہ جادو کہاں دفن ہے۔ پھر اس کی بتائی ہوئی جگہ پر اپنے آدمی روانہ کر کے معلوم کریں کہ واقعی وہاں جادو کی ہوئی وہ چیز ہے جس کی علامات جن نے بتائی ہیں یا نہیں۔ اگر جن کی بتائی ہوئی جگہ سے جادو شدہ چیز مل جائے تو اسے حاصل کر لیں (جادو کے توڑ کی تفصیل آگے آ رہی ہے)

اگر مریض کو جن کے ساتھ جادو کی بھی شکایت ہو تو سمجھ لیں کہ کسی نے سازش کے ذریعے اس جن کو بھیجا ہے اور ایسی صورت میں اگر جن مغلوب ہو کر بھاگنا بھی چاہے تو وہ عامل اس پر اپنے محافظ مقرر کر دیتا ہے جو اسے مریض کے جسم سے نکلنے نہیں دیتے۔ ایسی

صورت میں اگر جن مسلمان ہو چکا ہو تو اس کی مدد کریں اور اسے آیت الکرسی اور دیگر وظائف بتائیں کہ ان کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائیں گے۔ اور اس جن کو مشورہ دیں کہ وہ مکہ اور مدینہ جیسے محفوظ و مقدس مقامات پر چلا جائے جہاں اللہ کی طرف سے اسے خصوصی مدد حاصل ہوگی۔

اسی طرح یہ بھی یاد رکھیں کہ بعض اوقات شریر جن مریض کے خاندان اور دوست احباب میں پھوٹ ڈالنے کے لئے کذب بیانی کرے گا اور اس کے قریبی احباب کا نام لے کر کہے گا فلاں نے اس پر جادو کیا ہے۔ لیکن اول تو اس کی ہر بات کو تسلیم نہ کریں اور دوسرا یہ کہ جن لوگوں کا نام وہ آپ کو بتائے، زیادہ سے زیادہ ان سے محتاط رہیں۔ لیکن تب تک کسی کے بارے میں غلط خیالات دل میں پیدا نہ ہونے دیں جب تک کہ اس کے بارے میں یقینی طور پر معلوم نہ ہو جائے کہ اسی نے جادو کیا یا کروایا ہے۔

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جن بڑا طاقتور یا چالاک ثابت ہوتا ہے اور آپ بار بار عمل کر کے تھک جاتے ہیں مگر وہ نکلنے کا نام نہیں لیتا یا آپ کے عمل کو الٹا کر دیتا ہے۔ ایسی صورت میں درج ذیل دو طریقوں کو استعمال کریں:

(۱) مذکورہ عمل کو کیسٹ میں پہلے سے تیار کر کے رکھیں اور کیسٹ مریض کے سرہانے لگا دیں۔ جب تک کامیابی نہیں ہوتی کیسٹ کا استعمال جاری رکھیں اور مریض کو ایسی کیسٹ مہیا کر دیں کہ وہ بوقت ضرورت اسے سنتا رہے۔

(۲) بعض قرآنی آیات ایسی ہیں جو جنوں پر بڑی گراں گزرتی ہیں اگرچہ مذکورہ وظیفہ ایسی ہی بعض ثابت شدہ چیزوں اور آنحضرت ﷺ سے منقول کلمات پر مشتمل ہے۔ البتہ کچھ مزید آیات تجربے و مشاہدے کی وجہ سے زیادہ کارگر معلوم ہوئی ہیں۔ اس لیے انہیں بھی پڑھا جائے۔ اس میں زیادہ تر وہ آیات شامل ہیں جن میں جنوں کے معتوب ہونے، عذاب اور آگ کے شعلوں کا شکار ہونے، اور

کافروں، سرکشوں پر اللہ کے عذاب وغیرہ کا ذکر ہے۔ان آیات سے جن ڈرتے اور خوف کھاتے ہیں۔جو درج ذیل قرآنی سورتوں میں سے نکال کر یاد کرلیں یا کیسٹ میں ریکارڈ کر کے اپنے پاس رکھیں:

آیت الکرسی۔سورت الاعراف (۱۱۷ تا ۱۲۲) سورت طٰہٰ (۶۵ تا ۷۳) سورت الصافات (۱ تا ۱۰) سورت الرحمٰن (۳۳ تا ۳۶) سورت الجن (۱ تا ۹) سورت اخلاص، سورت الفلق، سورت الناس۔۔۔۔کتاب کے آخر میں انہیں دیکھا جاسکتا ہے۔

تصوراتی عمل سے گریز کریں

دیکھنے اور سننے میں آیا کہ بعض عامل قرآن وسنت سے علاج کرنے کے ساتھ ساتھ تصوراتی عمل بھی اختیار کرتے ہیں۔راقم کے اپنے ایک معروف عامل استاد جو باعمل، عالمِ دین بھی ہیں، تصوراتی طریقے کو بڑا استعمال کرتے ہیں۔مگر راقم کو اس طریقے سے اختلاف ہے کیونکہ اسکی بنیاد سراسر تخیلات و تصورات پر مبنی ہے اور اس لحاظ سے یوگا اور ہپناٹزم وغیرہ میں اور اس تصوراتی عمل میں کوئی زیادہ فرق نہیں رہتا۔اس تصوراتی عمل کا طریقہ کچھ اس طرح ہے کہ

عامل صاحب مریض کی آنکھوں میں شہد یا کلونجی وغیرہ کا تیل ڈال کر اسے پورے عمل کے دوران آنکھیں بند رکھنے کا حکم دیتے ہیں۔(یاد رہے کہ یہ دونوں چیزیں آنکھوں میں سخت چبھن اور تکلیف و اضطراب پیدا کردیتی ہیں) اسکے بعد جس ماحول اور نوعیت کا مریض ہوتا ہے اسی ماحول کی مناسبت سے اس کا تصوراتی علاج شروع کیا جاتا ہے مثلاً اگر مریض یہ کہتا ہے کہ مجھے اپنے کمرے میں خوف و ہراس اور وحشیانہ چیزوں کا احساس ہوتا ہے تو اسے کہا جاتا ہے کہ خیال کرو کہ اس

وقت تم اپنے کمرے میں داخل ہو۔ (اب ظاہر ہے کہ اس مریض کے خیال میں اسکا کمرہ اسی طرح دکھائی دیگا جس طرح وہ ہوش وحواس میں اسے دیکھتا ہے) پھر مریض سے کہا جاتا ہے کہ خیال کرو کہ تمہارے کمرے میں کیا کیا چیزیں موجود ہیں؟ ظاہر ہے کہ مریض کوئی نہ کوئی چیز تو ضرور بتائے گا۔ پھر اسے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کے گرد دائرہ لگا دو۔ اب وہ مریض اپنے تصور میں اس پر دائرہ لگا دیتا ہے اور آیت الکرسی یا درود یا کوئی اور آسان وظیفہ جو مریض پڑھ سکتا ہو، وہ پڑھنے کی تلقین کی جاتی ہے۔ پھر کہا جاتا ہے کہ اس چیز کو اب توڑ دو۔ چنانچہ مریض خیالات ہی میں اسے توڑ دیتا ہے۔ پھر کہا جاتا ہے کہ اس پر مٹی کا تیل چھڑک کر اسے آگ لگا دو۔ مریض اپنے خیالات ہی میں ایسا کر کے جواب دیتا ہے کہ آگ لگا دی ہے۔ اب مریض سے کہا جاتا ہے کہ اس کی خاک وغیرہ پر دائرہ لگا کر فلاں سورت یا دعا وغیرہ پڑھ کر پھونکو اور سمجھو کہ یہ ہوا میں اڑ کر ختم ہو رہا ہے۔ اور مریض خیال ہی خیال میں ایسا کر دیتا ہے۔ پھر اسے کہا جاتا ہے کہ تمہارا جن مار دیا گیا ہے۔ اور اب تمہیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ اور اس سارے عمل میں آنکھ میں سخت لگنے والی دوائیں ڈال کر آنکھیں بند رکھوائی جاتی ہیں۔ تا کہ تصوراتی عمل میں مریض کے خیالات زیادہ سے زیادہ گرفت میں رکھے جاسکیں۔

یاد رکھیئے کہ قرآن وسنت سے ایسے تصوراتی عمل کا کوئی ثبوت نہیں! اور نہ ہی اس طرح جن مرتا یا بھاگتا ہے۔ البتہ نفسیاتی طور پر آپ کسی مریض کو متاثر ضرور کر سکتے ہیں۔ اس لئے اگر مریض کو محض متاثر کرنا ہی مقصود ہو تو یہ الگ بات ہے۔ لیکن اسے قرآنی علاج قرار دینا زیادتی ہے۔ اس لئے اس سے گریز ہی کرنا چاہیئے۔

جن نکالنے کے بعد

اگر اللہ تعالیٰ آپ کے ہاتھوں مریض کو شفا عطا فرما دے اور جنات کا اثر جاتا رہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور فخر و تکبر کا اظہار کرنے کی بجائے عاجزی انکساری اختیار کریں۔ نیز اس مریض کو نصیحت کریں کہ وہ قرآن وسنت پر سچے دل سے عمل پیرا ہو جائے۔ نماز باجماعت کی پابندی کرے۔ اذکار و وظائف میں سستی ہرگز نہ کرے۔ اپنی رہائش گاہ کو تمام ایسی فحش اور گندی چیزوں سے پاک رکھے جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں اور رحمت کے فرشتے دور بھاگتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے مکمل طور پر اجتناب کرتے ہوئے سچے دل سے مسلمان بن جائے۔

کسی مکان (یا دوکان وغیرہ) سے جن بھگانے کا طریقہ

یاد رہے کہ جنات اور شیاطین عموماً غیر آباد اور بنجر جگہوں، صحراؤں اور جنگلوں وغیرہ میں رہتے ہیں لیکن بعض اوقات وہ انسانوں کی آبادیوں میں بھی کسی جگہ پر قبضہ جما لیتے ہیں اور ایسا اکثر و بیشتر اس جگہ پر ہوتا ہے جو عرصہ دراز سے بے آباد یا گندگی کا ڈھیر بنی رہی ہو مثلاً کوئی ایسا گھر جو ایک طویل عرصہ سے ویران رہا ہو، وہاں جن اپنی رہائش اختیار کر لیتے ہیں اور اگر وہاں لوگ گندگی وغیرہ بھی پھینکتے رہتے ہوں، تو پھر تو ضرور جن اس جگہ کا رخ کرتے ہیں کیونکہ گندگی تو ان کی خوراک ہے۔

بعض لوگوں کے ہاں یہ مشہور ہے کہ فلاں گھر میں کسی نیک بابے کا قبضہ ہے اور جو وہاں داخل ہو، اسے اس بابے سے تھپڑ لگتے ہیں حالانکہ یہ کوئی نیک بابے یا روحیں وغیرہ نہیں ہوتیں بلکہ اگر کچھ ہوتا ہے تو وہ کوئی نہ کوئی جن ہوتا ہے جو وہاں قبضہ جمائے بیٹھا ہوتا ہے اور وہاں آنے والوں یا رہائش اختیار کرنے والوں کو تنگ کرتا ہے تاکہ وہ اس مکان کو چھوڑ جائیں۔

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہاں کوئی جن، بھوت یا روح وغیرہ نہیں ہوتی لیکن کسی اور پُر اسرار وجہ سے لوگوں میں معروف ہو جاتا ہے کہ وہاں کوئی جن رہتا ہے۔ اسکی ایک دلچسپ مثال ملاحظہ فرمائیے:

''ہمارے کچھ دوستوں نے بتایا کہ ہم میر پور کے ایک نواحی علاقے میں ایک تبلیغی دورے پر گئے اور وہاں رہائش کے لیے کوئی مناسب و معقول جگہ کا بندوبست مشکل ہو گیا حتی کہ اسی دوران ایک بڑی عالیشان کوٹھی کے مالک نے انہیں اپنی کوٹھی میں بغیر کرائے کے رہنے کی فرمائش کردی جس پر ہم خوش ہی نہیں بلکہ حیران بھی ہوئے اور ہمارے اصرار پر مالک نے بتایا کہ اس کوٹھی پر جنوں کا قبضہ ہے۔ ہم نے پوچھا کہ اسکی کیا دلیل ہے؟ تو اس نے کہا کہ رات کے وقت اس کے فلاں فلاں کمروں کے روشندانوں سے عجیب و غریب آوازیں اور کھڑ کھڑاہٹ سنائی دیتی ہے لیکن وہاں کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی۔۔۔!

ہم نے کہا کہ صرف انہی کمروں کی چابیاں ہمیں دے دیں۔ اور پھر ہم وہاں شفٹ ہو گئے۔ پہلی رات تو ہم بھی ڈر گئے کہ واقعی جس کمرے میں ہم سوئے تھے، وہاں ساری رات کوئی جن روشندانوں کو کھڑ، کھڑا تا رہا ہے۔ دوسرے اور تیسرے دن بھی ہمیں اسی طرح محسوس ہوا۔ حتی کہ ہم نے ان کمروں کے روشندانوں کا اچھی طرح جائزہ لے کر انہیں مضبوطی سے بند کر دیا اور اسکے بعد وہاں کوئی آواز یا کھڑ کھڑاہٹ پھر ہمیں محسوس نہ ہوئی اور ہمیں یقین ہو گیا کہ یہ روشندان ہی کچھ اس انداز سے فٹ کیے گئے ہیں کہ تیز ہوا چلنے سے ان میں کھڑ کھڑاہٹ ہوتی ہے اور رات کے وقت یہ آواز بڑی بھیانک محسوس ہوتی ہے۔ جسے ان لوگوں نے جنوں کی آوازیں سمجھ کر مشہور کر دیا کہ یہاں جنوں کا قبضہ ہے جبکہ فی الواقع وہاں جنوں کا نام و نشان بھی نہیں تھا''۔

اگر یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ اس گھر میں جنوں کا قبضہ ہے اور یہ کوئی وہم و گمان یا خیال ہی نہ ہو۔ بلکہ فی الحقیقت وہاں رہنے والوں کو جن تنگ کرتے ہوں اور قطعی طور پر یہ

ثابت بھی ہو جائے تو وہاں سے جنوں کے نکالنے کے طریقے درج ذیل ہیں:

(۱) اگر جن سانپ کی شکل میں آتا ہو تو اس سانپ کو دیکھ کر تین دن تک تین تین مرتبہ باآواز بلند یہ اعلان کریں کہ "اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہوئے اس گھر سے نکل جاؤ"۔ اگر تین دن کے بعد بھی وہ نظر آئے تو اسے قتل کر دیا جائے۔

(۲) اگر جن کسی اور جانور یا انسان وغیرہ کی شکل میں آکر ڈراتا اور اذیت پہنچانے کی کوشش کرتا ہو تو اس بھی تین دن یہی کہیں کہ وہ یہ گھر چھوڑ کر چلا جائے۔

(۳) اس کے ساتھ اس گھر میں تین، پانچ یا سات دنوں تک مسلسل سورت البقرہ کی تلاوت کریں یا اس سورت پر مشتمل کسیٹ اونچی آواز سے چلاتے رہیں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جن اس گھر سے دور بھاگ جاتا ہے جہاں سورت بقرہ کی تلاوت کی جاتی ہے"۔[1]

(۴) نیز ایک روایت میں ہے کہ جس گھر میں تین دن تک مسلسل سورت بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھی جائیں تو شیطان اس (گھر) کے قریب بھی نہیں آتا۔[2]

(۵) سارے گھر کی اچھی طرح پانی سے صفائی کریں اور تمام غیر شرعی چیزیں مثلاً فضول تصاویر، ٹی وی، وی سی آر، گانوں کی کیسٹیں اور فلمیں وغیرہ نکال کر ضائع کر دیں۔ پھر کسی بڑے برتن میں صاف پانی لیکر اس میں خوشبو وعطریات ملائیں اور اس پر سورت بقرہ مکمل پڑھ کر گھر کے چاروں اطراف میں اس پانی کا چھڑکاؤ کر دیں۔ ان شاء اللہ جنات بھاگ جائیں گے۔ یہ تجرباتی اور آزمودہ نسخہ ہے۔

---

(۱)[(مسلم کتاب صلاۃ لمسافرین باب (۲۹) حدیث (۸۰) ترمذی (۲۸۷۷) اسی طرح حضرت عبد اللہ بن مسعود سے بھی مروی ہے کہ جہاں سورت بقرہ پڑھی جائے وہاں سے شیاطین بھاگ جاتے ہیں۔ (دارمی ۲-۴۴۷)]

(۲)[(حاکم ۲-۲۴۰) امام حاکم اور حافظ ذھبی نے اسے صحیح قرار دیا ہے)]

اس کے علاوہ کچھ مزید تحفظات بھی مدنظر رکھیئے مثلا

(۱) جب کوئی نیا مکان خریدیں تو وہاں رہائش سے پہلے سورت بقرہ کی تین دن تلاوت ضرور کرلیں پھر اس کے بعد وہاں رہائش اختیار کریں۔

(۲) اگر وہاں جنات کا قبضہ بھی ہو تو وہاں رہنے والے تمام افراد صبح و شام کے اذکار آیت الکرسی اور معوذات وغیرہ کا دم کرنے میں سستی نہ کریں۔

(۳) یقیناً مذکورہ نسخہ پر عمل کرنے سے بڑے سے بڑا جن بھی بھاگ جاتا ہے لیکن وہاں رہنے میں نفسیاتی پریشانی اور طبیعت میں ناگواری ہو تو اس جگہ کو تبدیل کر لینا چاہیے۔(امام بخاری نے کتاب الطب میں جو یہ عنوان قائم کیا ہے ''باب من خرج من ارض لا تلائمه''۔۔۔اس چیز کا بیان کہ کوئی شخص ایسی جگہ چھوڑ سکتا ہے جو اسے موافق نہ ہو۔۔۔اس سے بھی ہماری اس آخری تجویز کی تائید ہوتی ہے!)

جادُو کا توڑ

جادو کے توڑ کے لئے سب سے پہلے یہ اطمینان کرلیں کہ مطلوبہ مریض جادو میں مبتلا ہے یا کسی اور جسمانی مرض میں۔ اگر تو وہ عام مرض میں مبتلا ہے تو اس پر دم کر دیں اور اسے کسی ڈاکٹر یا حکیم سے باقاعدہ علاج کروانے کا مشورہ دیں۔ لیکن اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اس مریض میں درج ذیل علامات پائی جاتی ہیں تو یاد رکھیئے کہ اس پر جادو کیا گیا ہے:

(۱) گھر والوں، دوست احباب اور رشتہ داروں سے تمام معاملات درست تھے کہ اچانک کسی وجہ کے بغیر ہی معاملات خراب ہو جائیں۔

(۲) بیوی بچوں اور گھر والوں کیساتھ محبت و شفقت اچانک کسی ظاہری سبب کی بغیر نفرت میں بدل جائے۔

(۳) نماز روزہ، اور دیگر عبادات سے اچانک دل اکتا جائے۔

(۴) ہر وقت پریشانی، سستی، کراہت، خاموشی خلوت پسندی پیدا ہو جائے۔

(۵) جسم کے کسی حصے میں مسلسل درد ہو جو طبی معائنہ سے محسوس اور قابل شفا نہ ہو۔

(۶) خواب اور بیداری میں چیخ و پکار کانوں سے ٹکرائے مگر کوئی چیز دکھائی نہ دے۔

(۷) شادی شدہ آدمی کو اپنی بیوی کے پاس جانے کی رغبت ختم ہو جائے یا اس کے برعکس عورت کے ساتھ یہ معامہ ہو۔

(۸) سادہ پانی اور چینی لیکر اس پر آیت الکرسی فاتحہ اور معوذات کا دم کر کے مریض کو

پلائیں اگر مریض کو پانی یا چینی کا ذائقہ کڑوا معلوم ہو تو پھر سمجھئے کہ اس پر جادو کیا گیا ہے۔

(۹) کسی خاص جگہ پر مریض گھبراہٹ اور بے چینی محسوس کرتا ہو اور جونہی وہاں سے دور ہو تو افاقہ محسوس کرے۔

(۱۰) مریض کو مذکورہ علامتوں کے علاوہ ڈراؤنے خواب بھی آتے ہوں۔

سب سے پہلے یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ اس پر کیئے جانے ولا جادو کہاں دفن ہے۔ اگر اس مریض پر جادو کیساتھ جنات کا بھی اثر ہو تو جنات کے توڑ والا عمل ۔۔۔ جو گذشتہ صفحات میں بیان کیا جاچکا ہے۔۔ کر کے جن کو حاضر کریں اور اس جادو کی جگہ کے بارے میں دریافت کریں۔

اگر اس طرح یا کسی اور طریقہ سے جادو والی چیز مل جائے تو اس پر آیت الکرسی ،معوذات ،سورت بقرہ کی آخری آیات اور سورت فاتحہ پڑھ کر پھونکیں اور پھر کسی غیر آباد جگہ پر اسے دفنا دیں یا پانی میں بہادیں یا پھر کسی اور طریقے سے اسے ضائع کردیں۔

بعض اوقات جادو کسی ایسی چیز پر بھی کیا گیا ہوتا ہو جو قابل استعمال ہوتی ہے۔ ایسی چیز پر مذکورہ وظیفہ پڑھنے کے بعد اسے زیر استعمال بھی لایا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اب اس سے جادو کا اثر زائل ہو چکا ہے۔ لیکن مناسب یہی ہے کہ ایسی چیز کو استعمال نہ کیا جائے۔

۞ اگر کسی طرح بھی جادو کی جگہ تک رسائی نہ ہو رہی ہو تو پھر اس طرح کریں کہ مریض سے یہ پوچھیں کہ کس جگہ پر جانے یا بیٹھنے یا لیٹنے سے زیادہ اثر محسوس ہوتا ہے۔ یقیناً وہ کوئی نہ کوئی جگہ ضرور بتائے گا کہ فلاں جگہ پر بیٹھنے یا داخل ہونے سے زیادہ جادوئی اثر محسوس ہوتا ہے۔ آپ اس جگہ کی اچھی طرح تلاشی لیں۔ اور اگر کوئی ایسی مشکوک چیز دکھائی دے جس سے معلوم ہوتا ہو کہ اس پر جادو کیا گیا ہے۔ تو اس پر عمل کر کے اسے دفنا دیں یا ضائع کردیں۔ اور اگر کوئی چیز بھی نہ ہو تو پھر کسی برتن میں صاف پانی ڈال کر روحانی عمل (جو

آگے آ رہا ہے) کریں اور پھر اسے اس جگہ (دکان، گھر یا گھر کے مخصوص کمرے) کے چار وں طرف چھڑکا دیں۔ ایسا کم از کم سات دن مسلسل کریں ان شاء اللہ کامیابی ہوگی۔ جادو کے توڑ کے لئے درج ذیل روحانی وظیفہ کریں:

(۱) سورت الفاتحہ (مکمل) (۲) آیت الکرسی
(۳) سورت اخلاص (مکمل) (۴) سورت الفلق (مکمل)
(۵) سورت الناس (مکمل) (۶) سورت البقرہ کی آخری دو یا تین آیات
(۷) درود ابراہیمی (مکمل) (۸) سورتالبقرہ (آیت ۱۰۲)
(۹) سورت البقرہ (۱۶۳۔۱۶۴) (۱۰) سورت المؤمنون (۱۱۵ تا ۱۱۸)
(۱۱) سورت الصافات (۱ تا ۱۰) (۱۲) سورت الحشر (۲۱ تا ۲۴)

ان تمام آیات اور وظائف کو کتاب کے آخر میں درج کر دیا گیا ہے:

۞ جادو کا اثر اس طرح بھی زائل کیا جاتا ہے کہ آپ مریض شخص پر مذکورہ بالا روحانی عمل کریں۔ اس سلسلہ میں اگر جادو کمزور ہو اور روحانی معالج کا تقوی و طہارت اور دینداری کی کیفیت اچھی ہو تو نہایت ہی مختصر دم سے مریض صحت یاب ہو جاتا ہے۔ اور اگر جادو زیادہ قوی ہو تو اس پر زیادہ سے زیادہ دم کرنا پڑتا ہے اور بعض اوقات تو مسلسل دم کرنے کی نوبت بھی آجاتی ہے۔ اس کے علاوہ روحانی علاج کے چند اور طریقے باحوالہ درج کئے جاتے ہیں:

(۱) آنحضرت ﷺ پر لبید بن عاصم یہودی نے جادو کر دیا تھا اور کچھ دنوں کے بعد اللہ تعالی نے وحی کی ذریعہ آپ ﷺ کو اس سے مطلع کر دیا۔ تو آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو بھیجا کہ فلاں کنویں میں جادو کی ہوئی چیز چھپائی گئی ہے۔ وہاں جا کر تلاشی لینے سے ایک غلاف برآمد ہوا جس میں کنگھی اور بالوں کے ساتھ ایک تانت کے اندر

گیارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں اور موم کا ایک پتلا تھا جس میں سوئیاں چبھوئی ہوئی تھیں ۔چنانچہ معوذتین نازل ہوئیں جن کی گیارہ آیات ہیں اور ایک ایک آیت پڑھنے کیساتھ ساتھ ایک ایک گرہ کھلتی گئی ۔اور سوئیاں بھی پتلے سے نکال دی گئیں اور آپؐ جادو کے اثر بالکل تندرست ہو گئے ۔(حوالہ گزر چکا ہے)

اس سے معلوم ہوا کہ معوذتین کے ذریعہ جادو کا توڑ بڑا کامیاب ثابت ہوتا ہے۔

(۲) حضرت خارجہ بن صلتؓ کے چچا سے روایت ہے کہ ہم نبی اکرم کی زیارت کرنے کے بعد واپس آ رہے تھے کہ راستہ میں ایک قبیلہ سے ہمارا گذر ہوا، تو قبیلہ والوں نے کہا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم اس نبیؐ سے خیر و بھلائی کی باتیں سیکھ کر آ رہے ہو، تو کیا تمہارے پاس کوئی ایسا دم یا دوا وغیرہ ہے جسکے ذریعہ تم ہمارے آسیب زدہ شخص کا علاج کر سکو؟ ہم نے کہا کہ ہاں بالکل ہے۔پھر وہ ایک آدمی لے کر آئے جو رسیوں میں جکڑا ہوا (محسوس ہوتا) تھا۔

صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے تین دن صبح و شام اس پر سورت فاتحہ کیساتھ دم کیا اور جب میں دم کرتا تو اپنے منہ میں تھوک جمع کر کے اس پر تھوکتا۔بالآخر وہ تندرست ہو گیا اور ایسے معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے اس کی رسیاں کھول دی ہیں۔(1)

اس سے معلوم ہوا کہ جادو کے مریض پر تین دن مسلسل صبح و شام سورت فاتحہ کے دم کے ساتھ علاج کیا جائے تو اسے شفا مل جاتی ہے۔

(۳) بعض اوقات جادو کا اثر جسم کے کسی خاص حصہ پر ہوتا ہے جسکی وجہ سے مریض اس حصے میں درد محسوس کرتا ہے جبکہ اس درد کا علاج ڈاکٹر اور حکیم کے بس سے باہر ہوتا ہے ۔ایسی صورت حال میں مریض کے اس حصہ پر مندرجہ ذیل دم کریں تو جادو کا اثر ان شاء اللہ! زائل ہو جائیگا:

(۱)[(ابوداؤد کتاب الطب باب کیف الرقی (۳۸۹۸)]

اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْھِبَ الْبَاسِ اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِی لَا شَافِیَ اِلَّا اَنْتَ، شِفَاءً لَا یُغَادِرُ سَقَمًا(۱)

(۴) حضرت عثمان بن ابی العاصؓ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسولؐ سے عرض کیا کہ جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے تب سے جسم میں درد محسوس کر رہا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ تین مرتبہ بسم اللہ پڑھو اور سات مرتبہ یہ دعا (یعنی دم کیا) کر و اور متاثرہ حصے پر ہاتھ رکھو:

اَعُوْذُ بِعِزَّ ةِ اللّٰہِ مِنْ قُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ(۲)

''میں اللہ تعالی کی جلال وعزت اور قدرت وقوت کے ساتھ اسکی پناہ میں آتا ہوں۔ اس تکلیف سے جو میں محسوس کر رہا ہوں یا جس سے میں ڈرتا ہوں۔''

لہذا اپنے مریض کو یہ دعا لکھ کر دیں کہ وہ متاثرہ حصے پر اپنا ہاتھ رکھ کر اس کے ساتھ دم کیا کرے۔ ان شاء اللہ شفا ہوگی۔

(۵) مفسر قرطبیؒ نے وھب بن منبہ کے حوالہ سے جادو کے توڑ کے لیے یہ مجرب نسخہ ذکر کیا ہے کہ ''بیری کے سات سبز پتے لے کر انہیں باریک کوٹ کر پھر کسی برتن میں پانی لے کر اس میں ملا دیں اور اس پر آیت الکرسی پڑھ کر دم کریں۔ پھر اس دم والے پانی میں سے تین گھونٹ پی لئے جائیں۔ اور باقی پانی سے غسل کر لیا جائے تو اسکے ساتھ ہر جادو کا اثر زائل ہو جائے گا۔ انشاء اللہ۔ اور اگر جادو کی وہ قسم ہو جس میں جماع کی بندش کا سامنا ہوتا ہے تو اس کے علاج کے لئے تو یہ نہایت کامیاب نسخہ ہے''۔(۳)

---

(۱) [بخاری کتاب الطب باب رقیۃ النبی (۵۷۴۲) مسلم (۲۱۹۱)]

(۲) [مسلم کتاب السلام باب استحباب وضع یدہ موضع الالم (۲۲۰۲) ابوداؤد (۳۸۹۱))]

(۳) [تفسیر قرطبی (۲۔۴۹)]

(۶) کلونجی کے تیل پر دم کر کے مریض کے متاثرہ حصے پر کچھ دنوں تک مالش کروائیں ان شاء اللہ شفا ہوگی۔ حضرت خالد بن سعدؒ فرماتے ہیں کہ ہم سفر کے لئے روانہ ہوئے اور ہمارے ساتھ غالب بن ابجر بھی تھے۔ وہ راستے میں اچانک مریض ہوگئے اور جب ہم مدینہ پہنچے تب تک وہ اسی حالت میں رہے۔ ابن ابی عتیق ان کی بیمار پرسی کے لیئے تشریف لائے تو انہیں دیکھنے کے بعد ہم سے کہنے لگے کہ لازمی طور پر کلونجی کے پانچ یا سات دانے لے کر پیس لو اور پھر اسے تیل میں ملا کر اس مریض کے ناک کے دونوں سوراخوں میں چند قطرے ٹپکاؤ کیونکہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا:

''ان هذه الحبة السوداء شفاء من كل داء الامن السلام ''

''کلونجی میں موت کے سوا ہر بیماری کے لیے شفا موجود ہے''۔ (۱)

(۷) اگر معدے یا پیٹ میں مسلسل درد رہتی ہو تو روزانہ نہار منہ کلونجی کے پانچ یا سات دانے پانی کے ساتھ استعمال کریں۔ لیکن حاملہ عورتیں حکیم اور ڈاکٹر کے مشورہ کے مطابق اسے استعمال کریں۔

(۸) قرآن مجید میں شہد کے بارے میں ہے کہ:

''فيه شفاء للناس''(النحل . ۶۹)

''اس میں لوگوں کے لیے شفا رکھی گئی ہے''۔

اس لیئے نہار منہ روزانہ ایک چمچ شہد چاٹیے۔ اگر گرمی کا موسم ہو تو اسکے ساتھ پانی استعمال کریں وگرنہ (موسم سرما میں) نیم گرم دودھ میں ملا کر استعمال کریں۔ اور یہ بات یاد رکھیں کہ شہد خالص ہو۔ اور حاملہ عورتیں حکیم اور ڈاکٹر کے مشورہ کے مطابق اسے استعمال کریں۔

---

(۱) [بخاری کتاب الطب باب الحبة السوداء (۵۶۸۷) مسلم کتاب السلام (۲۲۱۵)]

(۹) عجوہ کھجور اگر مل سکے تو اسے ضرور استعمال کریں کیونکہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:

''من اصطبح كل يوم تمرات عجوة لم يضره سم ولا سحر ذلك اليوم الى الليل ''(۱)

''جو شخص روزانہ صبح کے وقت چند عدد عجوہ کھجور کھالے تو اس دن رات تک اسے کوئی زہر اور جادو نقصان نہیں دے سکتا۔''

بعض روایات میں سات عدد کھجوریں استعمال کرنے کا ذکر ہے۔(۲)

(۱۰) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ جو شخص صبح سویرے مدینہ کی سات کھجوریں (خواہ کسی قسم کی ہوں) کھائے تو اسے شام تک کسی قسم کا زہر تکلیف نہیں دیگا۔(۳)

اس لئے اگر عجوہ کھجور نہ ملے تو مدینہ کی دیگر اقسام کی کھجویں استعمال کریں۔ اور اگر عام کھجور ہی دستیاب ہو تو اسے بھی استعمال میں رکھئے۔

(۱) [بخاری کتاب الطب باب الدواء بالعجوة للسحر (۵۷٦۸) مسلم (۲۰۴۷)]

(۲) [(ایضا ۵۷۶۹)]

(۳) [مسلم کتاب الاشربہ باب فضل تمر المدینہ (۲۰۴۷)]

رات کو سوتے وقت ڈرنے والے کا علاج

بعض اوقات آدمی سوتے ہوئے اچانک ڈر جاتا ہے اور پھر جاگنے کے بعد اس پر عجیب وغریب وحشت طاری ہو جاتی ہے۔ دل گھبرا رہا ہوتا ہے اور جسم سے بسا اوقات پسینے چھوٹ رہے ہوتے ہیں۔ اس طرح کی کیفیت عموماً تین وجوہات کی بنا پر ہوتی ہے:

(۱) بعض اوقات انسان کوئی ڈراؤنا اور شیطانی خواب دیکھتا ہے جسکی وجہ سے اس قدر وحشت اور خوف طاری ہو جاتا ہے کہ انسان چیخیں مارتا ہوا اٹھ بیٹھتا ہے۔ حالانکہ یہ صرف شیطانی خواب ہوتا ہے جس کی خواب سے بڑھ کر کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ کیونکہ احادیث کے مطابق خواب تین طرح کے ہوتے ہیں:

(۱) سچے خواب (۲) شیطانی خواب (۳) اور پراگندہ خیالات پر مشتمل خواب [۱]

اگر شیطانی خواب آئے تو تین مرتبہ بائیں جانب تھوکئے اور تین مرتبہ تعوذ پڑھیے اور پہلو بدل کر لیٹ جایئے۔ اللہ کی توفیق سے وہ خواب کوئی نقصان نہیں دے گا۔ [۲]

اور اگر باوضو ہو کر دوگانہ ادا کر لیا جائے تو بہت ہی اچھا ہے۔ [۳]

(۲) بعض اوقات انسان کو کوئی جسمانی تکلیف لاحق ہوتی ہے اور سوتے وقت اس تکلیف کا اثر بڑھ جاتا ہے مثلاً سانس اور دل کی تکلیف میں عموماً اس طرح ہوتا ہے کہ سوتے ہوئے عمل تنفس میں رکاوٹ پیدا ہونے لگتی ہے یا اپنا ہی ہاتھ دل پر آجاتا ہے یا پہلو تبدیل کرنے کی وجہ سے دل پر دباؤ بڑھ جاتا ہے، تو ایسی تمام صورتوں میں جب گھٹن بڑھتی ہے تو انسان تکلیف کی وجہ سے گھبرا کر اچانک اٹھ جاتا ہے۔ اگر کوئی

---

(۱)[بخاری: کتاب التعبیر: باب القید فی المنام (۷۰۱۷) مسلم (۲۲۶۳)]

(۲)[مسلم کتاب الرؤیا (۲۲۶۱) ابوداؤد (۵۰۲۲) ابن ماجہ (۳۹۰۸)]

(۳)[(بخاری ۱۱۵۴)]

ایسا معاملہ ہو تو پھر ایسی صورت میں ڈاکٹر سے علاج کے لئے رجوع کرنا چاہیے۔

(۳) بعض اوقات کوئی جن اور شیطان انسان کو ڈراتا ہے اور حالتِ نیند میں اس پر حملہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس لیے ایسی صورت میں اول تو سوتے وقت کے مسنون اعمال ہرگز نہ بھولیئے۔ یعنی بستر پر لیٹنے سے پہلے اسے جھاڑ لیں کہ کوئی زہریلی چیز نہ ہو۔ پھر تین مرتبہ یہ عمل کریں کہ سورت اخلاص، سورت فلق، سورت ناس پڑھ کر ہاتھوں میں پھونک مار کر سارے جسم پر مل لیں۔ اسکے علاوہ آیت الکرسی اور سونے کی دیگر دعائیں پڑھیے مثلاً:

''اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰ'' (یا اللہ، میں تیرے ہی نام کے ساتھ سوتا اور تیرے ہی نام کے ساتھ بیدار ہوتا ہوں) (1)

اور پھر مطمئن ہو کر سو جائیں۔ بعض اوقات آدمی لیٹ کر یہ اذکار کرتا ہے اور نیند کے غلبہ کی وجہ سے اذکار پورے ہونے سے پہلے ہی نیند غالب آجاتی ہے۔ اور اس کوتاہی سے شیطان فائدہ اٹھالیتا ہے۔ اس لیے کوشش کریں کہ سونے سے پہلے بیٹھ کر اذکار پڑھ لیں، پھر دائیں کروٹ ہو کر سو جائیں۔ اس کے باوجود اگر کبھی شیطانی حملہ ہو یا گھبراہٹ طاری ہو تو آیت الکرسی اور یہ دعا پڑھ لیں:

''اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِہٖ وَعِقَابِہٖ وَشَرِّ عِبَادِہٖ وَمِنْ ھَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَاَنْ یَحْضُرُوْنِ''

''میں اللہ تعالیٰ سے اسکے مکمل کلمات کیساتھ اسکے غصہ، عذاب، اسکے بندوں کے شر، شیطانوں کے حملے اور ان کے (تکلیف پہنچانے کے لیے) حاضر ہونے سے پناہ مانگتا ہوں''۔

---

(۱) [(بخاری ۶۳۱۲)] واضح رہے کہ آنحضرتؐ نے نیند میں گھبراہٹ اور وحشت طاری ہونے کا یہی (مزکورہ بالا) علاج بیان کیا ہے۔ [دیکھیئے مسند احمد (ج ۴۔ص ۵۷) (۲۔۱۸۱) ابوداؤد (۳۸۹۳) ابن السنی (۷۴۸) حاکم (۱۔۵۴۸) موطا (۷۲۴)]

نظر بد کی حقیقت اور اس کا روحانی علاج

بعض اوقات ایک انسان کو دوسرے انسان کی بری نظر لگ جاتی ہے۔ جسکی وجہ سے نظر بد کا شکار شخص متاثر (مریض) ہو جاتا ہے۔ اگر یہ نظر بد اسکے بدن کو لگی ہو تو وہ جسمانی طور پر مریض ہو جاتا ہے۔ اور اگر یہ نظر اس کے کاروبار کو لگی ہے، تو کاروبار میں نقصان ہونے لگتا ہے حتی کہ انسان کی کسی بھی اچھی چیز کو حاسد شخص کی نظر بد لگ سکتی ہے جیسا کہ درج ذیل احادیث سے اسکا ثبوت ملتا ہے:

(۱) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ

"العین حق ...." نظر بد لگ جانا برحق ہے۔[۱]

(۲) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ

نظر بد، برحق ہے۔ اگر تقدیر سے کوئی چیز سبقت لے جا سکتی ہوتی تو وہ نظر بد ہے اور جب تم میں سے کسی شخص سے غسل کرنے کا مطالبہ کیا جائے (تا کہ اس کے غسل کا پانی اس شخص پر ڈالا جائے جسے اس کی نظر لگی ہے) تو وہ غسل کرے۔[۲]

(۳) ایک روایت میں ہے کہ نظر بد سے اللہ تعالی کی پناہ مانگا کرو کیونکہ نظر بد اثر کر سکتی ہے۔[۳]

(۴) ایک روایت میں ہے کہ نظر بد انسانوں پر اثر انداز ہوتی ہے حتی کہ اگر کوئی اونچی

---

(۱)[(بخاری کتاب الطب باب العین حق (۵۷۴۰)]

(۲)[مسلم کتاب السلام باب الطب والمرض والرقی (۲۱۸۸)]

(۳)[السلسلہ الصحیحہ (۷۳۷) ابن ماجہ (۳۵۰۸) صحیح الجامع الصغیر (۹۳۸)]

جگہ (پہاڑ یا چھت وغیرہ) پر کھڑا ہو تو نظر بد کی وجہ سے نیچے گر سکتا ہے۔ (۱)

(۵) حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے انکے ہاں ایک لڑکی دیکھی جس کے چہرے پر کالا (یا زردسا) نشان تھا۔تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ نظر بد کا شکار ہوئی ہے اس پر دم کرو۔ (۲)

حافظ ابن کثیرؒ سورت یوسف کی آیات نمبر (۶۷-۶۸) کی تفسیر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ

''اللہ تعالیٰ یعقوب علیہ السلام کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جب انہوں نے بنیامین اور دیگر بیٹوں کو مصر جانے کی اجازت دی تو انہیں تلقین کی کہ سب کے سب ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہوں۔ بلکہ مختلف دروازوں سے داخل ہوں۔حضرت ابن عباسؓ محمد بن کعبؒ، مجاہدؒ قتادہ اور سدی وغیرہ کے بقول اسکی وجہ یہ تھی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اس بات سے خائف تھے کہ کہیں ان کے بیٹے نظر بد کا شکار نہ ہو جائیں کیونکہ نظر لگنا ثابت ہے حتی کہ نظر بد کی وجہ سے گھڑ سوار گھوڑے سے گر جاتا ہے''۔ (۳)

بعض لوگوں نے نظر بد کی بری تاثیر کا انکار کیا ہے۔حافظ ابن قیم ایسے لوگوں کی بھرپور تردید کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

''اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی جسموں اور روحوں میں طاقتوں اور طبیعتوں کا اختلاف پیدا کر رکھا ہے۔اور ان میں سے اکثر و بیشتر میں مختلف خواص اور اثر انداز ہونے والی کیفیات بھی ودیعت کی رکھی ہیں۔کسی عقلمند شخص کے لیے ان روحوں کا جسموں پر اثر انداز ہونے سے انکار کرنا ممکن نہیں کیونکہ یہ مشاہدے اور تجربے سے

(۱)[السلسلة الصحيحة (۸۸۹)]

(۲)[بخاری: کتاب الطب باب رقية العين (۵۷۳۹) مسلم کتاب السلام (۲۱۹۷)]

(۳)[(تفسیر ابن کثیر ۲-۷۴۹)]

ثابت ہے۔جس طرح آپ دیکھ سکتے ہیں کہ کسی شخص کا چہرہ (خوشی اور شرم وحیا سے) اس وقت سرخ ہو جاتا ہے جب وہ ایسے شخص کو دیکھتا ہے جس کا یہ ادب واحترام کرتا ہے یا اس سے شرماتا ہے۔اور اگر یہی انسان کسی ایسے شخص کو دیکھتا ہے جس سے اسے ڈر اور خوف ہوتا ہے، تو اس وقت اسکا چہرہ خوف کیوجہ سے پیلا زرد ہو جاتا ہے۔لوگوں نے ایسے آدمی بھی دیکھے ہیں جو نظر بد کیوجہ سے بیمار اور کمزور ہو جاتے ہیں۔اس لیے یہ سب کچھ روحوں کی تاثیر کی وجہ سے ہوتا ہے۔چونکہ اس کا تعلق نظر سے ہوتا ہے اس لیے نظر بد کی نسبت روح کی بجائے آنکھ کی طرف کر دی جاتی ہے۔حالانکہ آنکھ کی نظر بد کچھ نہیں کرتی بلکہ یہ تو روح کی تاثیر ہوتی ہے۔روحیں اپنے خواص طبائع اور تاثیرات میں مختلف درجوں کی ہوتی ہیں ۔حسد کرنے والے کی روح واضح طور پر اس شخص کو تکلیف سے دوچار کر دیتی ہے جس سے حسد کیا جارہا ہے۔اس لیے اللہ تعالی نے اپنے رسول حضرت محمد کو حاسد کے شر سے پناہ طلب کرنے کا حکم دیا ہے۔اس لیے حاسد شخص کی تاثیر بد سے وہی شخص انکار کر سکتا ہے جو فی الحقیقت انسان کہلانے کا حقدار نہیں۔۔۔۔''

اس کے بعد موصوف نظر بد لگنے کی مختلف صورتیں بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

۔۔۔نظر بد اس طرح لگتی ہے کہ حسد کرنے والے کا ناپاک جسم دوسرے (محسود) شخص کے جسم سے متصل ہو جاتا ہے۔تو اسکا اثر اسمیں منتقل ہو جاتا ہے اور کبھی ان دونوں (حاسد اور محسود) کے آمنے سامنے آنے کی وجہ سے اور کبھی حاسد کے محض دیکھنے کی وجہ سے نظر بد لگ جاتی ہے۔بسا اوقات مختلف تعویذات، منتر او جھاڑ پھونک کی وجہ سے بھی نظر بد کا اثر محسود تک پہنچ جاتا ہے۔بعض اوقات خیال اور وہم وگمان کی وجہ سے بھی دوسرے شخص کو نظر بد لگ جاتی ہے۔۔۔۔

۔۔۔اس لیے نظر بد صرف اس چیز تک محدود نہیں کہ کسی کو دیکھنے ہی سے نظر لگتی ہے۔بلکہ مذکورہ اقسام میں سے کوئی بھی قسم نظر بد کی وجہ بن سکتی ہے۔حتی کہ بعض اوقات کسی

اندھے شخص کی بھی دوسروں کو نظر بد لگ سکتی ہے اور وہ اس طرح کہ اندھے شخص کو کسی کے اوصاف بیان کیئے جائیں اور اس کے دل میں اس کے خلاف حاسدانہ جذبات پیدا ہو جائیں، تو برے جذبات کا اثر بد اس شخص تک پہنچ جاتا ہے۔ (اور وہ اس اثر بد کیوجہ سے بیمار ہو جاتا ہے)'' (۱)

نظر بد کا علاج

جس طرح نظر بد مختلف طریقوں سے اثر انداز ہوتی ہے اس طرح اس کا توڑ بھی مختلف طریقوں سے کیا جاتا ہے۔ اسکی تفصیل سے پہلے یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ کسی نیک شخص کی بھی نظر بد لگ سکتی ہے خواہ اس کے ذہن میں دوسرے شخص کے بارے میں کوئی غلط یا قابل حسد خیال پیدا نہ ہوا ہو۔ بلکہ کسی خوبصورت چیز کو دیکھ کر اسکی خوبصورتی پر عش عش کر اٹھنے پر بھی نظر بد لگ جاتی ہے۔ اس لیے آنحضرت ﷺ کی عمومی تعلیمات سے یہ بات ثابت ہے کہ جب کسی شخص میں کوئی اچھی چیز نظر آئے تو اسے دیکھ کر برکت کی دعا کی جائے مثلاً:

(۱) مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه

(۲) لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم

(۳) بَارَکَ اللّٰهُ لَکَ

(۴) اَللّٰهُ زِدْ فَزِدْ

(۵) مَبْرُوکًا...... وغیرہ

علاوہ ازیں اردو یا پنجابی وغیرہ میں بھی برکت کی دعا کی جاسکتی ہے۔ نظر بد سے حفاظت اور اسکے علاج کے مختلف طریقے درج ذیل ہیں:

(۱) [(تفصیل کیلیئے ملاحظہ ہو زاد المعاد (ج ۴ ص ۱۵۲ تا ۱۵۴)]

پیشگی تحفظ

اس سلسلہ میں دو صورتیں پیش نظر رہیں:

(۱) پہلی صورت یہ ہے کہ کوئی بھی مسلمان شخص جب دوسرے مسلمان بھائی کی کوئی اچھی چیز یا خوبصورتی وغیرہ دیکھے تو اسکے لیے برکت کی دعا کرے اور حسد سے اجتناب کرے۔ قرآن مجید کی سورت کہف میں دو بھائیوں کا ایک قصہ مذکور ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ ان دونوں میں سے ایک کے پاس دو عمدہ اور پھلدار باغ تھے مگر وہ ظالم، متکبر اور اللہ تعالی کے انعامات پر شکر کی بجائے کفر کرنے ولا تھا۔ جبکہ اسکا حقیقی بھائی (جو مومن تھا) اسے کہا کرتا تھا کہ اپنے باغ دیکھ کر فخر وغرور کی بجائے، ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ، پڑھا کرو مگر اس نے ان دعائیہ کلمات کی بجائے اپنی معاندانہ روش کو جاری رکھا جسکی وجہ سے بالآخر اللہ تعالی نے آسمانی عذاب کے ذریعہ دونوں باغوں کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا ڈالا۔ (۱)

ان آیات کی تفسیر میں حافظ ابن کثیرؒ رقمطراز ہیں کہ

''ولهذا قال بعض السلف من اعجبه شي من حاله او ماله او ولده فليقل ما شا الله لا قوة الا با الله وهذا ما خوذ من هذه الا ية الكريمة،،(۲)

''اسی لیے بعض آئمہ سلف نے بیان کیا ہے کہ جب کسی شخص کو اپنی صورت حال، مال و دولت یا اولاد وغیرہ کو دیکھ کر خوشی محسوس ہو تو اس وقت ماشاللہ لاقوۃ الا باللہ، (جو اللہ چاہے وہی ہوتا ہے، اللہ کی قوت وطاقت کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا) پڑھے۔ اور یہ دعا اسی آیت سے ماخوذ ہے۔''

(۱)[(دیکھیے سورت الکھف آیات۔۳۲۔۴۴)] (۲)[(تفسیر ابن کثیر۔۳۔۱۲۷)]

اسی طرح بعض روایات میں ہے کہ جب حضرت عامر بن ربیعہ ؓ نے حضرت سہیل بن حنیف ؓ کا جسم دیکھ کر تعریف کی تو حضرت سہل کی نظر لگ گئی۔ آنحضرت ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت عامر ؓ کو ڈانٹتے ہوئے کہا الا برکت۔۔۔؟ تو نے اس کا جسم دیکھ کر برکت کی دعا کیوں نہیں کی؟ تجھے علم نہیں کہ نظر بد حق ہے''؟(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی اچھی چیز کو دیکھ کر برکت کی دعا کرنی چاہیے تا کہ نظر بد کا اثر ہی نہ ہو سکے۔ اور یہ برکت کی دعا اس طرح کرنی چاہیے (بارک اللہ لک) یا اردو میں (اللہ تعالی تجھے اور برکت دے) یا کسی بھی زبان میں کی برکت کی دعا کی جا سکتی ہے۔ اس کی مزید تفصیل آگے آ رہی ہے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ جس شخص کو اپنی کسی اچھی چیز (خوبصورتی) مال و اولاد کی کثرت، کاروبار کی ترقی اور وسعت، اولاد کی کثرت وغیرہ کے بارے میں نظر بد کا خدشہ ہو تو اسے درج ذیل وظائف بکثرت پڑھتے رہنا چاہیے اور اللہ تعالی کے انعامات کا شکر کرنا چاہیے

(۱) مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه

(۲) لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم

(۳) اَللّٰهُ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ (یہ تینوں دعائیں عمومی دلائل سے ثابت ہیں)

(۴) اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَ هَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّامَّةٍ(۲)

(۵) اپنے اوپر مذکورہ بالا (نمبر۔۴) دم کریں اور اگر کسی پر کرنا ہو تو اس دم کا پہلا کلمہ اس

(۱) [شرح السنہ کتاب الطب حدیث (۳۲۴۵)]

(۲) [(بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب قولہ تعالی واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا)(۳۳۷۱)]

طرح پڑھیں: اُعِیذُکَ۔۔۔۔باقی دم اسی طرح ہے۔(بخاری ایضا)

(۶) اگر آپ کو کسی کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ یہ آپ سے حسد رکھتا ہے تو ایسی صورت میں اسے وعظ نصیحت کریں لیکن اگر اس کی حاسدانہ روش میں تبدیلی نہ آئے تو اس سے پریشان ہرگز نہ ہوں بلکہ اللہ پر توکل کرتے ہوئے اسے سمجھانے کی کوشش کرتے رہیں، اگر نہ سمجھے تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد کردیں۔

(۷) کوشش کریں کہ اپنے محاسن، خوبیاں اور اہم معاملات لوگوں سے مخفی رکھیں۔اگر کوئی بڑا اور اہم کام کر رہے ہوں تو لوگوں کو اس سے مطلع کرنے سے گریز کریں، تاوقتیکہ آپ اس میں کامیاب ہو جائیں۔کرتے رہیں۔

(۸) صدقہ خیرات کرتے رہیں۔(۱)

بعض لوگ نظر بد سے بچاؤ کے لیے مکان کی دیواریں کالی کر لیتے ہیں یا چھت پر ہنڈیاں رکھ دیتے ہیں یا جانوروں کے گلے میں جوتیاں لٹکا دیتے ہیں یا بچوں کو سیاہ دھاگے اور ڈورے یا کڑے اور چھلے وغیرہ ڈال دیتے ہیں۔بعض لوگ اپنی سواری (کار، بس ،وغیرہ) کیساتھ جوتا باندھ لیتے ہیں حالانکہ یہ تمام صورتیں خودساختہ اور فضول ہیں۔لہذا ان صورتوں کو پیشگی تحفظات کے لیے مدنظر رکھنے کی بجائے مذکورہ بالا ان آٹھ صورتوں پر عمل کریں جو شریعت کے دائرے میں داخل ہیں۔

نظر بد لگ جانے کے بعد علاج کے مختلف طریقے

پہلا طریقہ:

بعض اوقات واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں شخص کی نظر لگی ہے۔ایسی صورت میں اس شخص سے کسی برتن میں وضو یا غسل اس طرح کروایا جائے کہ اسکا استعمال شدہ پانی

(۱)[اس طرح کی بعض صورتیں حافظ ابن قیمؒ نے بدائع الفوائد ج ۲۔ص ۲۳۸ تا ۲۴۵) میں ذکر کی ہیں]

اسی برتن میں دوبارہ جمع ہو جائے یا دو برتن لے کر ایک سے پانی انڈیلا جائے اور دوسرے برتن میں وہ استعمال شدہ پانی جمع کر لیا جائے اور پھر اس جمع شدہ پانی کو لیکر مریض پر چھڑک دیں۔ یا مریض کی پشت پر بہا دیں یا مریض کو بھی بعد میں اسی پانی سے غسل کروا دیں۔

درج بالا تمام صورتوں کی دلیل یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سہل بن حنیفؓ نے غسل کرنے کے لیے اپنے جسم سے قمیص اتاری تو عامر بن ربیعہؓ نے انکا جسم دیکھتے ہوئے کہا کہ بخدا میں نے آج تک اتنی خوبصورت جلد کسی کنواری لڑکی کی بھی نہیں دیکھی۔ (ان کا یہ کہنا تھا کہ) حضرت سہلؓ کو دورا پڑ گیا اور وہ زمین پر جا گرے۔ صحابہؓ نے اس واقعہ کی اطلاع آنحضرتؐ تک پہنچائی اور آپ سے کہا کہ سہلؓ تو اپنا سر بھی اوپر نہیں اٹھا سکتے! تو آپؐ نے ان سے پوچھا کہ تمہیں اس بارے میں کسی کی نظر بد کا شک تو نہیں؟ صحابہؓ نے کہا کہ ہمیں عامر ہی پر شک ہے کہ انہی کی بات سے سہلؓ کی یہ حالت ہوئی ہے۔

اللہ کے رسولؐ نے عامرؓ کو بلوایا اور انہیں ڈانتے ہوئے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو قتل کرنے کے درپے کیوں ہو جاتا ہے؟ تم نے اسکی خوبصورتی دیکھ کر۔۔۔ بارک اللہ لک۔۔۔ کیوں نہ کہا؟ چلو اس کے لیے غسل کرو۔

چنانچہ حضرت عامرؓ نے اپنا چہرہ، ہاتھ، کہنیاں، گھٹنے، پاؤں، ازار بند کے اندرونی حصے، ایک ٹب میں دھوئے پھر اس جمع شدہ پانی کو حضرت سہلؓ کے اوپر بہا دیا گیا۔ اور اسکے بعد حضرت سہلؓ اس طرح شفایاب ہو گئے کہ گویا انہیں کوئی تکلیف ہی نہیں تھی۔ (۱)

ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے حضرت عامرؓ سے فرمایا:

"ان العین حق توضاله ...." (۲)

"نظر بد، برحق ہے لہذا سہلؓ کے لیے وضو کرو"

(اور اس وضو کا جمع شدہ پانی حضرت سہلؓ پر بہا دیا گیا)

---

(۱)[شرح السنۃ کتاب الطب والرقی باب ما رخص فیہ من الرقی (۳۲۴۵-۱۲-۱۶۴)]

(۲)[موطا کتاب العین باب الوضوء من العین -۱-۲)]

ایک روایت میں ہے کہ جس شخص کی نظر بد لگی ہو اور اس سے غسل کا مطالبہ کیا جائے تو وہ غسل کرے (تا کہ اس غسل سے حاصل ہونے والے پانی سے مریض کو غسل یا وضو کرایا جا سکے۔)[1]

امام محمد بن شہاب زہری نے اپنے دور کے علما (تابعین) کے حوالے سے نظر بد کے علاج کے لیے غسل مسنون کا ذکر کیا ہے۔اور کہا ہے کہ پھر اس پانی کو مریض شخص کے سر کے پچھلی جانب سے اس پر بہادیا جائے تو وہ مریض تندرست ہو جائے گا۔[2]

مذکورہ بالا تمام روایات کا حاصل یہ ہے کہ نظر بد کے علاج کے لئے اس شخص سے کہ جسکی نظر لگتی ہے، وضو یا غسل یا بیک وقت دونوں۔۔۔یعنی وضو اور غسل۔۔۔کروا کر اسکا پانی ضائع ہونے سے بچالیا جائے اور اسی پانی کو اللہ کا نام لیکر مریض پر بہادیں یا مریض کو اس پانی سے وضو یا غسل کروا دیں یا بعض اوقات صرف چند چھینٹے ہی مار دیئے جائیں ۔۔۔تو ان تمام صورتوں کی شریعت میں گنجائش موجود ہے اور اس روحانی علاج سے نظر بد کا شکار مریض اللہ کی توفیق سے شفایاب ہو جائے گا۔

دوسرا طریقہ:

اللہ کے رسولؐ نے نظر بد کے مریض کا علاج کرنے کے لیے اس پر دم کرنے کا حکم دیا ہے[3] اس لیے اگر کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ جس شخص کی نظر لگی ہے اس کے بارے میں علم نہ ہو تو ایسی صورت میں اس مریض پر دم کریں اور یاد رہے کہ کوئی شرکیہ دم ہرگز نہ کریں۔ بلکہ قران وسنت سے ثابت شدہ دم کریں۔لیکن اگر کوئی ایسا دم جو من وعن قرآن وسنت میں مذکور نہ ہو اور نہ ہی اس میں کفر وشرک کا شائبہ ہو تو وہ دم بھی کیا جا سکتا

(۱)[مسلم کتاب السلام باب الطب والمرض والرقی (۲۱۸۸)]
(۲)[السنن الکبری للبیہقی ۔ج۹ص۲۵۲]
(۳)[(دیکھیئے کتاب الطب باب رقیۃ العین (۵۷۳۹)(مسلم کتاب السلام ۲۱۹۵۔۱۲۹۷)]

ہے۔جیسا کہ ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ نے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ ہم دور جاہلیت میں مختلف قسم کے دم کیا کرتے تھے۔اب انکے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ

''اعرضوا علی رقاکم لا باس با لرقی ما لم یکن فیه شرک''

''تم اپنے دم پیش کرو جوکوئی ان میں سے شرک سے پاک ہے اس کے کرنے کی اجازت ہے''(۱)

تیسرا طریقہ:

حافظ ابن قیمؒ نے نظر بد کے حوالے سے بڑی عمدہ تفصیلی بحث سپرد قلم فرمائی ہے۔علاوہ ازیں انہوں نے اپنے تجربات پر مشتمل کچھ ایسے وظائف بھی بیان کئے ہیں۔جنکی مدد سے نظر بد کا توڑ کیا جا سکتا ہے لہذا ان مجرب وظائف سے استفادہ کے لیئے انہیں پیش کیا جاتا ہے۔البتہ یہ وظائف،نظر بد کا مریض خود پڑھے۔

(۱) اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ

(۲) اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ كُلِّ شَيطَانٍ وَ هَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ

(۳) اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الَّتِي لَا يُجَاوِزُهُنَّ بِرٌّ وَلَا فَاجِرٌ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَأَوَبَرَأَوَمِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَعْرُجُ فِيهَا وَمِنْ شَرِّ مَا ذَرَأَفِي الْاَرْضِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمِنْ شَرِّ فِتَنِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمِنْ شَرِّ طَوَارِقِ الَّيْلِ اِلَّا طَارِقاً يَطْرُقُ بِخَيْرٍ يَا رَحْمٰنُ

(۴) اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَمِنْ شَرِّ عِبَادِهِ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيْطٰنِ وَاَنْ يَحْضُرُونِ

(۱)[مسلم کتاب السلام باب استحباب الرقیۃ من العین۔(۲۲۰۰)]

(۵) اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوذُ بِوَجْھِکَ الْکَرِیْمِ وَ کَلِمَاتِکَ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِہٖ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ تَکْشِفُ الْمَاثِمَ وَالْمَغْرَمَ اَللّٰھُمَّ اِنَّہٗ لَا یُھْزَمُ جُنْدُکَ وَلَا یُخْلَفُ وَعْدُکَ سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ

(٦) اَعُوذُ بِوَجْہِ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ الَّذِی لَا شَیْءَ اَعْظَمُ مِنْہُ وَبِکَلِمَاتِہِ التَّامَّاتِ الَّتِی لَا یُجَاوِزُھُنَّ بِرٌّ وَ لَا فَاجِرٌ وَ اَسْمَاءِ اللّٰہِ الْحُسْنٰی مَا عَلِمْتُ مِنْھَا وَمَالَمْ اَعْلَمُ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَاَوَبَرَاَ وَمِنْ کُلِّ ذِی شَرٍّ لَا اُطِیْقُ شَرَّہٗ وَمِنْ شَرِّ کُلِّ ذِی شَرٍّ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِہٖ اِنَّ رَبِّی عَلٰی صِرَاطٍ مُسْتَقِیْمٍ

(۷) اللھم انت ربی لا الہ الا انت علیک توکلت وانت رب العرش العظیم ما شاء اللہ کان وما لم یشا لم یکن لا حول ولا قوۃ الا باللہ أعلم ان اللہ علی کل شئ قدیر وان اللہ قد احاط بکل شئ علما واحصی کل شئ عددا اللھم انی اعوذ بک من شر نفسی وشر الشیطان وشرکہ ومن شر کل دابۃ انت اخذ بناصیتھا ان ربی علی صراط مستقیم

(۸) تحصنت باللہ الذی لا الہ الا ھو الھی والہ کل شی واعتصمت بربی ورب کل شئ وتوکلت علی الحی الذی لا یموت واستدفعت الشربلا حول ولا قوۃ الا باللہ حسبی اللہ ونعلم الوکیل حسبی الرب من العباد حسبی الخالق من المخلوق حسبی الرزاق من المرزوق حسبی اللہ وکفی سمع اللہ لمن دعا لیس وراء اللہ مرفی حسبی اللہ لا الہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم .[1]

(۱)[زادالمعاد(۴۔۱۵۵)]

چوتھا طریقہ:

آنحضرتؐ نظر بد اور دیگر امراض کے لیے چند مخصوص دم کیا کرتے تھے اور سچی بات ہے کہ ان میں بے انتہا تاثیر مخفی ہے لہذا انہیں یاد کر کے ایسے مریضوں پر ضرور آزمائیں جنہیں جلد شفا نہ ہو رہی ہو۔ یہ دم باحوالہ درج ذیل ہیں:

(۱) اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْهِبَ الْبَاْسِ اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِی لَا شَافِیَ اِلَّا اَنْتَ لَا یُغَادِرُ سَقَمًا(۱)

(۲) اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ اَذْهِبِ الْبَاْسِ وَاشْفِهِ وَاَنْتَ الشَّافِیَ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَائُکَ شِفَاءً اَلا یُغَادِرُ سَقَمًا(۲)

(۳) اَمْسِحِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ بِیَدِکَ الشِّفَاءَ لَا کَاشِفَ لَهُ اَلَّا اَنْتَ(۳)

(۴) بِسْمِ اللّٰهِ، تین مرتبہ اس کے بعد سات مرتبہ یہ دعا پڑھیں:

اَعُوذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ(۴)

یہ دم مریض کو سکھا دیں کہ وہ خود ہی اپنے جسم یا متاثرہ حصے پر ہاتھ رکھ کر یہ دم کر لیا کرے۔

(۵) بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِیْقَةِ بَعْضِنَا یُشْفٰی سَقِیْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا(۵)

(۶) بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِیْقَةِ بَعْضِنَا یُشْفٰی سَقِیْمُنَا(۶)

(۷) سورت اخلاص، فلق، ناس، فاتحہ، آیت الکرسی (طاق عدد یعنی ایک یا تین یا پانچ یا سات یا نو یا گیارہ مرتبہ پڑھ کر دم کریں)

---

(۱)[(بخاری کتاب الطب باب رقیۃ النبی۔۵۷۴۲) مسلم کتاب السلام (۲۱۹۱)]

(۲)[(ایضاً۔۵۷۴۳)] (۳)[(بخاری۔۵۷۴۴) مسلم (۲۱۹۱۔۴۹)]

(۴)[(مسلم۔۲۲۰۲)] (۵)[(بخاری۔۵۷۴۵) مسلم (۲۱۹۴)]

(۶)[(بخاری۔۵۷۴۵)]

(۸) أُعِيذُكَ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ(۱)

(۹) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسولؐ جب بیمار ہوتے تو حضرت جبریل علیہ السلام، حضورؐ پر یہ دم کیا کرتے تھے:

"بِسْمِ اللّٰهِ يُبْرِيكَ وَمِنْ كُلِّ دَاءٍ يَشْفِيكَ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ وَشَرِّ كُلِّ ذِي عَيْنٍ(۲)

(۱۰) بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنٍ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيكَ بِاسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيكَ (۳)

(۱۱) ابن ماجہ میں یہ دم ان الفاظ کیساتھ مروی ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ مِنْ حَسَدِ حَاسِدٍ وَمِنْ عَيْنٍ اَللّٰهُ يَشْفِيكَ (۴)

(۱۲) حضرت عبادہؓ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرتؐ کی عیادت کے لیے گیا تو آپ کو اتنی سخت تکلیف تھی کہ اس کی شدت اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ پھر شام کے وقت میں دوبارہ آپؐ کی عیادت کے لیے گیا تو آپ کو آرام تھا۔ میں نے کہا: اللہ کے رسول! صبح کے وقت جب میں آیا تھا تو آپ کو سخت تکلیف تھی اور اب میں آیا ہوں تو آپ کو بالکل آرام ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابن صامت! مجھے جبریل نے

---

(۱)[بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب۔۱۰ (حدیث۔۳۳۷۱) مریض عورت کے لئے أُعِيذُكَ۔ کی بجائے أُعِيذُكِ۔۔ک کے نیچے زیر کے ساتھ۔۔۔ پڑھیں۔]

(۲)[(مسلم کتاب السلام باب الطب والمرض والرقی (۲۱۸۵)]

(۳)[(مسلم ایضا ۲۱۸۶)]

(۴)[ابن ماجه كتاب الطب باب ما يعوذ به من الحمى (۳۵۲۷)) امام بوصیری فرماتے ہیں کہ اسکی سند حسن ہے۔]

دم کیا ہے جسکے ساتھ میں تندرست ہو گیا ہوں۔۔۔کیا میں تمہیں وہ دم سکھا دوں؟ میں نے کہا اللہ کے رسولؐ ضرور سکھا دیں! تو آپؐ نے مجھے یہ مذکورہ بالا دم سکھا دیا۔(۱)

پانچواں طریقہ:

اگر کوئی جانور یا سواری وغیرہ نظر بد کا شکار ہو تو درج ذیل وظیفہ پڑھیں:

بِسْمِ اللّٰہِ حَبْسٌ حَابِسٌ وَحَجَرٌ یَابِسٌ وَشِهَابٌ قَابِسٌ رَدَدْتُ عَيْنَ الْعَائِنِ عَلَيْهِ وَعَلٰى اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيْهِ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ

حافظ ابن قیمؒ نے اس سلسلہ میں ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ

"ابو عبد اللہ ساجی نامی ایک شخص، حج یا جہاد کے لیے اپنی بہترین اونٹنی پر سوار ہو کر نکلے اور آپکے قافلے میں ایک ایسا شخص تھا جسکی نظر پُر تاثیر تھی حتی کہ اگر وہ کسی چیز کی طرف دیکھتا تو وہ چیز تباہ و برباد ہو کر رہ جاتی۔ ابو عبد اللہ سے لوگوں نے کہا کہ آپ اس شخص سے اپنی اونٹنی کو محفوظ رکھیں۔ ابو عبد اللہ فرمانے لگے کہ یہ میری اونٹنی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اس بدنظر شخص کو کسی نے یہ بات پہنچا دی تو وہ موقع تلاش کرنے لگا اور جب اسے موقع ملا کہ ابو عبد اللہ کی سواری کے پاس کوئی نہیں تو وہ شخص آیا اور اونٹنی کو بری نگاہ سے گھورنے لگا۔ حتی کہ اونٹنی تڑپتے تڑپتے زمین پر گر گئی۔ جب ابو عبد اللہ آئے تو لوگوں نے بتایا کہ (شک ہے کہ) فلاں بدنظر شخص آیا تھا اور اس کے دیکھنے سے اونٹنی کی یہ حالت ہو گئی ہے۔ ابو عبد اللہ نے کہا کہ مجھے بتاؤ وہ کہاں ہے۔ لوگوں نے جگہ بتائی اور آپ نے وہاں جا کر مذکورہ بالا دعا پڑھی جسکے نتیجہ میں بدنظر آدمی کی آنکھیں خراب ہو گئیں اور اونٹنی بالکل تندرست ہو گئی"۔(۲)

(۱)[فتح الربانی (ج ۱۷۔ص ۱۷۹)]
(۲)[(زاد المعاد۔ج ۴۔ص ۱۶۰)]

نظر بد اور سائنسی تحقیق:

عصر حاضر میں سائنسی ترقی کی وجہ سے ماہرین کا کہنا ہے کہ ہر انسان کے اندر کچھ تیز خواص ہوتے ہیں جو آنکھوں کے ذریعہ غیر مرئی لہروں کی صورت میں خارج ہوتے ہیں اور ان میں ایموشنل انرجی (Emotional Energy) کی بجلی بھری ہوتی ہے اور یہی بجلی انسانی جلد کے مساموں کے ذریعے جسم کے اندر داخل ہو کر جسم کی تعمیر یا تخریب کا باعث بنتی ہے یعنی اگر یہ ایموشنل انرجی کی لہریں مثبت ہوں تو ان سے انسانی جسم کو فائدہ پہنچتا ہے اور اگر یہ لہریں منفی ہوں تو ان سے انسانی جسم کو نقصان پہنچتا ہے۔ گویا نظر بد، انہی منفی لہروں کی وجہ سے کسی انسان کو نقصان پہنچانے کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ (۱)

یہی بحث آج سے تقریبا سات سو سال پہلے حافظ ابن قیمؒ نے بھی اپنی خداداد ذہنی صلاحیت کی بدولت زاد المعاد کی چوتھی جلد میں رقم کی ہے۔ اور آج سے چودہ سو سال پہلے آنحضرتؐ نے وحی الٰہی کی بدولت یہ خبر دے دی تھی کہ نظر بد حق ہے اور نظر بد کی مخفی منفی لہروں کے توڑ کے لیے آپؐ نے وظائف اور روحانی عمل بھی سکھا دیئے جو حضورؐ کے دور میں بھی کارگر ثابت ہوتے تھے اور آج بھی الحمد للہ وہ کارگر ہیں۔

(۱) [دیکھیئے سنت نبوی اور جدید سائنس از حکیم چغتائی (ص ۲۶۹)]

سانپ، بچھو اور دیگر زہریلی چیزوں کے زہر کا روحانی تریاق

(۱) زہریلی چیزوں سے پیشگی تحفظ کے لیے درج ذیل دعا یاد رکھیں:

أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ[۱]

''میں تمام مخلوقات کے شر سے اللہ تعالی کے کامل تاثیر والے کلمات کی پناہ پکڑتا ہوں''۔

اسی روایت کا پس منظر اس طرح ہے کہ ایک صحابیؓ کو بچھو نے ڈس لیا اور اسے اللہ کے رسول کی خدمت میں لایا گیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر یہ شخص یہ دعا (مذکورہ بالا) پڑھ لیتا تو بچھو وغیرہ سے محفوظ رہتا۔

(۲) زہریلی چیزوں کے کاٹے پر دم کرنا مسنون ہے جیسا کہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسولؐ سے زہریلے جانور کے کاٹنے پر دم کرنے کے بارے میں دریافت کیا تو آپؐ نے اسکی اجازت فرمائی۔[۲]

(۳) حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولؐ ایک دن نماز پڑھا رہے تھے کہ جب آپؐ نے سجدہ کیا تو بچھو نے آپ کی انگلی مبارک کو ڈس لیا۔ آپؐ نے اس بچھو کو وہیں مار ڈالا اور نماز ختم کرنے کے بعد فرمایا کہ اللہ اس بچھو پر لعنت کرے، نہ یہ نمازی کو چھوڑتا ہے اور نہ ہی غیر نمازی کو اور نہ ہی یہ نبی کو چھوڑتا ہے۔ اور نہ غیر نبی کو۔ پھر آپؐ نے پانی اور نمک منگوایا اور ایک برتن میں اسے ملا کر

(۱) [(مسلم کتاب السلام)]

(۲) [بخاری کتاب الطب باب رقیۃ الحیۃ والعقرب (۵۷۴۱) مسلم۔ ۲۲۰۱]

انگلی مبارک اس نمک والے پانی میں رکھ دی اور سورت اخلاص اور معوذتین پڑھنا شروع کردیا حتی کہ آپ کو آرام آگیا۔ (۱)

(۴) حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولؐ کے چند صحابہ ایک مرتبہ کسی سفر پر روانہ ہوئے تو راستے میں انہوں نے ایک عرب قبیلہ میں پڑاؤ کیا اور چاہا کہ قبیلہ والے ان کی مہمان نوازی کریں مگر انہوں نے انکار کردیا۔ پھر کیا ہوا کہ اس قبیلہ کے سردار کو کسی زہریلی چیز نے کاٹ لیا اور انہوں نے بڑا علاج کیا مگر کوئی افاقہ نہ ہوا۔ پھر انہی میں سے کسی شخص نے مشورہ دیا کہ یہ مسافر لوگ جنہوں نے قریب ہی پڑاؤ کیا ہے، ان کے پاس جاؤ، ممکن ہے کہ ان میں سے کسی کے پاس مؤثر منتر ہو۔

چنانچہ وہ صحابہ کرام کے پاس آئے اور کہنے لگے: اے مسافرو! ہمارے سردار کو کسی زہریلی چیز (بچھو) نے کاٹ لیا ہے اور ہم نے علاج معالجے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ لیکن کامیابی نہ ہونے پر تمہارے پاس آئے ہیں تو کیا تمہارے پاس اسکے علاج کے لیے کوئی نسخہ ہے؟ ایک صحابی (خود ابوسعید خدریؓ) نے کہا کہ ہاں! اللہ کی قسم میں دم جھاڑ جانتا ہوں۔ لیکن ہم نے تم سے کہا تھا کہ تم ہماری مہمان نوازی کرو لیکن تم نے نہیں کی اس لیے میں بھی اس وقت تک علاج نہیں کروں گا جب تک کہ تم کوئی اجرت مقرر نہ کرو۔ چنانچہ ان لوگوں نے کچھ بکریاں (تقریباً تیس عدد) دینے کا وعدہ کیا۔ پھر یہ صحابیؓ گئے اور سورت فاتحہ پڑھ کر اس مریض پر ہلکے ہلکے تھوک والی پھونکیں مارتے رہے حتی کہ اس دم کی برکت سے وہ اس طرح ہوگیا جیسے اس کی رسی

---

(۱)[المعجم الصغیر (ج۲-ص۸۲۰) مجمع الزوائد -ج۵-ص۱۱۱) امام ھیثمی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔]

کھل گئی ہے اور وہ اٹھ کر اس طرح چلنے لگا جیسے اسے کوئی تکلیف آئی ہی نہیں۔

اب اس قبیلہ والوں نے حسب وعدہ اس صحابی کو بکریاں دے دیں۔ بعض صحابہؓ نے کہا کہ بکریاں تقسیم کر لی جائیں لیکن دم کرنے والے صحابی نے کہا کہ ابھی ایسا نہ کرو بلکہ پہلے اللہ کے رسولؐ کے پاس جا کر سارا واقعہ پیش کریں گے اور دیکھیں گے کہ آپ کیا کہتے ہیں؟ پھر وہ اللہ کے رسولؐ کے پاس آئے اور سارا ماجرا بیان کیا۔ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اس (سورت فاتحہ) کیساتھ دم کیا جا سکتا ہے (گویا آپ حیران ہوئے اور فرمایا کہ) میرا بھی اس کے ساتھ ایک حصہ نکالنا[1]

بعض روایات میں ہے کہ جب یہ صحابی اس سردار کا روحانی علاج کر کے واپس تشریف لائے تو دوسرے صحابہ نے ان سے پوچھا: اكنت تحسن رقية او كنت ترقي... ؟؟ کیا آپ روحانی علاج میں ماہر اور تجربہ کار ہیں؟۔۔۔ تو اس صحابی نے جواب دیا کہ نہیں۔ میں ماہر تو نہیں ہوں البتہ میں نے صرف سورہ فاتحہ کے ساتھ علاج کیا ہے۔[2]

(۵) بعض روایات میں ہے کہ ایک مرتبہ کسی صحابی کو سانپ نے کاٹ لیا تو اللہ کے رسولؐ نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا کہ تم میں سے کوئی اس پر دم کرنے والا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آل حزم سانپ کے کاٹے پر دم کیا کرتے تھے اور جب آپؐ نے (شرکیہ) دم سے منع فرمایا تھا تو انہوں نے اس کے بعد دم کرنا بالکل چھوڑ رکھا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ عمارہ بن حزم کو بلاؤ۔ صحابہ کرامؓ اسے بلا لائے۔

(۱)[بخاری کتاب الطب باب النفث فی الرقیۃ (۵۷۴۹) مسلم (۲۲۰۱)]
(۲)[بخاری کتاب فضائل القرآن باب فضل فاتحۃ الکتاب (۵۰۰۷)]

آپؐ نے فرمایا کہ اپنا دم پیش کرو انہوں نے آپؐ کے سامنے اپنا دم پیش کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اس دم میں کوئی غلط (کفر و شرک والی) چیز نہیں۔ لہذا آپؐ نے انہیں حکم دیا کہ اس مریض پر دم کرو، تو انہوں نے اس مریض صحابی پر دم کر دیا۔[1]

(۶) اس سے ملتی جلتی ایک روایت صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے ان الفاظ کیساتھ مروی کہ اللہ کے رسولؐ نے شرکیہ دم جھاڑ سے منع کیا تو بنو عمر بن حزمؓ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم بچھو وغیرہ کے ڈسے ہوئے پر خاص دم کیا کرتے تھے جبکہ آپؐ نے دم کرنے سے منع کر دیا ہے۔ (اب کیا حکم ہے؟)

آپؐ فرمایا کہ وہ اپنا مجھے سناؤ تو انہوں نے وہ دم آپؐ کے سامنے پیش کیا: آپؐ نے اسے سن کر فرمایا کہ اس دم میں کوئی قباحت نہیں لہذا اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو کسی طرح فائدہ پہنچا سکتا ہے تو وہ ضرور اسے فائدہ پہنچائے۔[2]

(۱) [حافظ ابن حجرؒ نے اس روایت کو الاصابۃ فی تمیز الصحابہ میں حضرت عمارہؓ کے حالات میں ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ اسے امام بخاریؒ نے تاریخ صغیر میں عمدہ سند کیساتھ روایت کیا ہے دیکھیئے الاصابہ (۴۔۲۷۵)]

(۲) [مسلم کتاب السلام باب استحباب الرقیۃ من العین والنملۃ (۲۱۹۹)]

زخموں اور پھوڑوں پھنسیوں کا علاج

(۱) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب کسی شخص کو کوئی زخم وغیرہ ہوتا تو آنحضرتؐ اپنی انگلی زمین کی مٹی پر پھیرتے پھر اسے اٹھا کر یہ دم کرتے:

بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا يُشْفٰى سَقِيْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا (۱)

"اللہ کے نام کے ساتھ۔ ہماری زمین کی مٹی سے، ہمارے بعض کے تھوک سے تا کہ ہمارا مریض اللہ کے حکم سے شفا پائے"۔

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ دم کرنے والا اپنی تھوک اپنی انگشت شہادت پر پھینکے، پھر اس انگلی کو مٹی پر رکھے تا کہ کچھ مٹی اسکے ساتھ مل جائے اور پھر اس انگلی کو زخم والی جگہ پر رکھ کر یہ دم کرے۔ (۲)

(۲) خود اپنے جسم پر کوئی پھوڑا پھنسی وغیرہ ہو تو یہ دم کریں:

"اَللّٰهُمَّ مُطْفِئَ الْكَبِيْرِ وَمُكَبِّرَ الصَّغِيْرِ اَطْفِئْهَا عَنِّیْ" (۳)

"یا اللہ! بڑے کو بجھانے والے اور چھوٹے کو بڑا کرنے والے اس پھنسی کو مجھ سے دور فرما دے۔"

(۳) ابو بکر بن سلیمانؒ سے مروی ہے کہ ایک انصاری صحابیؓ کو دانے نکل آئے تو لوگوں نے کہا کہ شفا بنت عبداللہ نامی عورت، پھوڑے پھنسیوں پر دم کرتی ہے۔ وہ صحابی اس عورت کے پاس چلا گیا اور اس سے دم کرنے کی درخواست کی۔ اس نے

(۱)[مسلم کتاب السلام باب رقیۃ لمریض بالمعوذات والنفث (۲۱۹۴) بخاری ۵۷۴۵ (ابوداود۔۳۸۹۵)]

(۲)[زاد المعاد۔۴۔۱۷۱]

(۳)[مسند احمد۔۵۔۳۷۰ (حاکم (۲۰۷) عمل الیوم ولیلۃ (۱۰۳۱)]

کہا: اللہ کی قسم جب سے میں مسلمان ہوئی ہوں تب سے میں نے کبھی دم نہیں کیا۔تو وہ انصاری اس عورت کا جواب سن کر اللہ کے رسول پاس پہنچ گیا۔اور اس عورت کے بارے میں دم کے حوالے سے خبر دی تو اللہ کے رسولؐ نے اس عورت کو بلوایا اور کہا: اپنا دم پیش کرو۔اس نے آپؐ کے سامنے اپنا دم پیش کیا تو آپ نے اسے کہا کہ مریض پر دم کردو اور یہ دم حفصہؓ ۔۔۔(جو آپؐ کی زوجہ مطہرہ اور حضرت عمرؓ کی بیٹی تھیں)۔۔۔کو بھی اسی طرح سکھا دو جس طرح تم نے اسے لکھنا سکھایا ہے۔(۱)

اس عورت کا مخصوص دم روایات میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

"بِسْمِ اللّٰهِ ضَلَّتْ حَتّٰى تَعُودَ مِنْ اَفْوَاهِهَا وَلَا تَضُرُّ اَحَدًا اَللّٰهُمَّ اَكْشِفِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ"

حافظ ابن قیم نقل کرتے ہیں کہ

"وہ عورت اس دم کو سات مرتبہ عود کی لکڑی پر پڑھتی پھر کسی پاک صاف جگہ پر اسے پتھر پر رکھ کر کوٹتی اور اسکے ساتھ تیز سرکہ ملا دیتی اور پھر اس مرکب کیساتھ متاثرہ حصے پر لیپ کر دیتی"(۲)

(۱)[(حاکم: ج۴ص۵۶) حاکم اور ذہبی نے اس کی سند کو صحیح کہا۔نیز شیخ البانی نے بھی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے السلسلۃ الصحیحۃ (۱۷۸) علاوہ ازیں یہ روایت مختلف الفاظ کے ساتھ ان کتابوں میں بھی موجود ہے۔۔۔۔مسند احمد (ج۶۔ص۳۷۲)ابو داؤد: کتاب الطب:(۳۸۸۷)شرح معانی الآثار(ج۲ص۳۸۸) نیل الاوطار(ج۴ص۱۷۰)]

(۲)[(زاد المعاد:۴۔۱۷۰)]

دیوانے، مجنوں اور پاگل اور ذہنی امراض میں مبتلا شخص کا علاج

حضرت خارجہ بن صلت ؒ کے چچا روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی اکرم ؐ کے زیارت سے بامشرف ہو کر واپس جا رہے تھے کہ راستے میں ہمارا کسی قبیلے سے گذر ہوا تو قبیلے والوں نے کہا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ لوگ اس نبی ؐ کے پاس سے خیر و بھلائی کی باتیں سیکھ کر آرہے ہیں، تو کیا آپ کے پاس کوئی ایسی دوا یا دم وغیرہ ہے جسکے ساتھ آپ ہمارے ایک پاگل ہوئے آدمی کا علاج کر سکو؟ ہم نے کہا کہ ہاں ہے۔ پھر وہ ایک آدمی کو لے کر آئے جسے انہوں نے بیڑیوں میں جکڑ رکھا تھا۔

خارجہ بن صلت کے چچا فرماتے ہیں کہ میں نے تین روز مسلسل صبح و شام اس پر سورت فاتحہ پڑھ کر دم کیا تو وہ شفایاب ہو گا۔ (اور میں دم اس طرح کرتا تھا کہ) جب میں سورت فاتحہ پڑھ لیتا تو اپنا تھوک منہ میں جمع کر کے اس پر ہلکی بوچھاڑ کیساتھ تھوتھو کرتا۔ بالآخر وہ تندرست ہو گیا اور ایسے معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے اس کی رسیاں کھول دی ہیں۔ (1)

(۱)[ابوداود: کتاب الطب: باب کیف الرقی۔۔۔؟(۳۸۹۸)]

سر درد اور دیگر دردوں کا علاج

(۱) حضرت عثمان بن ابی العاصؓ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسولؐ سے شکایت کی کہ جب سے میں مسلمان ہوا ہوں تب سے میرے جسم پر شدید درد رہتا ہے آپؐ نے فرمایا کہ جسم کے جس حصہ پر درد ہوتی ہے وہاں اپنا ہاتھ رکھ کر یہ دم کیا کرو:

بِسْمِ اللّٰهِ ، تین مرتبہ اس کے بعد سات مرتبہ یہ دعا پڑھیں:

اَعُوذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ(۱)

سنن ابوداود کی حدیث (۳۸۹۱) میں ہے کہ یہ صحابی حضرت (عثمان بن ابی العاصؓ) فرماتے ہیں کہ اس دم سے میری درد بالکل ختم ہوگئی۔

(۲) مذکورہ دم مریض خود کرے البتہ درج ذیل دم معالج کرے۔ البتہ نیچے مذکور دم معالج کرے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ اَذْهِبِ الْبَاْسِ وَاشْفِهِ وَاَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَائُکَ شِفَاءً اَلَا يُغَادِرُ سَقَمًا (۲)

(۳) حضرت سائبؓ سے روایت ہے کہ میری ٹانگ میں درد رہتی تھی تو آنحضرتؐ نے سورت فاتحہ پڑھ کر دم کیا اور پھونک ماری جس میں ہلکا سا تھوک مبارک بھی شامل تھا۔ (۳)

---

(۱) [(مسلم۔ کتاب السلام باب استحباب وضع یدہ موضع الالم (۲۲۰۲)
(۲) [بخاری: کتاب الطب: باب رقیۃ النبی۔۔۔ (۵۷۴۳)]
(۳) [(الطبرانی)]

جسمانی تھکاوٹ دور کرنے کا طریقہ

(۱) حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہؓ کو معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ کے پاس جنگی قیدی آئے ہیں تو وہ اس غرض سے آپؐ کے خدمت میں گئیں کہ آپؐ سے یہ شکوہ کریں کہ چکی پیس پیس کر میرے ہاتھوں میں تکلیف ہونے لگی ہے۔۔۔۔ لیکن حضورؐ سے ملاقات نہ ہوئی تو حضرت فاطمہؓ حضرت عائشہؓ سے اپنی تکلیف بیان کر کے واپس چلی آئیں۔ حضرت فاطمہؓ کا خیال تھا کہ ہمیں بھی کوئی غلام مل جائیگا تو کام کاج میں سہولت ہو جائیگی۔ حضرت عائشہؓ نے آنحضرت کو حضرت فاطمہؓ کے تشریف لانے کی اطلاع دی۔۔۔

پھر آپؐ خود ہمارے گھر تشریف لے آئے جبکہ ہم سونے کی لیے لیٹے ہوئے تھے۔ آنحضرتؐ ہمارے درمیان بیٹھ گئے اور فرمانے لگے کہ میں تمہیں ایسی خیر کی بات نہ بتاؤں جو تمہارے لیے غلام سے بہتر ہو؟ تو پھر آپؐ نے بتایا کہ جب سونے لگو تو (33) مرتبہ سبحان اللہ (33) مرتبہ الحمد للہ (34) اللہ اکبر پڑھ لیا کرو(۱)

(۲) بعض روایات میں ہے کہ حضرت علیؓ نے اللہ کے رسولؐ سے کہا کہ کنوئیں سے پانی کھینچ کھینچ کر میرے سینے میں تکلیف ہونا شروع ہوگئی ہے۔ اور حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ بخدا چکی پیتے پیتے میرے ہاتھ گھس گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قیدی

(۱)[بخاری: کتاب النفقات باب عمل المراۃ فی بیت زوجھا (۵۳۶۱)]

عطا کیے ہیں لہٰذا آپ ہمیں بھی ایک خادم عطا کر دیجیے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تمہاری نسبت اصحاب صفہ اس کے زیادہ حقدار ہیں۔ اس لیے میں انہیں بیچ کر انکی قیمت اصحاب صفہ پر خرچ کروں گا۔ یہ جواب سن کر حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ واپس آگئے تو بعد میں اللہ کے رسولؐ تشریف لائے اور مذکورہ وظیفہ سکھانے کے بعد کہا کہ یہ تمہارے لیے خادم سے بہتر ہے۔[1]

گویا سونے سے پہلے یہ وظیفہ کر لیا جائے تو سارے دن کی جسمانی تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے۔ اور یہ خود حضورؐ کا تجویز کردہ نسخہ ہے جبکہ ان کلمات کا اجر و ثواب اپنی جگہ ہے!

(۱)[تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو طبقات ابن سعد (ج۸۔ص۲۵) مسند احمد (۱۔۱۰۲) مصنف ابن ابی شیبہ (۱۰۔۲۳۲) مسند بزار (۷۵۷)]

غم پریشانی اور ذہنی تھکاوٹ کا علاج

ذہنی تھکاوٹ کی کئی صورتیں ہیں جن میں غم، خوف، پریشانی اور شیطانی خیالات وغیرہ سبھی شامل ہیں۔ان سب سے نجات کے لیے درج ذیل اقدامات یاد رکھیں اور اپنے مریضوں کو بھی انہی چیزوں کی تلقین کریں:

(۱) یہ بات اچھی طرح ذہن میں بٹھالیں کہ اللہ تعالی نے تقدیر میں جو کچھ لکھ دیا ہے، وہ ہو کر رہے گا الا یہ کہ آپ خیر کی دعائیں کرتے رہیں اور ان دعاؤں میں سے کوئی دعا قبول ہو جائے جس کی وجہ سے آپ کسی آنے والی مصیبت سے محفوظ ہو جائیں ۔لہذا بلا وجہ ذہنی پریشانی (Depression) کا شکار نہ ہوں بلکہ ہر حال میں صبر اور شکر والا رویہ اپنائیں۔اور یہ دعا پڑھا کریں۔اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ (یعنی ہر حال میں اللہ کا شکر ہے)

(۲) بعض اوقات مریض اپنی بیماری سے بڑا پریشان ہوتا ہے اور وہ بیماری بھی دُور ہونے کا نام نہیں لیتی ۔ایسی صورت میں پریشانی ایک فطری عمل ہے لہذا ایسے مریض کی اس فطری پریشانی کو دور کرنے کے لیے اُسے سمجھایئے کہ حدیث نبوی کے مطابق یہ بیماریاں انسان کو گناہوں سے پاک کرنے کا ذریعہ ہیں جیسا کہ آنحضرتؐ کا معمول تھا کہ جب کسی مریض کی عیادت کے لیئے تشریف لے جاتے تو فرماتے:

لَا بَأْسَ طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ!

''کوئی بات نہیں، یہ بیماری تمہارے گناہوں کو دھو ڈالے گی۔ان شاءاللہ!''(۱)

(۳) آنحضرتؐ کے دور میں ایک عورت کو بڑے سخت دورے پڑا کرتے تھے۔وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی کہ میرے لیے شفا کی دعا کریں۔آپؐ نے فرمایا کہ اگر تم صبر کرو، تو تمہارے لیے جنت کی ضمانت ہے۔اس نے کہا کہ ٹھیک ہے میں صبر کروں گی۔(۲)

اگر مریض کو روزمرہ کے حالات کے مطابق عام پریشانی اور غم لاحق رہتا ہو تو اسے یہ دعائیں (جو نیچے درج ہیں) لکھ کر دیں کہ وہ ہر نماز کے بعد بالخصوص اور دیگر اوقات میں بالعموم ان کا ورد کرتا رہے۔ان شاءاللہ پریشانی دور ہو جائیگی:

(۱) اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوذُ بِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحَزَنِ وَالْعَجزِ وَالْکَسَلِ وَالْبُخلِ وَالْجُبْنِ وَضَلَعِ الدَّیْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ(۳)

''یا اللہ! میں تجھ سے فکروغم، عاجزی وسستی، کنجوسی وبخیلی، قرض کے بوجھ اور لوگوں کے غالب آجانے سے پناہ مانگتا ہوں۔''

(۲) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسولؐ سخت غم اور مصیبت کی حالت میں یہ پڑھا کرتے تھے۔

لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ الْعَظِیْمُ الْحَلِیْمُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ السَّمٰوٰاتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ(۴)

''اللہ تعالیٰ جو صاحب عظمت اور بردبار ہے انکے علاوہ کوئی عبادت کے لائق

(۱)[بخاری کتاب المرضی باب عیادۃ الاعراب (۵۶۵۶)]

(۲)[بخاری کتاب المرضی باب فضل من یصرع من الریح۔۔۔(۵۶۵۲)]

(۳)[بخاری کتاب الدعوات باب الاستعاذہ۔۔۔(۶۳۶۹)]

(۴)[بخاری کتاب الدعوات باب الدعا عند الکرب (۶۳۴۶) مسلم (۲۷۳۰)]

نہیں۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جو اللہ عرش عظیم کا رب ہے۔ اللہ تعالیٰ آسمانوں، زمین اور عرش عظیم کا رب ہے اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔"

(۳) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے سخت مصیبت یا پریشانی کے وقت مجھے یہ دعا پڑھنے کا مشورہ دیا:

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه الْكَرِيْمُ الْحَلِيْمُ سُبْحَانَهُ تَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ"(۱)

(۴) حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول نے بے چینی اور حالت اضطرار کے وقت مجھے یہ وظیفہ سکھایا:

اَللّٰهُ اَللّٰهُ ! رَبِّی ! لَا اُشْرِکُ بِهِ شَيْئًا(۲)

(۵) اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَکَ اَرْجُوا فَلَا تَکِلْنِی اِلٰی نَفْسِی طَرْفَةَ عَيْنٍ وَاَصْلِحْ لِی شَاْنِی کُلَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ(۳)

(۶) آنحضرتؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص یہ درج ذیل دعا پڑھے اس کے تمام غم اور پریشانیاں راحت اور سکون میں بدل جائیں گی:

اَللّٰهُمَّ اِنِّی عَبْدُکَ اِبْنُ عَبْدِکَ اِبْنُ اَمَتِکَ نَاصِيَتِی بِيَدِکَ مَاضٍ فِیَّ حُکْمُکَ عَدْلٌ فِیَّ قَضَاءُکَ اَسْاَلُکَ بِکُلِّ اِسْمٍ هُوَ لَکَ سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَکَ اَوْ اَنْزَلْتَهُ فِی کِتَابِکَ اَوْ عَلَّمْتَهُ اَحَدًا مِنْ خَلْقِکَ اَوِ اسْتَاْثَرْتَ بِهِ فِی عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَکَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ رَبِيْعَ قَلْبِی وَنُوْرَ صَدْرِی وَجِلَاءَ حُزْنِی وَذِهَابَ هَمِّی(۴)

---

(۱)[مسند احمد (۱-۹۴) موارد الظمان (۲۳۷۱)]
(۲)[(ابوداود ۱۵۲۵) ابن ماجه (۳۸۸۲)]
(۳)[ابوداود (۵۰۹۰) موارد الظمان (۲۳۷۰)]
(۴)[(مسند احمد: ج ۱ ص ۳۹۱)]

جہاد کے ذریعہ دکھوں اور پریشانوں کا مداوا:

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا:

جاهدوا في سبيل الله فان الجهاد في سبيل الله باب من ابواب الجنة ينجي الله به من الهم والغم [1]

''اللہ کے راہ میں جہاد کرو بلاشبہ جہاد فی سبیل اللہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جسکے ذریعے اللہ تعالی مجاہد کو دنیا کے غموں اور پریشانیوں سے نجات دے دیتے ہیں۔''

(۱)[مسند احمد (ج ۵ ص ۳۱۴، ۳۱۶، ۳۱۹، ۳۲۶) مستدرک حاکم (ج ۲ ص ۷۵) امام حاکم اور ذہبی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔]

شیطانی وساوس دور کرنے کا وظیفہ

قرآن مجید میں ہے:

واما ینزغنک من الشیطان نزغ فاستعذ باللہ (فصلت ۳۶)

"اگر شیطان کے وسوسہ ڈالنے سے آپ وسوسہ کا شکار ہوں، تو فوراً اللہ تعالی سے پناہ مانگو"

اور اس پناہ کے لئے سب سے بہتر تعوذ یعنی۔۔۔"اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم" ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا:

"جب شیطان تم میں سے کسی کے پاس آ کر کہے کہ اِسے کس نے پیدا کیا ہے؟ اُسے کس نے پیدا کیا ہے؟ حتی کہ جب وہ یہاں تک کہنا شروع کردے کہ تیرے رب کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو وہاں رُک جاؤ اور اعوذ باللہ پڑھو"۔ (۱)

لہذا جب شیطان کی طرف سے ایسے خیالات پیدا ہونا شروع ہو جائیں کہ ایمان خطرے میں پڑھ جائے، تو ایسی حالت میں مریض کو تعوذ کا بکثرت وظیفہ کروائیں اور اسکے علاوہ درج ذیل وظائف بھی کروائیں:

(۱) "رَبِّ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ وَاَعُوْذُبِکَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنَ"o (المؤمنون ۹۷۔۹۸)

(۲) اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ (۲)

---

(۱) [بخاری۔(۳۲۷۶) مسلم (۱۳۴)]

(۲) [مسلم کتاب الایمان ۱۳۴۔ ابوداؤد۔(۴۷۰۸)]

(۳) هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (۱)

(۴) سورت الاخلاص پڑھ کر تین مرتبہ بائیں جانب ہلکی تھوک یعنی تھو، تھو تھو کریں اور اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ لیں۔ (۲)

(۵) "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ مِنْ نَفْخِهِ وَنَفْثِهِ وَهَمْزِهِ"

(۱) [ابوداؤد کتاب الادب باب فی ردا لوسوسه (۵۱۰۱)]

(۲) [ابوداؤد کتاب السنه باب فی لجهمية (۴۷۰۹) السلسلة الصحيحة (۱۱۶)]

ڈرنے والے شخص کا علاج

جس طرح دنیا میں بہادر اور دلیر لوگ ہوتے ہیں اسی طرح بہت سے بزدل اور کمزور دل لوگ بھی ہوتے ہیں۔ اسلام نے بہادر، شجاع اور دلیر لوگوں کو پسند کیا ہے جیسا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

المؤمن القوی خیر واحب الی اللہ من المؤمن الضعیف وفی کل خیر (۱)

''طاقتور مؤمن اللہ تعالی کے نزدیک بہتر ہے کمزور مومن سے اور دونوں مومنوں میں بھلائی ہے''۔

بزدلی کی بنیادی وجہ نفسیاتی مرعوبیت ہے۔ اس لیے اگر اس نفسیاتی رعب اور وہم کو دور کر دیا جائے تو انسان بلاشبہ بہادر اور دلیر ہو جاتا ہے۔ اس لیے آنحضرتؐ نے بعض ایسی دعائیں اور وظائف سکھائے ہیں جنہیں معمول کیساتھ پڑھتے رہنے سے ایک طرف اس نفسیاتی کمزوری کا بھی علاج ہو جاتا ہے اور دوسری طرف فی الواقع ان کلمات کی تاثیر بھی نظر آتی ہے۔ اس لیے ایسے شخص کے علاج کے لیے درج ذیل وظائف تجویز کریں:

(۱) ہر نماز کے بعد آیت الکرسی کا ورد

(۲) سونے سے پہلے معوذات اور آیت الکرسی کا ورد

(۳) اَعُوذُ بِکَلِمَاتِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَحْضُرُوْنِ (۲)

(۱)[مسلم کتاب القدر باب الایمان باالقدر والاذعان لہ (۲۶۶۴)]

(۲)[(مسند احمد ۴۔۵۷) ابوداؤد (۳۸۹۳) الموطا (۲۴۔۷)]

(۴) اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحَزَنِ وَالْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَضَلَعِ الدَّیْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ [1]

(۵) یہ وظائف اس مریض کو لکھ کر دیں۔ اور اگر وہ آپ کے پاس علاج کے لیے آئے تو اس پر آیت الکرسی کیساتھ جادو کے توڑ والا روحانی عمل کریں۔

(۶) اگر دشمن یا چور یا ڈاکو وغیرہ کا خوف ہو تو حفاظتی تدابیر کے علاوہ یہ وظیفہ بھی کریں:

''اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِی نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ''[2]

''یا اللہ ہم تجھے ہی انکے مقابلے میں پیش کرتے ہیں اور ان کے شر سے تیری ہی پناہ مانگتے ہیں۔''

مشکلات سے نجات کا وظیفہ

اس کے لیے درج ذیل وظیفہ یاد کرلیں اور مریضوں کو یاد کرنے کے لیے لکھ کر دیں:

''اَللّٰھُمَّ لَا سَھْلَ اِلَّا مَا جَعَلْتَهُ سَھْلًا وَاَنْتَ تَجْعَلُ الْحُزْنَ اِذَا شِئْتَ سَھْلًا''[3]

''یا اللہ! کوئی کام آسان نہیں مگر جسے تو آسان کردے اور فکر و غم کو بھی جب تو چاہے، آسان بنا دیتا ہے۔''

[(بخاری ۶۳۶۹)]

(۲)[ابوداود (۱۵۳۷) موارد الظمآن (۲۳۷۳)]

(۳)[(ابن السنی۔ ۳۵۱) موارد الظمآن۔ ۲۳۷۳)]

بخار کا علاج

(۱) عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ میں اور ثابت حضرت انس بن مالکؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو ثابت نے کہا: اے ابوحمزہ! (حضرت انس کی کنیت) مجھے بخار کی تکلیف ہے۔ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ تمہیں اللہ کے رسول ﷺ کا سکھایا ہوا دم نہ کردوں؟ انہوں نے کہا ضرور! تو حضرت انسؓ نے یہ دم کیا:

اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّا سِ مُذْھِبَ الْبَاْسِ اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِی لَا شَافِیَ اِلَّا اَنْتَ (شفائًا) یُغَادِرُ سَقَمًا(۱)

(۲) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ سورت اخلاص اور معوذات (یعنی سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) کا دم کیا کرتے تھے اور جب آپ ﷺ بیمار ہوئے تو آپ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ میں معوذات کے ساتھ آپ ﷺ پر دم کروں۔(۲)

(۳) حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جب کوئی مسلمان شخص کسی ایسے مریض کی عیادت کے لیے جائے، جسکی موت کا وقت ابھی نہ آیا ہو اور وہ اس کے پاس سات مرتبہ یہ دعا پڑھے:

اَسْاَلُ للّٰہَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَنْ یَشْفِیَکَ

''میں اللہ تعالیٰ سے جو کہ عظمت والا اور عرش عظیم کا رب ہے سوال کرتا ہوں کہ اللہ تجھے شفا عطا فرمائے۔''

تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور شفا عطا فرما دیتے ہیں۔(۳)

(۱)[بخاری کتاب الطب باب رقیۃ النبی ۔۵۷۴۲) مسلم کتاب السلام (۲۱۹۱)]

(۲)[(بخاری ایضا باب النفث فی الرقیۃ ۔۵۷۴۷)]

(۳)[(ابوداود کتاب الجنائز باب الدعا للمریض عند لعبادۃ ۔۳۱۰۴)]

بعض روایات میں یہ دعا اس طرح بھی مروی ہے کہ

"اَللّٰھُمَّ اشْفِ عَبْدَکَ یَنْکَأُ لَکَ عَدُوًّا اَوْ یَمْشِی لَکَ اِلٰی جَنَازَۃٍ "(۱)

"یا اللہ! اپنے اس بندے کو شفا دے تاکہ یہ تیرے دشمن کو زخمی کرے اور تیرے لیے کسی کی نماز جنازہ میں جا کر شرکت کرے۔"(۲)

(۴) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسولؐ کے پاس جب کوئی مریض دم کے لیے آتا تو آپؐ اپنی انگلی پر تھوک لگا کر مٹی پر ملتے پھر مریض کے جسم پر رکھ کر یہ دعا پڑھتے:

بِسْمِ اللّٰہِ تُرْبَۃُ اَرْضِنَا بِرِیْقَۃِ بَعْضِنَا یُشْفٰی سَقِیْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا (۳)

(۵) حضرت عبادہؓ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرتؐ کی عیادت کے لیے گیا تو آپ کو اتنی سخت تکلیف تھی کہ اس کی شدت اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ پھر شام کے وقت میں دوبارہ آپؐ کی عیادت کے لیے گیا تو آپ کو آرام تھا۔ میں نے کہا: اللہ کے رسول! صبح کے وقت جب میں آیا تھا تو آپ کو سخت تکلیف تھی اور اب میں آیا ہوں تو آپ کو بالکل آرام ہے۔ آپ انے فرمایا: اے ابن صامت! مجھے جبریل نے دم کیا ہے جسکے ساتھ میں تندرست ہو گیا ہوں ۔۔۔ کیا میں تمہیں وہ دم سکھا دوں؟ میں نے کہا اللہ کے رسولؐ ضرور سکھا دیں! تو آپؐ نے مجھے یہ دم سکھایا:

"بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ یُؤْذِیْکَ مِنْ شَرِّ کُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَیْنِ حَاسِدٍ اَللّٰہُ یَشْفِیْکَ بِاِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ "(۴)

(۱)[(ابوداؤد ایضا۔۳۱۰۵) السلسلۃ الصحیحۃ (۳۱۰۴)]

(۲)[(حاکم ا۔۳۴۴۔۵۴۹) بعض روایات میں ہے کہ 'نماز کے لیے جا سکے']

(۳)[مسلم کتاب السلام باب رقیۃ لمریض بالمعوذات والنفث (۲۱۴۴) بخاری ۵۷۴۶ (ابوداؤد۔۳۸۶۱) ابوداؤد: کتاب الطب: باب کیف الرقی (۳۸۹۱)]

(۴)[مسلم (۲۱۸۶) الفتح الربانی (۱۷۔۱۷۹)]

باب 13

دم تعویذ اور روحانی علاج معالجہ کے حوالہ سے چند ضروری باتیں

- ❑ پانی وغیرہ پر دم اور پھونک مارنے کی شرعی حیثیت
- ❑ تعویذ کے جواز اور عدم جواز کا مسئلہ۔۔۔!
- ❑ روحانی علاج کی ضرورت واہمیت
- ❑ روحانی علاج اور فتنوں کا اندیشہ
- ❑ روحانی علاج پر اجرت کا مسئلہ

❶ دم اور پھونک مارنے کی شرعی حیثیت

گذشتہ صفحات میں ایسی احادیث گذر چکی ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دم کرنا اور کروانا جائز ہے اور خود آنحضرت بھی دم کیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسولؐ اپنے اہل وعیال پر یہ دم کیا کرتے تھے:

اللھم رب الناس اذھب الباس واشفه وانت الشافی لا شفاء الا شفائک شفاء الا یغادر سقما(۱)

اس طرح آنحضرتؐ خود بھی اپنے اوپر دم کروالیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت عائشہؓ ہی سے مروی ہے کہ اللہ کے رسولؐ جب بیمار ہوتے تو مجھے حکم فرماتے کہ میں آپؐ پر معوذات کیساتھ دم کروں۔(۲)

لہذا دم کرنے یا کروانے میں کوئی حرج نہیں بلکہ ایک لحاظ سے یہ سنت بھی ہے۔ البتہ اس سلسلہ میں تین بنیادی شرائط مدنظر رہیں، جنہیں تقریباً تمام اہل علم نے نقل کیا ہے اور حافظ ابن حجرؒ ان شرائط کے حوالہ سے اس طرح رقمطراز ہیں کہ

''وقد اجمع العلماء علی جواز الرقی عند اجتماع ثلاثة شروط ان یکون بکلام الله تعالی او باسمائه وصفاته اوبا للسان العربی او بما یعرف معناه من غیره وان یعتقد ان الرقیة لا تؤثر بذاتها بل بذات الله تعالی''(۳)

(۱)[(بخاری کتاب الطب باب رقیۃ النبیؐ۔۵۷۴۳)مسلم کتاب السلام(۲۱۹۱)]
(۲)[بخاری ایضا باب النفث فی الرقیۃ(۵۷۴۷)] (۳)[فتح الباری(۱۰۔۱۹۵)]

''علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ اگر دم میں تین شروط مدنظر رکھی جائیں، تو دم کرنا یا کروانا جائز ہے:

(۱) دم کے الفاظ اللہ تعالی کے کلام قرآن مجید یا اللہ تعالی کے اسماء حسنی پر مشتمل ہو۔

(۲) دم عربی زبان میں ہو یا اگر کسی دوسری زبان میں ہو تو اس کے الفاظ اور معنی و مفہوم بالکل واضح ہو (تا کہ دیکھا جا سکے کہ اس میں کوئی شرکیہ کلمات تو نہیں۔ اسی لیے اہل علم نے کہا ہے کہ اگر دم کے الفاظ مجہول اور غیر معروف ہوں تو ان کے ساتھ دم ہرگز نہ کیا جائے۔ جس طرح یہ الفاظ ہیں: جھم جھم جھما۔۔۔۔۔۔ گھم گھم گھما۔۔۔۔ شم شم شما۔۔۔۔ چھم چھم چھما۔۔۔ جھم گھم شم چھم۔۔۔۔ جھما گھما شما چھما۔۔۔۔ ععععععع.... فلححححححح)

(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ یہ اعتقاد نہ رکھا جائے کہ دم بذات خود کوئی مؤثر چیز ہے بلکہ مؤثر صرف اللہ تعالی ہی کی ذات ہے۔''

لیکن اگر اس کے باوجود دم نہ کروایا جائے اور تکلیفات پر صبر و توکل کا مظاہرہ کیا جائے تو اسکی بہت زیادہ فضیلت ہے حتی کہ ایسا شخص بلا حساب جنت میں جائیگا۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ

''رسول اللہ ایک دن ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ خواب میں مجھ پر تمام امتیں پیش کی گئیں بعض نبی گزرے اور ان کے ساتھ (ان کی اتباع کرنے والا) صرف ایک ہی شخص ہوتا۔ اور بعض گزرتے تو ان کے ساتھ دو شخص ہوتے اور بعض کے ساتھ پوری جماعت ہوتی اور بعض کیساتھ کوئی بھی نہ ہوتا۔ پھر میں نے ایک بڑی جماعت دیکھی جس سے آسمان کا کنارہ ڈھک گیا تھا میں سمجھا کہ یہ میری ہی امت ہوگی لیکن مجھ سے کہا گیا کہ یہ حضرت موسی علیہ السلام اور ان کی امت کے لوگ ہیں۔

پھر مجھ سے کہا گیا کہ ادھر دیکھو! ادھر دیکھو! میں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ ہیں جنہوں نے تمام افق گھیر رکھا تھا۔ مجھ سے کہا گیا کہ یہ تمہاری امت ہے اور اس میں ستر ہزار

لوگ وہ ہوں گے، جو بلا حساب جنت میں داخل کیے جائیں گے۔

پھر صحابہؓ اٹھ کر چلے گئے اور آنحضرتؐ نے بھی اس کی وضاحت نہیں کی تھی کہ یہ ستر ہزار کون سے لوگ ہیں؟ صحابہ کرامؓ نے آپس میں اسکے متعلق مذاکرہ کیا اور کہا کہ ہماری پیدائش تو شرک میں ہوئی تھی۔ البتہ بعد میں ہم اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لے آئے لیکن یہ ستر ہزار ہماری اولاد سے ہوں گے جو پیدائش ہی سے مسلمان ہیں۔ جب رسول اللہ کو یہ بات پہنچی تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ ستر ہزار لوگ وہ لوگ ہوں گے جو بد فالی نہیں لیتے، نہ منتر سے جھاڑ پھونک کراتے ہیں اور نہ داغ لگاتے ہیں بلکہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔۔۔۔ یہ سن کر حضرت عکاشہ بن محصنؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں بھی ان میں سے ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں! تم بھی ان میں سے ہو۔(1)

دم کے سلسلہ میں دوسری بات یہ ہے کہ دم کرنے کے بعد متعلقہ چیز (پانی وغیرہ) پر پھونک بھی ماری جاسکتی ہے۔ بلکہ تجربات سے معلوم ہوا ہے کہ دم کا اصل اثر اسی پھونک میں ہوتا ہے جس سے پہلے روحانی وظیفہ پڑھا گیا ہو۔ عملی تجربہ سے قطع نظر، رہی یہ بات کہ دم کے بعد پھونک مارنے کے عمل کی شرعی طور پر کیا دلیل ہے۔۔۔؟ تو اس سلسلہ میں باب ہذا کے آخر میں حافظ صلاح الدین یوسف صاحب کا ایک تحقیقی مضمون شامل اشاعت ہے۔ جس میں دلائل کے ساتھ موصوف نے ثابت کیا ہے کہ دم کرنے کے بعد متعلقہ چیز (پانی وغیرہ) پر پھونک بھی ماری جاسکتی ہے۔

(1)[(بخاری (۵۷۵۲)]

❷ تعویذ کے جواز اور عدم جواز کا مسئلہ۔۔۔!

تعویذ سے مراد ہر وہ چیز ہے جس پر دم اور منتر وغیرہ لکھ کر اسے مریض کے گلے میں ڈال دیا جائے۔ دور جاہلیت میں لوگ اپنے بچوں، مریضوں اور جانوروں کے گلے میں ایسے تعویذ ڈالا کرتے تھے جن پر عموماً شرکیہ وکفریہ کلمات درج ہوتے تھے۔ علاوہ ازیں وہ لوگ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ یہ تعویذات بذات خود اتنی تاثیر رکھتے ہیں کہ ان کے ذریعے بیماروں کو صحت ملتی ہے اور جسے تعویذ ڈال دیا جائے وہ نظر بد سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

دور جاہلیت میں اہل عرب کاغذ اور چمڑے وغیرہ کے تعویذوں کے علاوہ بھی مختلف منکوں اور سیپیوں وغیرہ کے ہار بنا کر بچوں اور جانوروں کی گردنوں میں ڈال دیتے اور یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ کہ انکے ذریعے یہ چیزیں نظر بد اور دیگر آفتوں سے محفوظ ہو جاتی ہے۔ چونکہ ان میں سے اکثر وبیشتر تعویذوں پر شرکیہ وکفریہ باتیں ہی درج ہوتی تھیں، اور پھر لوگ بھی یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ یہ تعویذات بذات خود اتنی تاثیر رکھتے ہیں کہ ان کے ذریعے بیماروں کو صحت ملتی ہے اور جسے تعویذ ڈال دیا جائے وہ نظر بد سے محفوظ ہو جاتا ہے۔۔۔ تو ان دو چیزوں کے پیش نظر اللہ کے رسول نے ایسے تمام تعویذوں کو شرکیہ قرار دیتے ہوئے ان سے اجتناب کا حکم فرمایا جیسا کہ درج ذیل احادیث سے ثابت ہے:

(۱) ”من تعلق تميمة فلا اتم الله له ومن تعلق ودعة فلا ودع الله له“(۱)

---

(۱)] مسند احمد (٤-١٥٤) مستدرك حاكم - ١٢٦٤) مسند ابی يعلی (١٧٥٩) المعجم الكبير ١٧-٨٢٠) امام حاکم ذھبی اور ھیثمی نے اس کی سند کو حسن کہا ھے)]

''جس شخص نے اپنے گلے میں کوئی تعویذ لٹکایا، اللہ اسے شفا نہ دے اور جس نے سیپی وغیرہ لٹکائی، اسے بھی اللہ آرام نہ دے''

(۲) ابومعبد جہنیؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا:

''من تعلق شیئا و کل الیه ''[1]

''جس شخص نے کوئی تعویذ لٹکایا اسے اسی تعویذ کے سپرد کر دیا جاتا ہے (یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت و سپردگی میں نہیں رہتا)۔''

(۳) حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ اللہ کے رسولؐ کے پاس آئے تو آپؐ نے ان میں سے نو (9) سے اسلام کی بیعت لے لی اور ایک سے نہ لی۔ ان لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپؐ نے ہم نو سے بیعت لے لی اور اس ایک سے کیوں نہیں لی؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ اس نے تعویذ (تمیمہ، منکوں کا ہار وغیرہ) لٹکا رکھا ہے۔ اس لیے میں نے اس سے بیعت نہیں لی۔ اس آدمی نے اپنا تعویذ کاٹ کر پھینک دیا تو پھر آپ نے اس سے بھی بیعت لے لیا در فرمایا: جس شخص نے تعویذ یا اس سے ملتی جلتی کوئی چیز یا ہار وغیرہ لٹکایا اس نے شرک کیا۔[2]

(۴) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا:

''ان الرقی والتمائم والتولة شرک ''[3]

(۵) حضرت ابوبشیرؓ انصاری سے روایت ہے کہ وہ اللہ کے رسولؐ کے ساتھ کسی سفر

---

(۱)[المعجم الکبیر (۹۶۰) مجمع الزوائد (ج۵ص۱۰۲)]

(۲)[(مسند احمد ٤-١٥٦) مستدرك حاكم ٤-٢١٩) المعجم الكبير -١٧-٨٨٥)]

(۳)[(ابوداؤد کتاب الطب باب فی تعلیق التمائم (اگرچہ اس کی سند میں اعمش مدلس کی وجہ سے کلام ہے مگر مندرجہ بالا دیگر روایات سے یہی مفہوم ثابت ہے)]

میں تھے کہ آپؐ نے قاصد کو روانہ کیا اور اسے حکم فرمایا:

''لاتبقين في رقبة بعير قلادة من وتر او قلادة الا قطعت''[1]

یاد رہے کہ مذکورہ بالا روایات ان تعویذوں اور تمیموں (منکوں، دھاگوں، سیپوں وغیرہ) کے بارے میں ہیں جن میں شرکیہ دم ہوں یا جنہیں بذات خود موثر یا شفا بخشنے والا سمجھا جاتا ہے۔لیکن اگر قرآن مجید کی آیات اور مسنون وظائف پر مشتمل تعویذ لکھ کر انہیں مریض کی گردن میں ڈالا جائے تو اس کے استعمال میں قدرے گنجائش ہے جبکہ اس کے ساتھ چند ایک شرائط بھی مدنظر رکھی جائیں جو آگے آ رہی ہیں۔البتہ یاد رہے کہ غیر شرکیہ یا قرآنی تعویذ کے جواز اور عدم جواز میں عہد صحابہ ہی سے اختلاف چلا آتا ہے۔عبداللہ بن مسعودؓ اور عبداللہ بن عباسؓ اس کے جواز کے قائل نہیں تھے جبکہ بعض دیگر صحابہ، تابعین اور ائمہ سلف چند شرائط کے ساتھ اس کے جواز کے قائل ہیں اور وہ شرائط درج ذیل ہیں:[2]

(۱) مریض کی گردن میں تعویذ ڈالا جا سکتا ہے بشرطیکہ وہ تعویذ اللہ تعالیٰ کے اسماء صفات اور قرآن وسنت کے وظائف پر مشتمل ہو۔

(۲) یہ تعویذ مریض کو ڈالا جائے جبکہ مرض سے پہلے یا نظر بد سے بچاؤ کے لیے پیشگی طور پر کسی کو نہ ڈالا جائے۔(یہ دونوں شرطیں امام مالکؒ اور دیگر اہل علم سے منقول ہیں)

(۳) کسی جانور کی گردن میں اسے ہرگز نہ ڈالا جائے(امام قرطبی اس کی وجہ یہ نقل فرماتے ہیں کہ یا تو جانور اس پاک تعویذ کو کسی گندی جگہ لے جائے گا یا وہ جانور خود ہی ناپاک ہوگا۔اور ان دونوں صورتوں میں اس تعویذ کی بے ادبی ہوگی۔اس لیے

---

(۱)[(بخاری کتاب الجهاد باب ماقيل في الجرس۔۳۰۰۵)مسلم(۲۱۱۵)]

(۲)[(دیکھیے فتح المجید ص ۹۶)تفسیر قرطبی ۱۰۔۲۸۰)تحفۃ الاحوذی (ج ۶ ص ۲۳۱)]

علماء نے جانوروں کی گردنوں میں قرآنی تعویذ ڈالنے سے منع کیا ہے۔)

(۴) بیت الخلا میں جاتے وقت اسے اتار لیا جائے۔

(۵) جماع کے وقت اسے اتار لیا جائے [(۱)]

لہٰذا مذکورہ شرائط کو پیش نظر رکھتے ہوئے قرآنی تعویذ استعمال کیے جا سکتے ہیں اور جب کوئی روحانی عامل کسی مریض کو ایسا کوئی تعویذ لکھ کر دے تو مریض کو اس تعویذ کا ادب و احترام کرنے کے لیے درج بالا شرائط پر عمل کرنے کی نصیحت ضرور کرے۔

قرآنی تعویذ اور مبنی بر احتیاط موقف!

لیکن اس کے باوجود یہ بات یاد رہے کہ آنحضرتؐ سے پوری زندگی میں ایک بھی ایسا واقعہ ثابت نہیں کہ آپؐ نے کسی کو قرآن وسنت کے وظائف پر مشتمل تعویذ لکھ کر دیا ہو۔ البتہ آپؐ سے دم کرنا اور کروانا ثابت ہے۔ اس لئے زیادہ تر اہل علم نے اسی موقف کو ترجیح دی ہے کہ کسی طرح کا بھی تعویذ استعمال نہ کیا جائے۔۔۔ خواہ قرآنی ہو یا غیر قرآنی۔۔۔ جیسا کہ علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ ترمذی کی شرح میں رقمطراز ہیں کہ

”والراجح فی الباب ان ترک التعلیق افضل من کل حال بالنسبة الی التیعلق الذی جوز بعض هل العلم“[(۲)]

”جن تعویذوں کو اہل علم نے جائز قرار دیا ہے ان سے بھی کلی طور پر اجتناب کرنا ہی افضل ہے۔۔۔ ایسے قرآنی تعویذوں کے جواز یا عدم جواز میں راجح پہلو عدم جواز ہی کا ہے“

راقم الحروف کے علم کے مطابق روحانی عامل کو چاہیئے کہ جن لوگوں کا اعتقاد پختہ ہو اور وہ قرآن وحدیث کی اتباع کا جذبہ پیدا کر چکے ہوں، انہیں کسی قسم کا تعویذ لکھ کر نہ دیا جائے بلکہ ان پر دم کرنے پر اکتفا کریں اور اگر انہیں کوئی وظیفہ، ورد، ذکر، یا دعا۔۔۔ وغیرہ لکھ کر

(۱)[یہ آخری دونوں شرطیں امام ضحاکؒ سے منقول ہیں دیکھیے: تفسیر قرطبی (۱۰۔۲۸۰)]

(۲)[(تحفۃ الاحوذی ج ۶۔ص ۲۳۲)]

دینا چاہتے ہیں تو ساتھ یہ تاکید کر دیں کہ وہ اسے اپنی گردن میں نہ لٹکائیں بلکہ اسے یاد کر کے اس کے ساتھ اپنے اوپر دم کیا کریں۔

البتہ ایسے لوگ جو پہلے سے تعویذ گنڈوں پر اندھے اعتقاد کا شکار ہوں تو انہیں کفر و شرک پر مبنی تعویذوں سے باخبر کرتے ہوئے قرآن و سنت کے وظائف پر مشتمل تعویذ لکھ دیں بشرطیکہ وہ تعویذ لینے پر مصر ہوں۔ اور پھر آہستہ آہستہ ان کی ذہنی، فکری و عملی اصلاح کرتے کرتے ان میں توکل اور کتاب و سنت پر عمل کا جذبہ پیدا کریں اور بالآخر انہیں بھی ایسے تعویذوں کو ترک کرنے پر آمادہ کر لیں۔۔۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واکمل واصوب!

③ روحانی علاج کی ضرورت واہمیت

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ بے شمار لوگ جادو اور جنات کا شکار ہوتے رہتے ہیں۔جبکہ قرآن وسنت کی روشنی میں ان کا صحیح روحانی علاج کرنے والے لوگ شاذ ونادر ہی دکھائی دیتے ہیں جسکی وجہ سے آسیب زدہ مریض ایسے لوگوں (عاملوں نجومیوں وغیرہ) کے پاس جاتے ہیں، جو مریض کا علاج کرنے کے بہانے ان سے کفریہ وشرکیہ اعمال کا ارتکاب کرواتے ہیں جبکہ بھاری بھاری فیسیں اسکے علاوہ ہوتی ہیں اور اس طرح مریض دین دنیا دونوں طرف سے نقصان اٹھاتے ہیں۔۔۔۔!

اگر غور کیا جائے تو یہ لوگوں کی مجبوری بھی ہے اس لیے کہ عوام تو کالانعام یعنی جاہل ہوتی ہے اور مصیبت زدہ لوگوں کو جب قرآن وسنت کی مطابق روحانی علاج کرنے والا عامل نہیں ملتا تو وہ ایسے نام نہاد عاملوں کے پاس جاتے ہیں جو ان سے شرکیہ کام کرواتے ہیں۔اس لیے اس لحاظ سے روحانی علاج کی ضرورت واہمیت بہت بڑھ جاتی ہے جبکہ قرآن وسنت کے مطابق روحانی علاج کرنا کوئی مشکل کام بھی نہیں ہے۔اس لیے راقم الحروف نے روحانی علاج کا مکمل ومستند طریقہ پیش کردیا ہے تاکہ دین دار لوگ اسے سیکھیں اور مریضوں کا علاج کر کے انہیں قرآن وسنت کا مطابق زندگی گذارنے کا پابند بنا کر عنداللہ ماجور ہوں!!

۹ روحانی علاج اور فتنوں کا اندیشہ

پہلا فتنہ:

یاد رکھیئے کہ روحانی علاج کے حوالہ سے آپ کو بہت سے فتنوں سے بھی واسطہ پڑے گا۔ان میں ایک تو عورتوں کا فتنہ ہے یعنی روحانی معالج کے پاس غیر محرم عورتوں کا بغرض علاج آنا جانا ہوتا ہے جسکی وجہ سے برائی کا اندیشہ رہتا ہے۔اور ایسے موقع پر شیطان کی بھر پور کوشش ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کے ایمان برباد کرے۔اس فتنے سے بچاؤ کے لیے درج ذیل ہدایات مدنظر رکھیں:

(۱) روحانی علاج سے پہلے معالج کا شادہ شدہ ہونا ضروری ہے۔

(۲) غیر محرم عورتوں کا علاج کرتے وقت ان سے پردہ کروائیں اور انکے محرم رشتہ داروں کی موجودگی ہی میں انکا علاج کریں۔

(۳) جو معالج اپنے نفس پر کنٹرول کرنے میں کمزور ہو، وہ صرف مردوں کا علاج کرے،عورتوں کا روحانی علاج ہرگز نہ کرے۔

(۴) عورتوں کا روحانی علاج اپنی عورتوں سے کروائیں۔اور یاد رکھیں کہ عورت بھی روحانی علاج کرسکتی ہے جیسا کہ امام بخاری نے حضرت عائشہؓ کے نبی کریمؐ پر دم کرنے والی حدیث اس سلسلہ میں بطور دلیل ذکر کی ہے (۱)

اسی طرح زخموں اور پھوڑے پھنسیوں کے علاج کے ضمن میں ایک حدیث گذر چکی ہے کہ ایک عورت پھوڑے پھنسیوں کا علاج کرتی تھی اور پھر اس نے دم کرنا چھوڑ دیا تھا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ فلاں مریض پر دم کرو۔اور یہ دم حضرت

(۱)[ملاحظہ ہو صحیح بخاری کتاب الطب باب المراۃ ترقی الرجل۔۵۷۵۱)]

حفصہ کو بھی سکھادو۔ اگرچہ ان دونوں حدیثوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورت مرد کا روحانی علاج کرسکتی ہے۔ البتہ جہاں کسی فتنہ کا اندیشہ ہو وہاں سد ذرائع (برائی سے بچنے کی احتیاط) کے پیش نظر یہ احتیاط ملحوظ خاطر رکھی جائے کہ مرد مردوں کا اور عورت، عورتوں کا روحانی علاج کرے۔

دوسرا فتنہ:

روحانی معالج کو یہ بات بھی ذہن نشین رکھنی چاہیئے کہ جنوں کے نکالنے اور روحانی علاج کرنے کی وجہ سے جنات کیساتھ دشمنی پیدا ہوجاتی ہے۔ اگرچہ شیطان کیساتھ انسان کی یہ دشمنی ازل سے ہے تاہم روحانی علاج معالجہ کی وجہ سے جنات بھی ایسے معالج سے دشمنی مول لیتے ہیں اور پھر ان جنات کی یہ کوشش رہتی ہے کہ کسی وقت بھی موقع ملے تو اس معالج کو نقصان سے دوچار کیا جائے۔ لہٰذا ان سے بچاؤ کے لیے معالج حضرات درج ذیل باتوں پیش نظر رکھیں:

(۱) ہر وقت باوضو اور پاک صاف رہیں۔

(۲) اپنی زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رکھیں۔

(۳) ہر طرح کی برائی، معصیت، نافرمانی اور جرائم سے اجتناب کریں۔

(۴) اپنے دل میں پروردگار عالم کا تصور ہر دم زندہ رکھیں۔

(۵) سونے سے پہلے، بیت الخلاء میں داخل ہونے اور ازدواجی تعلقات سے پہلے اور صبح وشام کے اذکار و وظائف پڑھنا نہ بھولیں۔

5 روحانی علاج پر اجرت

اس مسئلہ کی تین صورتیں ہیں:

(۱) ایک صورت تو یہ ہے کہ جنات اور جادو کا مریض ایک لحاظ سے مظلوم ہے اور مظلوم کی مدد کرنا انسان کا اخلاقی فرض ہے جیسا کہ حدیث نبوی میں ہے:

انصر اخاک ظالما او مظلوما[1]

''اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم'' (واضح رہے کہ ظالم کو ظلم سے روکنا اور اسے سمجھانا ہی اسکی مدد کرنا ہے)

لہٰذا اس اخلاقی و دینی فریضہ کے پیش نظر نہ صرف مسلمان بلکہ غیر مسلم کا علاج کرنا اور اسے جنات سے نجات دلانا بھی ہر مسلمان پر بقدر استطاعت واجب ہے۔ دینی و ملی فریضے پر انسانوں سے اجرت طلب کرنے کی بجائے اللہ تعالی سے اجر و ثواب کی امید کرنا سب سے مستحب و پسندیدہ امر ہے اور خود آنحضرتؐ نے روحانی علاج پر کبھی اجرت کا مطالبہ نہیں کیا لہٰذا اجرت کا مطالبہ نہ کرنا بالاتفاق مستحب ضرور ہے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ آپ روحانی علاج پر بالکل کسی اجرت کا مطالبہ و اشارہ تک نہیں کرتے لیکن مریض کی طرف سے بطور تحفہ آپ کو کوئی چیز پیش کی جاتی ہے۔ تو اسے قبول کرنے میں بھی کسی کو اختلاف نہیں۔ ''نبی نے جن نکالا'' کے

(۱)[(بخاری کتب المظالم باب اعن اخاک ظالما او مظلوما)(۲۴۴۳)]

عنوان کے تحت یہ حدیث گذر چکی ہے کہ آپ نے ایک عورت کے بچے کا جن نکالا اور اس نے بطور تحفہ کچھ چیزیں آپ کو پیش کیں جنہیں آپؐ نے قبول فرمالیا۔

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ آپ روحانی علاج معالجہ پر باقاعدہ فیس (اجرت) طے کرلیتے ہیں تو اگرچہ اس تیسری صورت میں معاوضہ اور اجرت لینے میں کچھ اہل علم نے اختلاف کیا ہے تاہم راجح مسئلہ یہی ہے کہ اس میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں۔ بلکہ بعض ایسے دلائل موجود ہیں کہ صحابہ کرام نے علاج سے پہلے اجرت طے کی اور علاج کے بعد اجرت وصول کرکے آنحضرتؐ کو اس سے آگاہ کیا۔ اور آپؐ نے کسی کراہت وقباحت یا ممانعت کا اظہار نہیں کیا۔ جس سے فقہا اور محدثین نے روحانی علاج پر اجرت وصول کرنے کی دلیل پکڑی ہے۔

سعودی عرب کے مشہور عالم الشیخ ابن جبرین اور شیخ الفوزان سمیت فتاوی کے لیے قائم ''دائمی کمیٹی'' کا فتوی بھی اجرت لینے کے جواز پر ہے۔[1]

راقم کے تجربہ اور مشاہدہ کے مطابق اس مسئلہ میں افراط وتفریط بھی پائی جاتی ہے۔ یعنی بسا اوقات اس طرح ہوتا ہے کہ ایک روحانی معالج اپنا وقت نکال کر کسی مریض کا علاج کرتا ہے یا کرایہ خرچ کرکے اور اپنے کاروبار یا دیگر مشاغل کو چھوڑ کر کسی مریض کے پاس جاکر علاج معالجہ کرتا ہے اور بسا اوقات تو کئی کئی دن علاج معالجہ کے سلسلہ میں مصروف رہتا ہے جبکہ دوسری طرف مریض کے اہل وعیال استطاعت رکھنے کے باوجود اس معالج کے ساتھ کوئی تعاون نہیں کرتے۔ حالانکہ یہ رویہ کسی طرح بھی درست قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس لئے کہ معالج نے جو وقت اور محنت صرف کی ہے اس کا معاوضہ لینا شرعی و اخلاقی اعتبار سے اس کا حق ہے اور اگر اس محنت کے باوجود اگر وہ معاوضہ نہیں لیتا تو یہ اس کی فیاضی ہے!!

(۱)[(دیکھیے: فتاوی الذهبية في الرقى الشرعية ص۔۳۸۔۵۶۔۱۰۵)]

اس سلسلہ میں دوسری انتہا یہ دیکھنے میں آئی ہے کہ بعض روحانی معالج اس قدر خود غرضی اور مادہ پرستی کا شکار ہوتے ہیں کہ علاج سے پہلے بڑے بڑے مطالبات کرنے لگتے ہیں۔ اور یہ بھی نہیں دیکھتے کہ مریض اور اس کے اہل وعیال ان مطالبات کو پورا کرنے کی استطاعت بھی رکھتے ہیں یا نہیں!!

لہذا عوام اور معالج دونوں کو افراط وتفریط سے گریز کرنا چاہئے اور ایک دوسرے کیساتھ نیکی کرنی چاہیے تاکہ دونوں کی ضرورتیں پوری ہو جائیں۔

کیا پانی پر دم کرنا جائز نہیں؟ ✡

نبی کریم ﷺ نے کھانے پینے کی چیزوں پر پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے۔

[صحیح الجامع بحوالہ طبرانی کبیر، رقم : ٦٧٥٠]

✡ بشکریہ 'ہفت روزہ الاعتصام' (جلد ٥٥، شمارہ ٣٠۔ اگست ٢٠٠٣) مضمون نگار: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ!

واضح رہے کہ دم کرنے اور دم کے بعد پھونک مارنے سے متعلقہ بہت سی احادیث گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہیں۔ مضمون نگار نے غالبا اختصار سے کام لیا ہے اس لئے انہوں نے ایسی کئی احادیث کو ذکر نہیں کیا جو اس مسئلہ کو مزید تقویت دیتی ہیں اور جنہیں ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں۔

اس سلسلہ میں دوسری یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ مذکورہ مسئلہ کی تائید آنحضرت ﷺ کے معجزات سے تعلق رکھنے والی ان احادیث سے بھی ہوتی ہے جن میں یہ مذکور ہے کہ دعائیہ کلمات پڑھنے کے بعد آپ ﷺ نے تھوک پھینکا اور آپ کے دم اور تھوک سے کھانے پینے کی چیز میں برکت پیدا ہو گئی۔ لیکن یہاں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ معجزات کی احادیث سے تو اس طرح استشہاد درست نہیں۔۔۔! تو اس شبہ کے جواب میں یہ بات یاد رہے کہ نبی ﷺ کی پھونک سے کھانے کا بڑھ جانا تو بلا شبہ معجزہ ہے جب کہ اس معجزہ کے ظاہر ہونے سے پہلے جو آپ نے پھونک ماری، وہ بحیثیت نبی، آپ کا ایک عام عمل تھا جس کی پیروی میں آپ کی امت بھی ایسا کر سکتی ہے۔ اور اگر ایسا کرنے سے صریح برکت ظاہر ہو جائے تو وہ کرامت کہلانے کی بھی مستحق ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی ظاہر ہے کہ آپ کوئی ایسا عمل نہیں کر سکتے، جو خلاف شریعت ہو۔ اس لئے آپ کی اقتدا میں دم کے بعد پھونک ماری جا سکتی ہے۔

بعض لوگ یہاں بڑا عجیب سوال، یہ اٹھا دیتے ہیں کہ اگر تھوک والی احادیث سے دلیل لینی ہے تو پھر دم والی چیز میں پھونک کی بجائے تھوک پھینکنا چاہئے۔ حالانکہ اگر کسی چیز میں تھوک پھینکنا جائز ہو سکتا ہے تو اس میں ہلکی تھوک والی پھونک تو بالاولی جائز ہو سکتی ہے!!

آپ ؐ کا اپنا عمل بھی یہی بیان کیا گیا ہے کہ آپ نہ کھانے والی چیز میں پھونک مارتے تھے نہ پینے والی چیز میں۔[ابن ماجہ، الاطعمة، باب النفخ في الطعام، رقم:۳۲۸۸]

اس سے استدلال کرتے ہوئے بعض علماء کہتے ہیں کہ پانی پر دم کرنا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ دم کا مطلب ہی یہ ہے کہ کچھ پڑھ کر اس پر پھونک ماری جائے جب کہ کھانے پینے والی چیزوں پر پھونک مارنا منع ہے۔لہٰذا پانی پر دم کرنا ناجائز ٹھہرا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نبی ﷺ سے بطور خاص پانی پر دم کرنے کا کوئی ثبوت نہیں۔ لیکن آپ سے دموں کی جو صورتیں ثابت ہیں یا آپ کی موجودگی میں صحابہ کرام نے جو دم کیے جن کی آپ نے تائید فرمائی، ان سے پانی پر دم کرنے کا جواز بھی نکل آتا ہے۔اس سلسلے میں حسب ذیل پہلوؤں پر غور کرنا ضروری ہے:

۱۔ نبی ﷺ نے دموں کی عام اجازت دی ہے، صرف ایک شرط عائد کی ہے کہ وہ شرکیہ نہ ہوں۔ فرمایا:

((اِعْرِضُوْا عَلَيَّ رُقَاكُمْ ، لَا بَأْسَ بالرُّقٰى ، مَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ شِرْكٌ .))

”تم مجھ پر اپنے دم پیش کرو، دم کرنے میں کوئی حرج نہیں جب تک اس میں شرک نہ ہو۔“

[صحيح مسلم، كتاب السلام ، باب لا باس بالرقى ما لم يكن فيه شرك،]

اس سے معلوم ہوا کہ جن روایات میں دم کو، ”تمائم“ (تعویذات) کو اور ”تِوَلہ“(ایسا عمل جو میاں بیوی کے درمیان محبت پیدا کرنے کے لیے کیا جاتا ہے) کو شرک کہا گیا ہے،[ابو داؤد ، الطب ، باب فی تعليق التمائم، رقم:۳۸۸۳] تو اس سے وہ دم (رُقٰی) مراد ہیں جو شرکیہ کلمات پر مبنی ہوں ، جیسے ان میں غیر اللہ سے استغاثہ یا

استعاذہ کیا گیا ہو، مثلاً فرشتوں کے یا انبیاء کے، یا جنات وغیرہ کے نام ان میں ہوں۔ لیکن اگر وہ دم قرآنی آیات، یا اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات پر مبنی ہوں یا ان میں اللہ سے دعاء واستعاذہ کیا گیا ہو یا وہ مسنون اور معروف اذکار کے ساتھ ہوں، تو ایسے دم شرک نہیں، بلکہ وہ بعض علماء کے نزدیک تو مستحب ہیں اور بعض کے نزدیک جائز۔ یعنی ایسے دموں کے جواز میں تو کوئی شک نہیں۔

۲۔ نبی ﷺ مُعَوِّذَتَیْنِ (قل اعوذ برب الفلق اورقل اعوذ برب الناس ۔ دونوں سورتیں) پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں پر پھونک مارتے اور پھر ان ہاتھوں کو اپنے چہرے اور اپنے جسم پر پھیر لیتے تھے اور حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب آپ کا مرض الموت شدت اختیار کر گیا اور آپ کے لیے اپنے ہاتھوں کو خود اپنے جسم پر پھیرنا مشکل ہو گیا تو میں یہ سورتیں پڑھ کر آپ کے ہاتھوں پر پھونک مارتی اور پھر ان ہاتھوں کو آپ کے جسم پر ملتی۔ امام بخاریؒ نے یہ حدیث اپنی ''صحیح'' میں درج کی ہے اور اس پر باب باندھا ہے: باب الرقی بالقرآن والمعوِّذات ''قرآن کریم اور معوِّذات کے ساتھ دم کرنے کا بیان'' جس سے امام بخاری کا یہ استدلال واضح ہے کہ قرآن کریم اور معوذات کے ساتھ دم کرنا جائز ہے اور اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

''علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ تین شرطوں کے ساتھ دم کرنا جائز ہے:

1. وہ دم اللہ تعالیٰ کے کلام یا اس کے اسماء وصفات کے ساتھ ہو۔
2. عربی زبان میں ہو اور اگر کسی اور زبان میں ہو تو اس کے معنیٰ واضح ہوں۔
3. یہ اعتقاد رکھا جائے کہ دم بذات خود مؤثر نہیں جب تک اللہ کی مشیت نہ ہو، یعنی مؤثر حقیقی اللہ ہی ہے۔'' [فتح الباری، کتاب الطب، باب الرقی بالقرآن والمعوِّذات، رقم: ۵۷۳۵، ج: ۱۰، ص: ۲۴۰]

۴۔ نبی ﷺ سے اور بعض صحابہ کرام سے دم کر کے مریض پر پھونک مارنے کا ثبوت احادیث میں موجود ہے جس کے لیے نفث اور تفل کے الفاظ استعمال کیے گیے ہیں۔ جیسے نبی ﷺ کی بابت آتا ہے کہ آپ حضرت ثابت بن قیس کی بیمار پرسی کے لیے ان کے پاس تشریف لے گئے، تو آپ نے یہ پڑھ کر: ((اِكْشِفِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ عَنْ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ)) ''اے لوگوں کے رب! ثابت بن قیس سے تکلیف دور فرما دے۔'' بُطحان وادی سے تھوڑی سی مٹی لی اور اسے ایک برتن میں ڈال کر اس پر پانی چھڑکا، پھر پانی ملی ہوئی مٹی کو ثابت بن قیس کے اوپر ڈالا۔

[ابو داؤد، کتاب الطب، باب فی الرقی، رقم: ۳۸۸۵]

ایک دوسری روایت میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب ایسے مریض کو دیکھتے جسے کوئی تکلیف ہوتی یا کوئی پھوڑا پھنسی ہوتی یا کوئی زخم ہوتا، تو نبی ﷺ اپنی سبابہ انگلی کو زمین پر رکھ کر اٹھا لیتے اور یہ دعا پڑھتے:

((بِاسْمِ اللّٰهِ ، تُرْبَةُ اَرْضِنَا ، بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا ، يُشْفٰى بِهٖ سَقِيْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا ۔))

[صحیح مسلم، کتاب السلام، باب رقیة المریض بالمعوذات والنفث ، رقم: ۲۱۹۴]

''اللہ کے نام سے، یہ ہماری زمین کی مٹی ہے، ہم میں سے بعض کے لعابِ دہن (تھوک) کے ساتھ اس کے ذریعے سے ہمارے رب کے حکم سے ہمارے بیماروں کو شفاء عطا ہو۔''

اس روایت میں صراحت ہے کہ آپ اپنی انگشتِ مبارک میں مٹی لگاتے اور بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا ، کے لفظ سے استدلال کرتے ہوئے حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ آپ دم کرتے وقت تھوکتے بھی تھے یعنی تھوک کے باریک ذرّات شامل کرتے تھے۔[فتح الباری ،

كتاب الطب، باب رقية النبی، ج:١٠، ص:٢٥٦، طبع دار السلام، الرياض]

امام نوویؒ فرماتے ہیں حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنی سبابہ انگلی پر اپنا لعابِ دہن (تھوک) لگاتے، پھر اس کو مٹی پر رکھتے جس سے کچھ مٹی آپ کی انگلی پر لگ جاتی، پھر آپ اس انگلی کو بیماری والی جگہ پر یا زخمی آدمی پر ملتے اور مذکورہ دم پڑھتے۔ [حوالہ مذکور]

امام قرطبی کہتے ہیں، اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ ہر قسم کی تکلیف میں دم کرنا جائز ہے اور یہ طریقہ ان میں معروف تھا اور نبی ﷺ کا اپنی سبابہ انگلی کو مٹی پر رکھنا اور پھر اسے مریض پر رکھنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دم کے وقت ایسا کرنا مستحب ہے۔ آگے چل کر مزید لکھتے ہیں:

"تھوک (یا پھونک) اور انگلی کو زمین پر، مٹی لگانے کے لیے رکھنا، یہ بذات خود کوئی مؤثر چیزیں نہیں، بلکہ یہ دراصل اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ اور آثار رسول سے تبرک حاصل کرنے کے قبیل سے ہے۔" [حوالہ مذکور]

قاضی عیاض لکھتے ہیں:

فائدة النفث التبرك بتلك الرطوبة او الهواء الذى ماسه الذكر كما يتبرك بغسالة ما يكتب من الذكر۔

[فتح الباری، ج:١٠، ص:٢٤٣]

"پھونک مارنے کا فائدہ اس رطوبت (تری) یا ہوا سے برکت حاصل کرنا ہے جس کو اللہ کے ذِکر نے مَس کر لیا جیسے اللہ کے ذِکر کو (کاغذ یا پلیٹ وغیرہ میں) لکھ کر، پھر اسے پانی میں ڈال کر اس کے دھون سے تبرک حاصل کیا جاتا ہے۔"

۵۔ نبی ﷺ کے زمانے میں بعض صحابہ کرام نے بھی دم کرنے کا یہی طریقہ اختیار کیا تھا جو مؤثر ثابت ہوا تھا اور نبی ﷺ نے بھی اس کی تحسین وتائید ہی فرمائی تھی۔ جیسے مشہور

واقعہ ہے کہ کچھ صحابہ کرام سفر میں کسی قبیلے کے پاس ٹھہرے، اس قبیلے کے لوگوں نے ان صحابہ کی مہمان نوازی نہیں کی، اتفاق سے قبیلے کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا، کچھ لوگ صحابہ کے پاس آئے اور ان سے پوچھا کہ اس طرح کا معاملہ ہے، کیا آپ لوگوں کے پاس اس کا کوئی علاج یا دم ہے؟ صحابہ نے کہا، تم نے ہم مسافروں کی مہمان نوازی نہیں کی، اس لیے جب تک تم کوئی معاوضہ مقرر نہیں کر لیتے ہم کچھ نہیں کریں گے، انھوں نے کچھ بکریاں دینے کا وعدہ کر لیا، چنانچہ ایک صحابی نے سورۂ فاتحہ کا دم شروع کر دیا، وہ سورہ فاتحہ پڑھتا اور اس پر تھوک کے ساتھ پھونک مارتا، حتی کہ وہ سردار ٹھیک ہو گیا۔ صحابہ کرام یہ بکریاں لے کر نبی ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے اس کی بابت پوچھا، تو آپ ہنسے اور فرمایا:

((وَ مَا اَدْرَاكَ اَنَّهَا رقية؟ خُذُوْهَا وَاضْرِبُوْا لِیْ بِسَهْمٍ۔))

[صحیح بخاری، الطب، باب الرقی بفاتحة الکتاب، رقم:٥٧٣٦]

”تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ دم ہے؟ یہ بکریاں لے لو اور اس میں میرا حصہ بھی رکھو۔“

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

” و فيها أنه قرأ بفاتحه الكتاب و تفل و لم ينكر ذلك فكان ذلك حجة “

[فتح الباری، ج:١٠، ص:٢٠٨]

”اس قصے میں ہے کہ صحابی نے سورہ فاتحہ پڑھی اور پڑھ کر تھوکا اور اس پر نکیر (مخالفت) نہیں کی گئی، پس یہ واقعہ حجت بن گیا۔“

٦۔ امام بخاریؒ نے ایک باب باندھا ہے: باب النفث فی الرقية، دم میں

پھونک مارنا، اور اس کے تحت انھوں نے تین حدیثیں نقل کی ہیں جن میں دم پڑھ کر پھونک مارنے (نفث) کا حکم ہے یا آپ کے عمل کا ذکر ہے، اسی میں صحابہ کرام کا مذکورہ واقعہ بھی درج ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

''امام بخاریؒ کا مقصود اس باب سے ان لوگوں کا ردّ کرنا ہے جو پھونک مارنے کو مطلقاً مکروہ قرار دیتے ہیں اور ان لوگوں کا بھی رڈ کرنا ہے جو خاص طور پر قراءت قرآن کے وقت پھونک مارنے کو برا سمجھتے ہیں۔''

حافظ ابن حجرؒ مزید لکھتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ نفث میں تھوک کے باریک ذرّات ہوتے ہیں۔

" ان فيه ريقًا خفيفاً "

آگے جا کر پھر لکھتے ہیں:

" و قد قدمت أن النفث دون التفل، و إذا جاز التفل جاز النفث بطريق الاولىٰ "

[فتح الباری، ج: ۱۰، ص: ۲۵۸، ۲۵۹]

''میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ نفث (پھونک) تفل (تھوک) سے کم تر ہے اور جب (دم میں) تھوکنا جائز ہے، تو پھونک مارنا تو بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔''

مذکورہ مقدمات کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

❶ نبی ﷺ نے سوائے شرکیہ دموں کے ہر قسم کے دم کو جائز قرار دیا ہے، وہ قرآنی کلمات کے ساتھ ہوں یا اسماء وصفات الٰہیہ کے ساتھ ہوں یا مسنون ومشروع اذکار کے ساتھ

ہوں۔

❷ نبی ﷺ معوِّذات پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر پھونک مارتے اور پھر انھیں اپنے چہرے اور جسم پر پھیر لیتے تھے۔

❸ نبی ﷺ نے اپنی انگشت مبارک کو اپنے لعاب دہن (تھوک) سے تر کر کے اس پر مٹی لگائی اور پھر دم کر کے اس مٹی کو مریض پر یا مریض کے درد والے حصے پر لگا دیا۔

❹ صحابہ کرام نے سورہ فاتحہ کا دم کر کے مریض پر تھوکا جس سے مریض ٹھیک ہو گیا، آپ نے اس عمل کی تائید فرمائی۔

❺ دم کر کے نفث (پھونک مارنے) کا نبی ﷺ نے حکم بھی دیا ہے اور اس پر آپ نے عمل بھی کیا ہے۔

ان مقدمات پر غور کر کے اگر یہ نتیجہ اخذ کیا جائے کہ پانی پر بھی دم کر کے اگر اس پر نفث یعنی پھونکا جائے، تو ایسا کرنا جائز ہو گا، کیونکہ اوّل تو دم کرنے کے بعد نفث میں شفاء کی تاثیر اللہ کے حکم سے پیدا ہو جاتی ہے۔ دوسرے، کھانے پینے کی چیز میں پھونک مارنے کی جو ممانعت آئی ہے، اس کے لیے نفخ کا لفظ استعمال ہوا ہے، اور دموں کے لیے ہر جگہ نفث کا لفظ آیا ہے۔

اس لیے نفث اور نفخ میں فرق کرنا ضروری ہے، لُغوی اعتبار سے بھی اس فرق کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ مصباح اللغات میں ہے: نفخ، منہ سے پھونک مارنا، اور نفث کے معنی لکھے ہیں: منہ سے تھوک پھینکنا اور تفل کے معنی ہیں: تھوکنا۔ گویا دم کر کے نفث کرنا یعنی تھوک کے باریک ذرات مرِیض پر پھینکنا اس میں اللہ نے شفاء رکھی ہے۔ یہ عمل

اگر پانی پر کیا جائے تو پانی اللہ کے حکم سے شفاء کا ذریعہ بن سکتا ہے، چینی یا آٹے پر کیا جائے تو اس کے ذریعے سے بھی اگر اللہ چاہے تو شفاء ہو سکتی ہے۔ یہ نفخ سے مختلف عمل ہے۔ نفخ (یعنی کھانے پینے کی چیز میں یوں ہی پھونک مارنا) یقیناً ممنوع ہے، لیکن نفث ، ایک بابرکت عمل ہے، ذکر الٰہی سے اس میں اللہ کے حکم سے شفا کی تاثیر پیدا ہو جاتی ہے۔

حضرت عائشہ کے ایک اثر سے بھی ہمارے اس موقف کی تائید ہوتی ہے، شرح السنہ میں ہے:

"روی عن عائشة انها کانت لا تری باساً ان یعوّذ فی الماء ثم یعالج به المریض" [شرح السنة، ۱۲/۱۶۶]

"حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ وہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتی تھیں کہ پانی میں تعوذ (منقول دم) پڑھا جائے اور پھر اس پانی کے ذریعے سے مریض کا علاج کیا جائے۔"

حضرت عائشہ سے ایک اور اثر منقول ہے۔

"کانت عائشة تقرأ بالمعوذتین فی اناءٍ ثم تأمر أن یصب علی المریض"

[تفسیر القرطبی، سورة الاسراء، ج: ۲۰، ص: ۳۱۸]

"حضرت عائشہ کسی برتن میں معوذتین (قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس) سورتیں پڑھتیں، پھر حکم دیتیں کہ اس برتن (کے پانی) کو مریض پر انڈیل دیا جائے۔"

سعودی عرب کے مفتی اعظم شیخ عبد العزیز بن بازؒ جو اپنے علمی مقام و مرتبت اور قوتِ استنباط و تفقہ میں اس دور میں بلاشبہ آیت میں آیات اللہ کے مصداق تھے، وہ

فرماتے ہیں:

" وكذلك الرقية في الماء لا بأس بها، و ذلك بأن يقرء في الماء و يشربه المريض أو يصب عليه "

[مجموع فتاویٰ و مقالات متنوعه، ۱/ ۵۲، الطبعة الثانية ۱۹۹۶]

"اسی طرح پانی میں دم کرنے میں کوئی حرج نہیں، بایں طور کہ پانی میں پڑھا جائے اور مریض اسے پی لے یا اسے اس پر انڈیل دیا جائے۔"

هٰذا ما عندی و الله اعلم بالصواب

روحانی علاج معالجہ کے لیے
منتخب قرآنی آیات

(۱) سورت الفاتحہ (مکمل)
(۲) آیت الکرسی
(۳) سورت اخلاص (مکمل)
(۴) سورت الفلق (مکمل)
(۵) سورت الناس (مکمل)
(۶) سورت البقرہ (۲۸۴تا۲۸۶)
(۷) سورت البقرہ (آیات ۱تا۵)
(۸) سورت البقرہ (آیت ۱۰۲)
(۹) سورت البقرہ (۱۶۳۔۱۶۴)
(۱۰) سورت الاعراف (۱۱۷۔۱۲۲)
(۱۱) یونس (آیت: ۸۱۔۸۲)
(۱۲) طٰہٰ (۶۵تا۷۳)
(۱۳) سورت المومنون (۱۱۵تا۱۱۸)
(۱۴) سورت الصافات (۱تا۱۰)
(۱۵) سورت الاحقاف (۲۹تا۳۳)
(۱۶) سورت الرحمٰن (۳۳تا۳۶)
(۱۷) سورت الحشر (۲۱تا۲۴)
(۱۸) سورت الجن (آیات: ۱تا۹)
(۱۹) بنی اسرائیل (آیات ۸۰تا۸۲)
(۲۰) طٰہٰ (آیت: ۱۱۱)

❁....❁....❁

سورت الفاتحة

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ آمِيْن

سورة البقرة (آيات: ۱ تا ۵)

الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ اُولٰئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○

آية الكرسى

اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِىْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَىْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ اِلَّا بِمَا شَآءَ

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَلَا يَؤُدُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ o (یہ سورت البقرہ کی آیت نمبر 255 ہے)

سورة البقرة (آیت۔256)

لَا اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ قَدْتَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ o

سورة البقرة (آیت۔102)

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَا اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ وَمَا هُمْ بِضَارِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰهُ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖ اَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ o

سورۃ البقرۃ (164-163)

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَّ تَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ وَلَوْ یَرَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اِذْ یَرَوْنَ الْعَذَابَ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا وَّ اَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعَذَابِ ۝

سورۃ البقرۃ کی آخری تین آیات

لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَاءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَاءُ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ

كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ٥ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ٥

سورۃ الاعراف (54 تا 56)

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ٥ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ٥ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ٥

سورة الاعراف (117 تا 122)

وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰی اَنْ اَلْقِ عَصَاکَ فَاِذَا ھِیَ تَلْقَفُ مَا یَأْفِکُوْنَ o فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ o فَغُلِبُوْا ھُنَالِکَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِیْنَ o وَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سٰجِدِیْنَ o قَالُوْا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o رَبِّ مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ o

سورة یونس (81 تا 82)

فَلَمَّا اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰی مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ اِنَّ اللّٰهَ سَیُبْطِلُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِیْنَ o وَیُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِکَلِمٰتِهٖ وَلَوْ کَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ o

سورة بنی اسرائیل (الاسرا) 80 تا 82

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا o وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا o وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا ھُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا یَزِیْدُ الظَّالِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا o

سورۃ طٰہٰ (65 تا 73)

قَالُوْا يٰمُوْسٰى اِمَّا اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّا اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ○ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ○ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ○ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ○ وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى ○ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى ○ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَا اَشَدُّ عَذَابًا وَّ اَبْقٰى ○ قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَا اَنْتَ قَاضٍ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ○ اِنَّا اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَا اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ○

(سورۃ طٰہٰ۔ 111)

وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ○

(المؤمنون 115 تا 118)

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ٥فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ٥وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ٥وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ٥

(الصّافات 1 تا 10)

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ٥فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ٥فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ٥اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ٥رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ٥اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ الْكَوَاكِبِ ٥وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ٥لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ٥دُحُوْرًا وَّ لَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ٥اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ٥

(الاحقاف 29 تا 33)

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ

الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنصِتُوا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَىٰ قَوْمِهِم مُّنذِرِينَ ○ قَالُوا يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنزِلَ مِن بَعْدِ مُوسَىٰ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَىٰ طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ ○ يَا قَوْمَنَا أَجِيبُوا دَاعِيَ اللَّهِ وَآمِنُوا بِهِ يَغْفِرْ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرْكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ○ وَمَن لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللَّهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهُ مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءُ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ○ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَن يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ بَلَىٰ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ○

(الرحمن 33 تا 36)

يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَن تَنفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانفُذُوا لَا تَنفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ ○ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ○ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّن نَّارٍ وَنُحَاسٌ فَلَا تَنتَصِرَانِ ○ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ○

(الحشر 21 تا 24)

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْآنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ o هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ o هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ o هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِى السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ o

(الجن 1 تا 9)

قُلْ اُوْحِىَ اِلَىَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا o يَهْدِىْ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا اَحَدًا o وَاَنَّهُ تَعَالٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا o وَاَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا o وَاَنَّا ظَنَنَّا اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ

عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ○ وَاَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ○ وَاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ○ وَاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّ شُهُبًا ○ وَاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ○

سورۃ اخلاص

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ○ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ○ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ○

سورۃ الفلق

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ○ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ○ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ○ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِى الْعُقَدِ ○ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ○

سورۃ الناس

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ○ مَلِكِ النَّاسِ ○ اِلٰهِ النَّاسِ ○ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ○ اَلَّذِىْ يُوَسْوِسُ فِىْ صُدُوْرِ النَّاسِ ○ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ○

درود ابراھیمی

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

جنات کا پوسٹمارٹم

مستقبل کی غیبی اور مخفی باتوں اور بالخصوص اپنی ذات (قسمت و تقدیر) سے تعلق رکھنے والے اُمور سے قبل از وقت مطلع ہو جانے کا جذبہ انسانی فطرت میں شروع ہی سے رہا ہے۔ مستقبل کے حوادث اور مابعد الطبیعاتی اُمور میں رہنمائی کے لئے جہاں وحیٔ الٰہی کا نزول شروع ہوا، وہاں تاریخ انسانی میں شیطانی وحی اور تخمینی علوم (علم نجوم، کہانت و عرافت، علم رمل، جعفر و اعداد، دست شناسی، چہرہ شناسی، قیافہ شناسی، یوگا و مراقبہ، ہپناٹزم وغیرہ) کا بھی چرچا ہوا۔

یہ تخمینی علوم کب، کیسے اور کیوں شروع ہوئے؟
وحیٔ الٰہی کے مقابلے میں ان کی کیا حیثیت ہے؟

انسانی زندگی پر انکے کوئی اثرات اگر مرتب ہوتے ہیں تو وہ کیا ہیں؟ اور کیوں ہیں؟ اور ان سے استفادے کی شرعی حدود کیا ہیں؟

زیرِ نظر کتاب نہ صرف ایسی نوعیت کے بیسیوں سوالات کے جوابات سمیٹے ہوئے ہے۔ بلکہ اسمیں جادو اور جنات کی حقیقت، آسیب زدہ شخص اور مکان وغیرہ سے جنات بھگانے کا طریقہ، شعبدہ بازی اور جنات کے سربستہ راز فاش کرنے کے ساتھ ساتھ ان شرعی توڑ یعنی روحانی علاج معالجہ کے کئی طریقوں پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اسکے علاوہ نظر بد، جنون، زہر، پھوڑے پھنسیوں، بخار اور مختلف جسمانی دردوں کے روحانی علاج معالجے کا قرآن وسنت کی روشنی میں مکمل و مفصل طریقہ اس انداز میں پیش کر دیا گیا ہے کہ کوئی بھی نیک صالح مرد یا عورت اس پر عمل پیرا ہو کر روحانی معالج بن سکتے ہیں۔

علاوہ ازیں کتاب کے آخر میں بطور ضمیمہ بعض اہم مسائل، مثلاً تعویذ اور دم کی شرعی حیثیت، غیر محرم عورتوں کا روحانی علاج اور فتنوں کا سدباب، روحانی علاج پر اُجرت، دم شدہ چیز پر پھونک مارنے کی شرعی حیثیت اور دیگر کئی مسائل پر قرآن و سنت کی روشنی میں معتدل اور مبنی برحق موقف پیش کیا گیا ہے۔

E-Mail: nomania2000@hotmail.com